ہماری زندگی کی روزمرہ واقعات پر مبنی ایک لازوال
اور سبق آموز کہانی جس کے کردار بھی ہمی سے ہیں

اس جلتے جہاں میں



اسلم راہی ایم۔اے

اس
جلتے
جہاں
میں

اسلم راہی
ایم اے

مُصنّف کی آواز

قارئین کرام! میرا نیا رومانی ناول "اس جلتے جہاں میں" آپ کے ہاتھ میں ہے پہلے میرے ناول "لڑکی اس گلی کی" کے متعلق آپ لوگوں نے جس پسندیدگی کا اظہار کیا ہے اس کے لیے میں اور ادارہ دونوں ہی مشکور ہیں۔

رہا سوال! یہ ناول کیسا ہے؟ تو میں کچھ نہ کہوں گا۔ میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میں نے یہ ناول بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھا ہے اور ایک بڑا اچھا ناول اور شاہکار ہے ہرگز نہیں میں خاموش رہوں گا اور آپ لوگوں کی تنقید کا انتظار کروں گا۔ کیونکہ کتاب کے اچھے اور بُرے ہونے کا فیصلہ کرنا قاری کا کام ہے اور قاری کی تنقید ایک لائٹ ٹاور کی حیثیت رکھتی ہے جس کی تیز روشنی میں ایک ادیب اپنی آنے والی کہانیوں کو بہتر طور پر سنوار سکتا ہے۔

ناول نگاری میں میرا مرکزی نقطہ اصلاح ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر میں اپنی کہانیوں کی عمارت کھڑی کرتا ہوں۔ بعض لوگوں نے کئی بار مجھ سے اصرار کیا ہے کہ اپنے ناولوں میں تھوڑی سی عریانی لاؤں لیکن میں اس کے خلاف ہوں۔ ایک ادیب قوم کی تعمیر ہوتی ہوئی عمارت میں ایک مزدور کا کام کرتا ہے۔ اگر وہ مصالحہ غلط تیار کرے گا تو یقیناً عمارت پائیدار نہ ہوگی یا یوں کہیئے کہ ادیب ایک جاروب کشی ہے۔ اس کا کام گلی گلی اور کوچے کوچے میں پھیلتی ہوئی گندگی کو صاف کرنا ہے اگر صفائی کرنے والا خود ہی گندگی پھیلانا شروع کر دے تو پھر وہ ادیب نہیں کہلا سکتا

"اس جلتے جہاں میں" بھی میرا نقطہ نظر یہی ہے۔ یہ کوئی من گھڑت کہانی نہیں بلکہ میرے ذاتی مشاہدات ہیں جنہیں میں نے یکجا کر کے ایک کہانی کا روپ دیا ہے یہ کہانی ہمارے روزمرہ کے واقعات پر مبنی ہے اور اس کے کردار بھی ہمی سے ہیں۔ میں ایسی کہانیوں سے ہمیشہ اجتناب کرتا ہوں جن کا کوئی سر پیر ہی ہو یا جو ایسے معاشرہ سے تعلق رکھتی ہوں جن کا اس دنیا میں کوئی وجود ہی نہیں

ہم اپنے لکھنے والے بھائیوں سے استدعا کرتا ہوں کہ آیئے ہم سب مل کر عہد کریں کہ عریانی نہیں لکھیں گے اور پڑھنے والوں سے بھی التجا کرتا ہوں کہ وہ عریانیت کی حوصلہ شکنی کریں تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ہمیں اپنی قوم کا معمار کہیں تخریب کار نہ کہیں مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اگر کہانی پر محنت کی جائے تو وہ عریانی کے بغیر بھی کامیاب ہو سکتی ہے اب آپ ناول پڑھیئے اور اپنی رائے سے مطلع کیجیئے۔

اسلم راہی ایم۔ اے

انتساب

آخری مئی کی سخت تیز اور جلا دینے والی دھوپ تھی، ہر چیز ابرق کی طرح چمک رہی تھی۔

ٹھپ ٹھپ ٹھپ

وہ بڑی مشکل سے ہسپتال کی سیڑھیاں چڑھا ایک ہاتھ میں اس نے رومال میں بندھی ہوئی برف پکڑ رکھی تھی برآمدے میں آکر وہ بیٹھ گیا اور ہانپنے لگا۔ تھک گیا تھا۔ شاید ٹائیفائڈ کا مریض تھا۔

ذرا سے وقت کے لئے وہ وہاں بیٹھا پھر اٹھا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا رومال میں بندھے ہوئے برف سے پانی ٹپک ٹپک کر سرخ فرش کے چمکتے ہوئے برآمدے پر لکیر بناتا جا رہا تھا۔

سرجیکل وارڈ کے سامنے گڑھے رکھنے کے لیے جو چبوترا بنا ہوا تھا وہ پھر اس پر بیٹھ گیا ذرا سا سستایا اور تازہ دم ہو کر پھر چل پڑا۔ اب میڈیکل وارڈ میں آگیا تھا۔ اس نے جالی دار دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔

سامنے ہی کونے والے چودہ نمبر بیڈ پر وہ بیٹھ گیا۔ بیڈ کے نیچے والے خانے سے اس نے گلاس اٹھایا، صراحی سے پانی نکال کر برف ڈھونڈی پھر اسے گلاس پر رکھنے کے بعد اوپر پانی انڈیلا اور پانی غٹا غٹ پی گیا۔ ایک سرد آہ بھر کر وہ بستر پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

وارڈ کی نرس دوسرے کونے میں مریضوں کو دوائی دے رہی تھی وہاں سے فارغ ہو کر وہ ٹرالی کھینچتی ہوئی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ چند لمحوں تک وہ اسے غور سے دیکھتی رہی پھر اس نے مدہم اور لطیف سی آواز میں اسے پکارا۔

ایاز!

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، غور سے نرس کی طرف دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا اور ہتھیلی آگے بڑھا دی۔ نرس نے اس پر دو کیپسول رکھ دیئے۔ صراحی سے اسے پانی بھر کر دیا اور وہ کیپسول کھا گیا۔

کہاں چلے گئے تھے نرس نے پوچھا

ذرا نیچے ہوٹل میں گیا تھا برف لینے۔ یہ کیپسول کھا کھا کر میرا اندر جل گیا ہے بار بار پیاس لگتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے اندر کسی نے آگ بھر دی ہو۔

دودھ میں برف ڈال کر پیا کرو۔

رات میں نے اڑھائی سیر دودھ منگوایا تھا اور برف ڈال کر سارا ہی پی گیا تھا مگر پیاس پھر بھی نہ بجھی تھی۔ خبر نہیں کیا کر دیا ہے اس بیماری نے مجھے۔ میرا دل ہر وقت بیٹھا بیٹھا ہی رہتا ہے۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں ٹائیفائیڈ میں ایسے ہی ہوتا ہے تم اپنے پاس کسی رشتہ دار کو رکھ لو جو دن رات تمہارے پاس رہے اور تمہاری ضروریات کا خیال رکھے۔

وہ برداشتہ خاطر اور غمگین سا ہو گیا۔

کس کو رکھوں؟

نرس نے اضطراب سے پوچھا۔

کیوں

اس بھرے سنسار میں یک تنہا، اکیلا اور یکتا ہوں، میرے ماں باپ کہیں بچپن میں ہی مر گئے تھے۔

میرے دادا نے مجھے پالا تھا وہ بھی عرصہ ہوا مر چکے ہیں۔

نرس بجھ سی گئی اور ٹرالی پر بوجھ ڈالتے ہوئے سوچوں میں کھو گئی

پڑھے لکھے بھی ہیں؟

ایم اے ہوں پہلے ایک مقامی کالج میں لیکچرار تھا۔ پر یہاں سب فراڈ چلتا ہے، دوکانیں کھول رکھی ہیں لوگوں نے تعلیم کی مجھ سے چھ سو روپے ماہوار پر دستخط لئے تھے اور دیتے کل تین سو روپیہ تھے۔ تنگ آ کر میں نے نوکری چھوڑ دی اور جتنا سرمایہ تھا اس سے ٹیکسی

خریدی اب میں ٹیکسی چلاتا ہوں۔

نرس اور زیادہ مرجھا گئی۔

تبھی ہسپتال میں تمہیں کوئی ملنے ہی نہیں آتا۔

ایک دوست ہے نجم اس کا نام ہے، میرے ساتھ ہی رہتا ہے گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے، وہ آتا ہے ملنے کے لئے اور بس رکشہ چلاتا ہے وہ ایک بوڑھی ماں اور چار چھوٹے بہن بھائیوں کی کفالت کرتا ہے۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک جوان اندر داخل ہوا، نرس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز نے ذرا سا مسکرا کر کہا۔

یہ ہے نجم!

نرس کا سر جھک گیا تھا۔ بوجھل بوجھل اور وزنی وزنی سے قدم اٹھاتی ہوئی وہ ٹرالی کھینچتی ڈیوٹی روم کی طرف چلی گئی۔ نجم نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پانی کی تھرماس اور فروٹ کا لفافہ میز پر رکھ دیا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے بڑے ہی دردمندانہ اور رقت آمیز سے انداز میں پوچھا۔

کیسے ہو؟

ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

گرمی اور کمزوری بہت ہے۔

وہ اس کے سامنے سٹول پر بیٹھ گیا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ کیا لائے ہو۔

یہ مالٹے ہیں اور ایک تھرماس لایا ہوں، تمہیں برف لانے کی تکلیف ہوتی ہے نا۔ میں اس میں برف بھی بھروا لایا ہوں۔ روزانہ میں تمہیں یہ برف سے بھر کر دے جایا کروں گا اور تمہارا گزارہ ہوتا رہے گا

کتنے کی لائے ہو؟

اسی روپے کی ملی ہے۔

ایاز خاموش ہو گیا، نجم نے تین مالٹے چھیلے صاف کر کے پلیٹ میں جمائے اور تھرماس سے برف نکال کر ان پر رکھ دی، جب وہ ٹھنڈے ہو گئے تو ایک ایک کر کے وہ مالٹے کی ٹھنڈی پھانکیں اس کے منہ میں ڈالنے لگا۔

اسی لمحے ایک اور نرس تقریباً بھاگتی ہوئی میڈیکل وارڈ میں داخل ہوئی وہ گھبراتی ہوئی آواز میں زور زور سے پکار رہی تھی۔

سحر! سحر! کہاں ہو؟

میڈیکل وارڈ کی نرس جو کچھ ہی دیر قبل ایاز سے باتیں کر رہی تھی اور جس کا نام سحر تھا جلدی جلدی باہر آئی اور بدحواسی سے اس دوسری نرس سے پوچھا۔

کیا بات ہے فرخ۔

جلدی کرو، شازیہ تمہیں بلا رہی ہے وہ رو رہی ہے میں نے بہت سمجھایا ہے مگر نہیں سنبھلتی سحر سارا کام چھوڑ کر اس کے ساتھ چلی گئی۔

ایاز کو ساری پھانکیں کھلانے کے بعد نجم اٹھا، میز پر پڑا جگ اس نے اٹھایا اور ہسپتال سے باہر ہوٹل سے جا کر دودھ کا بھر لایا۔ گلاس میں اس نے دودھ ڈالا اور چینی ملا کر ہلایا پھر برف ڈال کر ٹھنڈے دودھ کا گلاس ایاز کو پلا دیا۔ خالی گلاس واپس لیتے ہوئے اس نے ایاز سے پوچھا اور دوں۔

اس نے تولیے سے منہ پونچھ لیا۔

ذرا ٹھہر کر لوں گا۔

اتنے میں سحر پھر وارڈ میں داخل ہوئی۔ ایاز نے اسے آواز دیکر بلایا۔

نرس! ذرا بات سننا

وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ کہو

خیریت ہے نا۔

سحر غمزدہ سی ہو گئی۔

زنانہ وارڈ میں ایک لڑکی ہے، شازیہ وہ یہاں آکر ہی میری دوست بنی ہے اسے ٹی بی ہے۔ بچاری کی بُری حالت ہے جب کبھی زیادہ گھبرا جاتی ہے تو رو پڑتی ہے اور مجھے بلا بھیجتی ہے۔

ایاز نے حیرت کا اظہار کیا

ٹی بی سینیٹوریم کیسے داخل نہیں ہوئی۔

کون نے جانے بیچاری کو اس کا باپ ایک انجینئرنگ کمپنی میں مزدور تھا یہ اکثر اپنے باپ کو کھانا دینے کمپنی جایا کرتی تھی۔ کمپنی کے مالک کا لڑکا جس کا نام ظہیر ہے اس نے کہیں اسے دیکھ لیا اور دل ہار بیٹھا

اس کا وہاں آنا جانا رنگ لایا اور دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرنے لگے ظہیر کے ابا کو بھی اس کا علم ہو گیا وہ سخت مزاج کے انسان ہیں، انہوں نے یہ پسند نہ کیا کہ ایک کروڑ پتی اور اس قدر اونچے خاندان کے لڑکے کی شادی ایک غریب مزدور کی لڑکی سے کر دی جائے انہوں نے شازیہ کا فرم میں آنا جانا بند کرا دیا ظہیر کو دھمکی دی کہ اگر وہ شازیہ سے ملا تو اسے عاق کر دیا جائے گا۔ اس ظالم انسان نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ شازیہ کے بوڑھے باپ کو سروس سے نکال باہر کیا اور ظہیر کی منگنی اپنے بڑے بھائی کی لڑکی رضوانہ سے کر دی۔

شازیہ ٹیوشن پڑھا کر گزر بسر کرتی رہی۔ باپ بیمار ہو گیا تھا اس کا علاج بھی کرتی رہی مگر شومئی مقدر سے اس کا باپ مر گیا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے ٹی بی ہو گئی اور اسے یہاں داخل کرا دیا گیا

یہ ہے اس کی داستان

ایاز نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا

ایک کام کرو گی نرس!

کیا؟

تم اسے ٹی بی سینیٹوریم بھجوانے کا انتظام کرو۔ اس کے سارے اخراجات میں برداشت کر دوں گا۔

سحر پھول کی طرح کھل گئی

سچ

ہاں ہاں یہ کوئی مذاق کی بات تو نہیں

سحر باہر نکل گئی

میں ابھی بات کر کے آتی ہوں۔

اس رات سحر کی نائٹ ڈیوٹی بھی تھی، وہ جب وارڈ میں آئی تو ایاز کا بیڈ خالی تھا اور اس پر بستر وغیرہ نہیں تھا ساتھ کی بیڈ والا جو دمہ کا مریض تھا سحر نے اس سے پوچھا۔

ایاز کہاں چلا گیا

اس نے چھاتی پہ ہاتھ رکھ کر اپنا سانس درست کیا۔

وہ رات کو باہر سوتا ہے سسٹر!

کیوں؟

اندر گرمی جو ہوتی ہے، کہتا ہے دوائی کھا کھا کر میرا اندر جل گیا ہے۔

سحر نے اپنے ہاتھوں میں خاکی رنگ کے تین بڑے بڑے لفافے کسی چیز

سے بھرے ہوئے پکڑ رکھے تھے وہ اس نے ایاز کی میز کے نیچے والے دونوں خانوں میں جما دیئے پھر وہ وارڈ سے نکلی اور سرجیکل وارڈ کے پاس سے گزرتی ہوئی سیڑھیاں اتر کر ہسپتال سے باہر آئی سڑک پر دس بارہ کے قریب مریضوں نے چارپائیاں لگا رکھی تھیں، سڑک کے اس پار ہسپتال کی کنٹین تھی اور اس کے بائیں جانب ہسپتال کا پارک تھا سڑک چونکہ ہسپتال کی حدود میں تھی لہذا وہاں ٹریفک وغیرہ رات کے وقت نہ ہوتی تھی۔

سحر سارے بستر غور سے دیکھتی ہوئی ایاز کے قریب آ کھڑی ہوئی وہ چت لیٹا ہوا تھا اور آنکھیں موندھ رکھی تھیں سحر نے اسے پکارا

ایاز!

سر گھما کر اس نے سحر کی طرف دیکھا۔

آؤ نرس، ابھی تک یونیفارم میں ہو۔

میری نائٹ ڈیوٹی ہے تم یہاں باہر آ کر کیوں سو گئے ہو۔

میں تو روز ہی یہاں سوتا ہوں اندر پنکھے کی ہوا گرم ہوتی ہے، مجھے پہلے ہی گرمی ہے، نیند نہیں آتی، ہر کنٹین والا کرائے پر چارپائیاں دیتا ہے روز کے آٹھ آنے لیتا ہے بس اس سے کھاٹ لے لیتا ہوں اور یہیں پڑ جاتا ہوں۔

ابھی لیٹے لیٹے کیا سوچ رہے تھے،

زخم کھائی ہوئی آواز میں اس نے جواب دیا

کیا سوچا ہے یہاں تو ہر کوئی سکھ سنپت کا ہی ساتھی ہے مشکل میں کون کسی کو پوچھتا ہے
خوش رہا کرو دیوانی سوچتے نہیں رہنا چاہیئے۔

ہم جیسے لوگ تو نرس! جنم کے ہی روگی ہوتے ہیں خدا نے جب ہم جیسوں
کے بت بنا کر ان میں روح ڈالی ہو گی تو وہ بھی ہمارے بت دیکھ کر اداس
ہو گئی ہو گی۔

چوٹ کھائے ہوئے لہجے میں سحر بولی

دنیا تو دھوپ چھاؤں کا کھیل ہے۔ انسان پر سدا ایک جیسے حالات
نہیں رہتے ہو سکتا ہے آپ پر ایسا وقت آ جائے کہ آپ کی تنہائی ختم ہو
جائے اور آپ ایک کامیاب ترین انسان بن جائیں۔

ایاز اٹھنے لگا۔

ٹھہریں میں سٹول لاتا ہوں تم کھڑی ہوئی ہو

نہیں میں جاتی ہوں سحر واپس مڑی اور سیدھی وارڈ میں شازیہ
کے پاس چلی گئی۔

دوسرے روز صبح سویرے ہی جب وہ اندر آیا تو میز کے نیچے والے
خانوں میں تین بڑے بڑے لفافے بھرے تھے اس نے کھول کر دیکھا۔ دو
لفافے کینوں سے بھرے ہوئے تھے اور ایک میں ٹماٹر تھے وہ کھڑا ہو
کر سوچنے لگ گیا پھر اپنا بستر درست کیا اور لیٹ گیا۔

سحر اس روز دیر سے آئی تھی کیونکہ اس کی نائٹ ڈیوٹی تھی وارڈ میں

داخل ہوتے ہی وہ ایاز کے پاس آئی اور شبنم میں دھلے ہوئے پھول کی
طرح مسکراتے ہوئے پوچھا۔

کیا حال ہے۔

ایاز بھی مسکرا دیا

ٹھیک ہوں۔ رات کو یہ لفافے تم رکھ گئی تھیں؟

اس کے سرخ ہونٹوں پر پھر وہی پھولوں جیسی معصوم مسکراہٹ بکھر گئی۔

ہاں میں نے ہی رکھے تھے۔

کیوں؟

بس میری خوشی ہے ایک دوسرے کے کام آنا کیا انسانی فرض نہیں؟

وہ جب جانے لگی تو ایاز نے پہلی بار اسے اس کے نام سے پکارا

سحر!

جی وہ پھر اس کے سامنے کھڑی ہوئی

وہ شازیہ کا کیا ہوا

دو ایک روز تک اس کے سینیٹوریم جانے کے انتظامات مکمل ہو جائیں
گے میں ابھی آتی ہوں ذرا دوائیاں اور انجکشن ٹھیک کر لوں وہ اپنے ڈیوٹی
روم میں چلی گئی۔

ہسپتال سے فارغ ہو کر ایاز جا چکا تھا۔ شازیہ اس کے اخراجات پر سینی ٹوریم چلی گئی ہوئی تھی اسے یہ بھی نہ بتایا گیا تھا کہ اس کا علاج ایاز نے کرانے کا بندوبست کیا ہے۔ سحر نے ایاز کی ہدایت پر اسے یہی کہا تھا کہ اس کے سارے اخراجات ظہیر برداشت کر رہا ہے۔ ایاز نے شازیہ کو ظہیر کی طرف سے محبت بھرے خطوط بھی لکھنا شروع کر دیئے تھے وہ اسے ہر خط میں یہی باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ظہیر پہلے کی طرح ہی اس سے محبت کرتا ہے اور اسے ضرور اپنا کر رہے گا۔ جواب میں شازیہ کے خطوط بھی اس کی طرف آ رہے تھے ان میں بھی محبت کا بے پناہ جذبہ تھا اس نے ظہیر کے اپنے پاس آنے پر اصرار بھی کیا تھا مگر ایاز نے جواب لکھ کر ٹال دیا تھا کہ اب وہ اسے اس روز ہی ملیگا جب وہ بالکل تندرست ہو کر سینی ٹوریم سے باہر آجائیگی

ہسپتال سے نکل کر اس نے پورا ایک ماہ آرام کیا اس کی صحت اب پھر پہلے کی طرح قابلِ رشک ہو گئی تھی پہلے دن اس نے اپنی ٹیکسی نکالی اسے سٹارٹ کر کے دیکھا پھر صفائی کرنے لگا۔ اس کے قریب ہی نجم بھی اپنا رکشہ صاف کر رہا تھا۔ ایاز نے زور سے آواز دی۔

چلیں!

نجم نے رکشے سے باہر نکالی ہوئی سیٹ اندر رکھ دی

چلو چلیں۔

لگاؤ تالہ پھر مکان کو

نجم نے تالا لگا کر ایک چابی ایاز کو دی اور ایک خود رکھ لی۔ رکشے میں بیٹھنے سے پہلے وہ ایاز کے پاس آیا وہ میڈیکل کالج والی لڑکیوں کو لے جاؤ گے آج یا میں ہی جاؤں

وہ بدر اور رخشاں کو؟

ہاں

میں لے جاؤں گا انہیں۔

شکر ہے میں تو تنگ پڑ گیا تھا ان سے۔

کیوں

ناک میں دم کر رکھا ہے انہوں نے۔ سالی ایسی فری ہو جاتی ہیں مردوں سے کہ کیا پوچھتے ہو مجھے تو وہ ایک قدم بھی نہیں چلنے دیتیں۔ جب رکشہ آہستہ

چلاتا ہوں تو کہتی ہیں کیا چھکڑا رکھ چھوڑا ہے تیز چلاؤ۔ اور جب تیز چلاتا ہوں تو کہتی ہیں نشے میں ہو کیا آہستہ چلاؤ کہیں ایکسیڈنٹ کرتے ہو۔ کوئی جائے تو کہاں جائے۔ انہیں تو بھنسانے کے سارے گر آتے ہیں تمہارے ساتھ ٹھیک چلتی ہیں۔ وہ چھوٹی ہے ناجو پٹاخ سے بولتی ہے کیا نام ہے اس کا۔ ہاں بدر۔ ایک تو سالی حد سے زیادہ ہی حسین ہے اونچی لمبی ہے اس پر اس کی ادائیں ہر کوئی خواہ مخواہ میں اس کے متعلق مشکوک ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں وہ لڑکی عنقریب خراب ہو جائیگی۔

وہ کیسے

اس کے کالج کا ہی ایک لڑکا ہے۔ دیکھو مجھے نام نہیں یاد آرہا اس کا۔

رضوان؟

ہاں ہاں بالکل وہی۔ تم جانتے ہو اسے؟

اچھی طرح جانتا ہوں۔ بدر اس کے ساتھ بےحد فری ہے۔ اور اکثر اس کے ساتھ گھومنے جاتی ہے۔ میں نے سینما جاتے ہوئے کافی دفعہ دیکھے ہیں۔

بس میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں۔ میں جب کالج سے اسے لینے جاتا تھا۔ تو وہ اکثر کہہ دیا کرتی تھی۔ تم رخشاں کو لے جاؤ۔ مجھے رضوان کے ساتھ جانا ہے۔ اور میرے سامنے اس کی کار میں بیٹھ کر چلی جایا کرتی تھی۔ کبھی کہتی تھی کہ ہم نے کسی ڈرامے میں حصہ لینے جانا ہے۔ کبھی کہتی تھی ہم نے فلاں فلم ڈائریکٹر سے ملاقات کو جانا ہے۔ میں نے رخشاں سے پوچھا تھا۔ کہ وہ رضوان کے ساتھ کیوں اسطرح زیادہ گھومتی ہے۔ وہ

کہتی تھی کہ اس پر فلموں میں کام کرنے کا بھوت سوار ہے۔ وہ رضوان سے کوئی محبت وغیرہ نہیں کرتی۔ اور جو لوگ محبت کرتے ہیں۔ انہیں بیوقوف کہتی ہے۔ رضوان نے اسے یہ چکر دے رکھا ہے کہ اس کے کئی ڈائریکٹر اور پروڈیوسر جاننے والے ہیں لہٰذا وہ اسے فلموں میں کام لے دے گا رخشاں کہتی تھی کہ وہ لائل پور کے ایک لاکھ پتی کی لڑکی ہے۔ بس اس کا مقصد یہی ہے کہ اسے کسی نہ کسی طرح فلموں میں کام مل جائے۔ پڑھائی کی طرف اس کا کوئی دھیان نہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ وہ ماں باپ ہی بے غیرت ہیں۔ جنہوں نے لڑکی کو اس طرح چھوڑ رکھا ہے کہ اس کی کوئی خبر نہیں لیتے۔ کہ وہ کس راہ پر چل رہی ہے۔

ایاز نے ٹیکسی سٹارٹ کر دی۔

تم تو بکھیڑ ہی جھاڑنے لگ گئے ہو۔ میں چلا۔

وحدت کالونی سے نکل کر وہ لڑکیوں کے ایک ہوسٹل کے سامنے آرکا اور دو تین بار ہارن دے کر اس نے جیب سے دلز کا پیکٹ نکالا اور سگرٹ سلگا کر لمبے لمبے کش لیتے ہوئے اس نے سر سیٹ کی پشت پر جما دیا۔

اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا تھا کہ دو لڑکیاں ہنستی ہوئی ہوسٹل کی سیڑھیاں اتریں اور اس کی ٹیکسی کے پاس آکھڑی ہوئیں ان میں سے ایک جو زیادہ خوبصورت اور لمبے قد کی تھی اور جس کا نام بدر تھا

ایاز کو دیکھتے ہی چل پڑی۔

او ایاز! تم آ گئے تمہارے اس رکشہ والے دوست نے تو میرا ناک میں دم کر دیا تھا کب نکلے ہو ہسپتال سے۔

ایاز نے سگریٹ بجھا دیا

ایک مہینہ ہو گیا ہے۔

پھر کہاں رہے۔

ذرا کمزور تھا اس لئے آرام کرتا رہا۔

اب کیسے ہو۔

خوب ہٹا کٹا ہوں

بدر رخشاں کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی

چلو پھر

ایاز نے دونوں کو میڈیکل کالج کے گیٹ کے پاس اتار دیا۔ کالج کے قریب ہی جو دوکانیں ہیں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے سواری مل گئی جسے اس نے چیمبر ہاؤس میں اتارا لارنس روڈ سے اسے ایک اور سواری مل گئی اسے اس نے ریلوے اسٹیشن اتارا اور پھر ٹیکسی وہاں سے اس نے دبائی اور ڈار انجینئرنگ کمپنی کے سامنے جا کھڑا ہوا ٹیکسی کا دروازہ اس نے لاک کیا اور چابیاں گھماتا ہوا وہ اندر داخل ہوا دائیں طرف مینجنگ ڈائریکٹر کا آفس تھا اور اس کے باہر لکڑی کے سٹول

پر چپڑاسی بیٹھا ہوا تھا۔ ایاز نے اس سے پوچھا

مجھے ظہیر صاحب سے ملنا ہے کہاں ملیں گے۔

چپڑاسی کھڑا ہو گیا۔

کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر وہی ہیں آپ اپنا نام اس چٹ پر لکھ دیں میں انہیں خبر کرتا ہوں۔ چپڑاسی نے اسے کاغذ تھما دیا۔ ایاز نے اس پر اپنا نام لکھا اور چپڑاسی اندر لے گیا۔ پردہ اٹھا کر چپڑاسی پھر باہر آیا۔

صاحب آپ کو بلاتے ہیں جائیے اندر۔

ایاز اندر چلا گیا سامنے چھبیس ستائیس برس کا ایک جوان بیٹھا تھا اس نے بڑی مروت اور ملنساری سے کہا

بیٹھئے۔

آپ کا نام ظہیر ہے۔ ایاز کرسی پر بیٹھ گیا

فرمائیے

آپ شاذیہ کو جانتے ہیں

ظہیر بدک سا گیا

خیریت ہے نا

خیریت ہی ہے کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں

ہاں مجھے اس سے محبت ہے۔

اب بھی

بالکل

کیا آپ جانتے ہیں ان دنوں وہ کہاں ہے ۔

دراصل میرے گھر والوں نے مجھ پر بڑی سخت پابندی عائد کر رکھی ہے پہلے میں چوری چوری اس سے جا کر مل آتا تھا اب دو ماہ ہوئے ہیں اس سے ملاقات ہی نہیں ہوئی ویسے اس دوران میں دو بار اس کے ہاں گیا تھا مگر کوئی ایسا چانس ہوتا رہا کہ وہ گھر پر ہی نہ ملتی رہی

اگر میں یہ کہوں کہ اسے ٹی بی ہو گئی ہے اور وہ سینی ٹوریم میں ہے

ظہیر پژمردہ سا ہو گیا ۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے

بس ہو چکا ہے ۔ پہلے وہ یہاں مقامی ہسپتال میں تھی ۔ ان دنوں میں بھی وہاں ہسپتال میں زیر علاج تھا ایک نرس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ وہ ٹی بی کی مریض ہے اور کوئی اس کے اخراجات برداشت کرنے والا نہیں کہ اسے سینی ٹوریم میں علاج کے لئے بھیج دیا جائے ۔

میں نے اسے اپنے خرچ پر سینی ٹوریم میں داخل کرا دیا ہے میں نے اسے آپ کی طرف سے محبت بھرے خط بھی لکھنا شروع کر رکھے ہیں تاکہ وہ جلدی صحت یاب ہو جائے اور اسے یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ آپ اب بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور اس سے عنقریب

شادی کریں گے ۔ ایڈریس پر آپ ہی کا نام ہوتا ہے صرف میری معرفت ہوتا ہے ۔

ظہیر نے اٹھ کر اسے گلے لگا لیا ۔

تم صحیح معنوں میں انسان ہو ۔ مجھ جیسا بھی کوئی گنہگار انسان ہو گا جو اس سے محبت بھی کرتا ہے اور گھر والوں کے خوف سے اسے مل بھی نہ سکا تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا اب وہ کیسی ہے ۔

اسکے خطوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بڑی تیزی سے صحتیاب ہو رہی ہے ۔ ظہیر نے چپڑاسی کو آواز دے کر ٹھنڈا لانے کو کہا ۔ چپڑاسی فوراً ہی دو کوک لے آیا اور دونوں کے سامنے رکھ دیں ۔

ظہیر نے پھر پوچھا

آپ کا نام کیا ہے

میرا نام ایاز ہے

رہتے کہاں ہیں

وحدت کالونی

کیا کام کرتے ہو

کبھی کالج میں لیکچرار تھا اب تو اپنی ٹیکسی چلاتا ہوں ۔

اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے ۔

میرا تو خیال ہے وہ صحت مند ہوتی ہے تو اس سے شادی کر لیں ۔

فی الحال تو مشکل یہ ہے میرے ابا اور امی دونوں ہی سخت مزاج کے
ہیں اور خاندانی رکھ رکھاؤ کے مریض ہیں وہ چاہتے ہیں کہ میری شادی
کسی بہت ہی اونچے خاندان میں ہو جو کم از کم کروڑ پتی ہو کیونکہ میں
ان کا اکلوتا لڑکا ہوں مگر میں اس کے خلاف ہوں میرا خیال ہے کہ
سب سے پہلے تو میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے گھر والوں کے ذہن
تبدیلی کرنے کی مہم شروع کی جائے۔ اگر میں اس میں کامیاب ہو گیا
تو بہتر ورنہ پھر تمہارے صلاح مشورے سے کوئی دوسرا قدم اٹھا
لیا جائے گا بہر حال تم میرا اعتماد رکھو میں کبھی بھی تمہیں مایوس نہ ہونے
دوں گا۔ تم جیسے ہمدرد انسان میں نے بہت کم دیکھے ہیں۔ تمہارا فیصلہ
میرا ہی فیصلہ ہوا کرے گا اور ہاں ہاتھ ملاؤ آج سے تم میرے بھائی
ہوئے ایاز نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

اب پھر کیا ارادہ ہے میں کچھ دنوں تک اسے دیکھنے سینی ٹوریم
جاؤں گا۔ چلو گے تم بھی۔

ظہیر پھر اداس ہو گیا۔

گھر والے کیا چبا جائیں گے۔ میرے باہر گھومنے پر ویسے ہی پابندی
ہے اور اگر جانا بھی ہوں تو خاندان کے دو چار آدمی ساتھ ہوتے ہیں
جو جاسوسی کا کام بھی کرتے ہیں۔

میرا مطلب تھا کہ تم صرف ایک بار مل لیتے اس کے سارے رہے سہے

شکوک بھی مٹ جاتے تو وہ فوراً رو بصحت ہو جاتی
تم جب سینی ٹوریم جاؤ گے تم مجھے ملتے جانا میں اس کے لئے کچھ
چیزیں بھجواں گا اور ہاں وہاں سے مجھے تم کال بک کرا دینا اور میری
اس سے بات کرا دینا اس طرح بھی میں اس کے سارے شبہات
رفع کر دوں گا۔

ایاز مطمئن ہو گیا

چلو یہ بھی ٹھیک ہے اس کے ساتھ ہی وہ کھڑا ہو گیا۔

میں اب چلتا ہوں۔

بیٹھو کیا کرو گے جا کر؟

ٹیکسی باہر کھڑی ہے روزی کا معاملہ ہے نا

پھر ملنے آتے رہا کرو گے نا مجھے تو یہی سمجھو کہ جیل میں ہوں

ایاز ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔

ضرور آیا کروں گا۔

کالج کی چھٹی کا وقت ہو گیا تھا اس نے ٹیکسی میڈیکل کالج کے
سامنے لا کر کھڑی کر دی تھوڑی ہی دیر بعد لڑکیاں لڑکے گروہوں کی
شکل میں باہر نکلنا شروع ہو گئے بدر اور رخشاں بھی باہر آ گئیں۔ ایاز
کی ٹیکسی کے قریب ہی آ کر بدر نے رخشاں سے کہا۔

تم پھر جاؤ میں رضوان کے ساتھ جا رہی ہوں۔

ایاز نے دیکھا رضوان بھی کالج سے نکلا اور اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا رخشاں ٹیکسی میں بیٹھ گئی اور مردہ دلی سے کہا

جاؤ

بدر دو قدم ہی آگے بڑھی کہ ایاز نے اسے پکارا

بدر!

وہ اس کے پاس آ رکی۔

کیا بات ہے

بیٹھو اور چلو اپنے ہوسٹل میں رضوان کو ذاتی طور پر جانتا ہوں وہ کوئی اچھے قماش کا انسان نہیں ہے۔

بدر چڑ گئی

یہ میرا ذاتی معاملہ ہے وہ اچھا یا برا انسان ہے اس کا فیصلہ کرنا میرا کام ہے۔

میرا کام تو تھا سمجھانا سو میں نے سمجھا دیا۔

بدر نے پہلے سے زیادہ غصے میں کہا۔

تم ایک معمولی ٹیکسی ڈرائیور ہو آئندہ اس بارہ میں میرے ساتھ کبھی بات کرنے کی جرأت نہ کرنا۔

ٹیکسی ڈرائیور کیا انسان نہیں ہوتا تم نے اس راہ میں زندگی کی سب سے بڑی ٹھوکر نہ کھائی تو میرا نام ایاز نہیں اس وقت تمہیں ہوش آئے گا

جب پانی سر سے گذر جائے گا تم فلموں میں کام کرنے کی دھن میں اندھی ہو گئی ہو ابھی وقت ہے واپس لوٹ آؤ اور پڑھائی کی طرف دھیان دو اور ایک کامیاب ڈاکٹر بن کر قوم کی خدمت کرو عورت کی عزت ایک شیشہ ہے جب وہ اپنی عصمت لٹا چکتی ہے تو بالکل ایسے ہو جاتی ہے جس طرح ٹوٹا ہوا شیشہ ہو جو دوبارہ جڑ کر اس حالت میں نہیں آ سکتا اور نہ ہی اس کی وہ پہلے جیسی قدر و قیمت رہتی ہے۔

بدر نے ایاز کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھتے ہو کیا۔

شٹ اپ اور وہ پاؤں پٹختی ہوئی رضوان کی کار میں اس کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئی ایاز کچھ اداس سا ہو گیا اور ٹیکسی سٹارٹ کر دی۔

تین بج رہے تھے ایاز ہسپتال والی سڑک پر ٹیکسی بڑی تیزی سے
چلاتا جا رہا تھا کہ یکایک اس نے بریکیں لگا دیں، رفٹ پاتھ پر سحر
اور اس کی ساتھی نرس فرخ کھڑی تھیں، ایاز نے ٹیکسی ان کے قریب
لا کھڑی کی اور نیچے اتر کر اس نے مسکراتے ہوئے سحر سے کہا۔

السلام علیکم

سحر بھی مسکرا دی

کیسے ہو ایاز

بس ٹھیک ہوں، کہاں جا رہی ہو

سینما جانے کا پروگرام بنایا ہے۔

کون سی فلم دیکھنی ہے ۔

ایاز نے آگے بڑھ کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا

چلو بیٹھو پھر۔

سحر اور فرخ دونوں بیٹھ گئیں، ایاز نے گاڑی اسٹارٹ کی اور
اسے بڑے اعتدال کے ساتھ چلاتا ہوا وہ ایک سینما کے سامنے رک گیا
سحر دروازہ کھول کر باہر آئی اور پرس کھولتے ہوئے ایاز سے پوچھا کتنے پیسے؟

ایاز نے بڑی متانت سے کہا۔

بڑے افسوس کی بات ہے، تم مجھے کرائے کی پیشکش کر رہی ہو۔ کیا میں
تم سے کرایہ لیتا اچھا لگتا ہوں اگر اتنے ہی پیسے تمہارے پاس فالتو ہو گئے
ہیں تو کسی غریب کو دے دینا۔

سحر خجل سی ہو گئی ۔

اچھا بابا نہیں دیتی تم تو جگت استاد ہو انسان کو فوراً شرمندہ کر دیتے
ہو۔ فلم دیکھنی ہے تو ٹیکسی پارک کرا دو اور آجاؤ ہمارے ساتھ

ایاز آگے بڑھ گیا ۔

مہربانی پھر کبھی سہی

سحر اور فرخ دو چار قدم ہی آگے بڑھی تھیں کہ سینما میں بلیک کرنے والا
ایک غنڈہ اور بگلا بھگت قسم کا جوان ان کے پاس سے گزرا اور سحر کے
کندھے سے اپنا کندھا مارتے ہوئے پوچھا ۔

ہیں سالے دوں ٹکٹیں ؟

ایاز نے بھی دیکھ لیا تھا اس نے وہیں سے ٹیکسی کو ریورس لگایا اور پھر اسی جگہ پر آکھڑا ہوا۔

سحر اس بدمعاش پر برس پڑی تھی۔

شرم نہیں آتی عورتوں کو چھیڑتے ہوئے

اس نے بڑی ہی ڈھٹائی سے جواب دیا۔

تم جیسی لڑکیاں یہاں آتی ہی اس مقصد کے لئے ہیں

اتنے میں ایاز بھی اس کے سامنے آکھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا پیسے دو

اس نے بڑے تعجب سے پوچھا۔

کیسے پیسے؟

جن سے تم ان لڑکیوں کو ٹکٹ خرید کر دینا چاہتے ہو۔

اس نے کندھے اچکا کر جواب دیا

پاگل تو نہیں ہو؟

ایاز نے ایک ٹھوس اور پائیدار قسم کا گھونسا جڑ دیا۔ وہ خم کھاتا اور بڑھتا ہوا مدہ جا گرا جونہی وہ اٹھنے لگا ایاز نے اسے پاؤں کی ایک ٹھوکر لگا دی وہ پھر چکرا کر گر گیا۔ تیسری بار جب ایاز آگے بڑھا تو اسنے فوراً جست ماری اور کھڑا ہوتے ہوئے اس نے چاقو نکال لیا اور

اور اسے لہراتا ہوا ایاز کے قریب آیا

سحر اور فرخ ہراساں ہو کر ایک طرف جا کھڑی ہوئی تھیں پلک جھپکنے میں ایاز اپنی ٹیکسی کی طرف بڑھا اور اگلا دروازہ کھول کر اس نے جیک کا آہنی ہینڈل نکال لیا اور زخم کھائے ہوئے چیتے کی مانند اس پر ٹوٹ پڑا اس نے لوہے کا ہینڈل اس کے چاقو پر مارا اور وہ دور جا گرا

ایک بار اس نے پھر ہینڈل گھمایا اور اسکی گردن پر دے مارا سینما کے سامنے کافی ٹیکسیاں رک گئیں تھیں اپنے ساتھی کو پٹتے دیکھ کر دوسرے بلیکیے بھی باہر نکل آئے وہ ایاز کے گرد جمع ہو کر سینے تان کھڑے ہوئے ایاز نے ہینڈل چاروں طرف گھمانا شروع کر دیا تھا۔ اتنے میں سڑک کی جانب سے ٹیکسی ڈرائیوروں کا ایک ریلا نمودار ہوا وہ طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس تھے کسی کے پاس ہینڈل تھا کسی کے پاس بڑا سا سکریو ڈرائیور۔ اور کئی ایک کے پاس پلاس بھی تھے بعض نے ہوا بھرنے والے پمپ کی ربڑ کی نلکیاں بھی اٹھا رکھی تھیں۔

انہوں نے آتے ہی بلیکیوں کی پٹائی کرنا شروع کر دی ٹکٹ کے انتظار میں کھڑے کافی جوان بھی ان کے ساتھ ہو لئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ بلیکیوں پر گرم کرنا شروع کر دیئے بلیکیے ایسے بدحواس ہوئے کہ وہ اپنے کئی کپڑے وہیں چھوڑ کر بھاگتے ہوئے سینما کی اوپری منزل پر چڑھ گئے تھے۔

کچھ منچلے سے جوان شور کرنے لگے تھے آگ لگا دو اس سینما کو۔

فرنیچر باہر نکال کر جلا دو۔

مالک کو پکڑو کدھر ہے وہ اس کی پٹائی کریں وہ بے غیرت ہے غدار ہے۔ وطن دشمن اور بے ایمان ہے کیوں ان غنڈوں کے ہاتھوں ٹکٹیں بلیک کرتا ہے۔

کچھ ٹیکسی ڈرائیور بھی چلائے۔

جلا دو۔ جلا دو ایسے غداروں کا یہی علاج ہے ان کا رویہ کسی کے ساتھ ٹھیک نہیں۔ عورتیں سب کی مائیں بہنیں ہیں جو کسی کی ماں بہن کو چھیڑتا ہے وہ اصل میں اپنی ہی ماں بہن سے ایسا سلوک کرتا ہے۔

باہر ایک عجیب سی کھلبلی اور ہلچل مچ گئی تھی۔

ایک جوان نے ماچس نکالی

لگا دو آگ یہ سارے انتظامیہ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں انتظامیہ کوئی جن تو نہیں کہ ہر وقت ان پر نگاہ رکھ سکے ان کو بھی تو کچھ حمیت سے کام لینا چاہیئے لوگوں نے سینما پر دھاوا بول دیا۔

فرنیچر کی توڑ پھوڑ شروع ہو گئی پردے جلنے لگے بکنگ کلرکوں کو عوام نے باہر نکال کر سارے ٹکٹ پرندوں کے پروں کی طرح ہوا میں اڑا دیئے اتنے میں سینما کا مالک باہر آگیا اور پستول تان کر چلایا سب لوگ باہر نکل جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا سینما کا مینیجر اور دیگر

عملہ بھی تھا ایک ٹیکسی ڈرائیور نے تاک کر اس کے ہاتھ پر سپانا مارا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ادھر جا گرا۔ ایک تماشائی نے ریوالور اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور زور سے چلایا لگا دو آگ

آن کی آن میں سینما کو آگ لگ گئی کچھ لوگ مالک اور مینیجر کو پکڑ کر خوب زدوکوب کر رہے تھے سحر اور فرخ بھاگ کر ایاز کی ٹیکسی میں بیٹھ گئی تھیں وہ ایاز کو دیکھ رہی تھیں مگر وہ کہیں دکھائی نہ دے رہا تھا۔

سینما اب پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آ چکا تھا شعلے بلند سے بلند تر ہو کر آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے۔ سب لوگ وہاں سے اب کھسکنے لگے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور بھی اپنی اپنی ٹیکسیوں کی طرف چلے گئے تھے

ایاز بھی اپنی ٹیکسی میں آیا اور اسے سٹارٹ کر کے وہ بازار آیا اور ایک کھلی جگہ اس نے ٹیکسی کھڑی کر دی سحر نے فوراً اعتراض کیا۔

اب یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہو؟

ایاز نے مسکرا کر پوچھا

اب بتاؤ کس سینما چلوں

سحر نے کانوں کو ہاتھ لگائے

نہ بابا ہم فلم نہیں دیکھتے تم ہمیں گھر پہنچاؤ۔

ایاز نے سیٹ کی پشت پر سر رکھ دیا۔

بس تو پھر میں بھی یہیں کھڑا ہوں

سحر نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر دبا کر آگے کیا

چلو ایاز ہمیں گھر پہنچا دو۔ ہم فلم نہیں دیکھتے

تم کانپ کیوں رہی ہو؟

چلو نا۔

ایاز نے ٹیکسی سٹارٹ کر دی اور دوبارہ لکڑی کے ایک سٹال کے پاس کھڑی کر دی دروازہ کھول کر وہ باہر آیا اور سٹال سے اس نے تین ٹھنڈی بوتلیں لیں۔ ایک بوتل اس نے خود کھولی اور دو سحر کو تھما دی وہ دونوں بوتلیں پینے لگیں۔ ایاز اپنی بوتل جلدی جلدی ختم کر کے اندر فروٹ مارکیٹ میں چلا گیا اور آموں کی ایک ٹوکری بھرا لایا پیچھے والا دروازہ اس نے کھولا اور ٹوکری سحر کے پاؤں کے پاس رکھ دی

سحر نے تعجب سے پوچھا۔

یہ کیا لے آئے ہو؟

آم ہیں

اتنے کیا کرو گے

تم نے فلم نہیں دیکھی گھر جا کر یہ آم تو کھاؤ گی نا۔ ٹیکسی اس نے پھر چلا دی اور اسے ہسپتال والے چوک کے پاس روکتے ہوئے اس نے سحر سے پوچھا۔

کدھر کو چلوں اب

دائیں طرف گھومو۔

وہ دائیں جانب مڑا ذرا آگے چل کر ہسپتال کے کوارٹروں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایک کوارٹر کے سامنے سحر نے گاڑی رکوا دی اور نیچے اتر گئی۔ فرخ بھی پیچھے اتر گئی۔ ایاز نے پچھلی سیٹ پر دیکھتے ہوئے کہا

یہ ٹوکری بھی تو اتارو نا۔

سحر نے ٹوکری اتاری۔

ایاز نے ٹیکسی سٹارٹ کر دی۔ سحر بھاگ کر آگے آئی اور اس کا بازو تھام لیا۔

یہ کیا؟

میں اب چلتا ہوں

سحر نے سوچ آف کر دیا اور چابی نکالتے ہوئے اس نے دروازہ کھول دیا

اترو نیچے

ایاز پھر بھی وہیں بیٹھا رہا

پھر کبھی آؤں گا۔

میں کہتی ہوں نیچے اترو ضد نہ کرو

ایاز نیچے اتر گیا اور ان کے ساتھ کوارٹر میں چلا گیا۔ دو کمروں کا کوارٹر تھا۔ بائیں جانب کھانا پکانے کا کمرہ اور غسل خانہ تھا۔ سحر ایاز کو بائیں طرف والے کمرے میں لے گئی۔ فرخ دائیں سمت والے کمرے

کی طرف چلی گئی۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ایاز نے پوچھا

ہسپتال کا کوارٹر ہے یہ؟

سحر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

ہاں۔ دو دو نرسوں کو ایک کوارٹر ملا ہے۔ یہ کمرہ میرا ہے اور دوسرا فرخ کا ہے

ایاز نے شرارت سے پوچھا۔

اور بدقسمتی سے جو نرس شادی شدہ ہو۔

اسے پورا کوارٹر ملتا ہے۔ سحر کھڑی ہو گئی۔ چائے پیو گے، ٹھنڈا یا کھانا تیار کروں۔

ایاز مسکرائے جا رہا تھا

تم کچھ مت کرو۔ بیٹھی رہو چپ کر کے۔

کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔

تو پھر میں جو کہوں گا وہی ہو گا۔

وہی ہو گا بابا جو تم کہو گے تم جیسے سنڈ چھٹ کے سامنے کوئی بول سکتا ہے

ادھر اس غنڈے نے ایک ہی ٹیڑھی بات کی اور ادھر جناب نے ڈز ڈز کے شروع کر دیئے ہم تو سینما دیکھنے گئے تھے مگر سینما کو آگ لگا کر چلے آئے

سحر ہنس رہی تھی۔

اچھا باتیں نہ بناؤ۔ چائے کا ایک کپ پلا دو۔ صبح کی چائے نہیں پی۔

سحر باہر چلی گئی تھوڑی ہی دیر بعد وہ چائے بنا لائی۔ ایاز نے جلدی جلدی

پیالی ختم کی اور کھڑا ہو گیا۔

میں اب چلتا ہوں

سحر نے اعتراض کیا

بیٹھو نا اتنی جلدی کیا ہے۔

مزدور آدمی ہوں گاڑی باہر کھڑی ہوتی ہے کہیں مزدوری کر لوں جا کر

سحر بھی کھڑی ہو گئی۔

کب آؤ گے پھر؟

میں تو ہو ہی چلا ہوں اب تمہارا نمبر ہے میرے ہاں آنے کا

میں نے تو تمہارا گھر ہی نہیں دیکھا ہوا

میں خود لے جاؤں گا آ کر

ٹھیک ہے

چلو گی؟

کیوں نہیں

کب؟

جب بھی تمہارا جی چاہے۔

کل آؤں گا پھر۔ شام سے پہلے۔ کھانا تمہیں وہاں میرے پاس ہی کھانا ہو گا

اور جا کر پکانا بھی خود ہی ہو گا۔

ہم تو ہوٹل سے کھاتے ہیں

ٹھیک ہے۔

ایاز باہر نکل گیا۔ مگر جلدی ہی واپس آ گیا اور سحر کے سامنے آ کھڑا ہوا

میں ایک چیز تو بھول ہی گیا۔

سحر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

کیا بھول گئے ہو

ایک کاغذ اور قلم لاؤ

کیوں

تم لاؤ تو سہی ہر بات میں ضد نہیں کرتے

سحر پین اور کاغذ لے آئی

کل کے کھانے کے لئے جو جو چیزیں چاہئیں اس پہ لکھ دو

یہ کیا تک ہوئی

تک وک نہیں تم لکھو نا دیکھو میرا وقت ضائع ہو رہا ہے میں نے جانا بھی ہے ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کاغذ کی طرف بڑھایا سحر نے ایک بار اسے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر چپ چاپ ساری چیزیں لکھ کر کاغذ اسے تھما دیا۔ ایاز تقریباً بھاگتا ہوا باہر نکل گیا سحر دروازے پہ کھڑی ہلکی سی مسکراہٹ لئے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

سحر نے ہسپتال سے آ کر ابھی کپڑے بدلے ہی تھے کہ ایاز آ گیا

چلو محترمہ تیار ہو جاؤ۔ وہ فرخ کو بھی ساتھ لے لو

سحر نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کنگھا سنگھار میز پہ رکھ دیا

اتنی جلدی اور پھر فرخ تو ہے بھی نہیں اس کی آج نائٹ ڈیوٹی ہے۔

جلدی کہاں ہے مشکل سے شام تک کھانا تیار کر سکو گی ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر کھینچنے لگا سحر عجیب طرح سے بدحواس ہو گئی تھی۔ ہاتھ چھڑاتے ہوئے اس نے کہا۔

ٹھہرو مجھے پرس تو لینے دو نا

ایاز اسے باہر کھینچ لایا

کوئی ضرورت نہیں پرس کی

اچھا کمرے کو تالہ تو لگانے دو نا

ایاز نے اسے چھوڑ دیا۔ چلو لگاؤ تالہ۔ پر جلدی کرو۔ سحر نے جلدی جلدی تالہ لگایا اور اس کے ساتھ ہو لی

تم تو آندھی ہو ایاز! وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

ایاز نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

محترمہ! اس دور میں آندھی اور طوفان بن کر ہی گزارہ ہوتا ہے۔

سحر کے ساتھ وہ اپنے گھر داخل ہوا۔ سحر صحن عبور کرنے کے بعد ایک کمرے کے سامنے کھڑی ہو کر مکان کا جائزہ لینے لگی۔ سات کمروں پر مشتمل وہ ایک خوبصورت مکان تھا صفائی کا بھی خوب خیال رکھا گیا تھا فرنیچر بھی ماڈرن قسم کا تھا۔ صحن بھی کافی کھلا تھا اور اس کے ایک طرف سبزی کی تین کیاریاں بھی تھیں جنہیں گھر کے نلکوں کا پانی لگتا تھا ٹیکسی ایک طرف کھڑی کر کے ایاز بھی اس کے پاس آ کھڑا ہوا

کیا دیکھ رہی ہو؟

سحر اس کی طرف متوجہ ہو گئی

مکان دیکھ رہی تھی تمہارا

کیسا ہے؟

بہت اچھا ہے

چلو شکر ہے تمہیں پسند تو آیا تا۔ اب چلو باورچی خانے میں۔ وہ سامنے

والا کمرہ ہے سحر باورچی خانے میں آئی اس کے پیچھے پیچھے ایاز بھی تھا جو جو چیزیں سحر نے لکھ کر دی تھیں وہ سب کمرے میں پڑی تھیں اور ان کے اندر اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا کاغذ بھی پڑا تھا۔ ایاز نے کمرے میں پڑی ہوئی ان سب چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

یہ چیزیں چیک کر لو محترمہ تمہارے ہاتھ کا لکھا ہوا کاغذ بھی وہ پڑا ہے اب تم جانو اور تمہارا کام

میں تو چلا ہوں

سحر پریشان ہو گئی

کہاں چلے ہو

مزدوری کرتا ہوں۔ گاڑی ایسے ہی کھڑی رہے گی۔ دو چار روپے کما لوں گا تو تمہارا کیا جائے گا۔

سحر منہ بسورنے لگی۔

تو میں کیا یہاں اکیلی رہوں۔

کیا فرق پڑتا ہے اس گھر میں کوئی چوہا اور بلی نہیں جن سے تم خوف کھاؤ۔ یہ ساتھ والا کمرہ غسل خانہ ہے پانی یہاں سے لو یا صحن والے نل سے۔ تمہارے کاغذ کے مطابق دو چار چیزیں نہیں ہوں گی مثلاً ہری مرچ ٹماٹر، پیاز، پودینہ وغیرہ یہ سب چیزیں بس تمہیں صحن میں سبزی کی کیاریوں سے مل جائے گی۔

سحر مسکرا دی

اچھی خاصی سبزیاں اگا رکھی ہیں

دور ہی ایسا آگیا ہے، آبادی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، حکومت بچاری زرمبادلہ کا توازن درست کرنے کی خاطر سبزیاں بھی باہر بھیج رہی ہے ایسے میں ہمیں چاہیئے کہ اس کا ہاتھ بٹائیں اور جن لوگوں کے پاس جگہ ہے وہ اپنے طور پر سبزیاں بو کر اپنی ضروریات کو پورا کریں ہم دونوں گو زیادہ تر ہوٹل میں کھاتے ہیں مگر کبھی کبھی گھر پہ بھی پکا لیتے ہیں اور جب سبزیاں ہماری ضرورت سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔

تو ہمسایوں کو دے دیتے ہیں ۔

کتنی دیر تک واپس آجاؤ گے ۔

جلدی ہی آجاؤں گا، اب تم اللہ کا نام لے کر شروع ہو جاؤ، او کے بائی، بائی، میں چلا، وہ تیزی سے باہر نکل گیا

سحر صحن میں آئی اور سبزی کی کیاریوں کا جائزہ لینے لگی، سرخ سرخ ٹماٹر اور ہری ہری مرچیں پودوں کے ساتھ بڑی خوبصورت لگ رہی تھیں دھنیہ اور پودینہ اور پیاز بھی تھا ایک طرف مولی اور حلوہ کدو کی بیلیں تھیں انہوں نے بھی خوب پھل پکڑ رکھا تھا، ایک پوری کیاری بھنڈی توری کی تھی اور پودے پھل سے اٹے پڑے تھے، تیسری کیاری میں بینگن اور پالک تھے صحن میں شہتوت کے تین درخت تھے ان پر بھی دوسری

توری کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں اور ان پر بھی خوب پھل تھا سحر سب چیزیں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی

پھر اس نے ٹماٹر، ہری مرچ، پیاز اور دھنیہ لیا اور باورچی خانے میں آگئی تیل کے دونوں چولہے اس نے گرم کئے اور کھانا پکانے میں لگ گئی، سورج غروب ہونے تک اس نے سب کچھ تیار کر دیا تھا تھوڑی دیر بیٹھ کر اس نے ایاز کا انتظار کیا مگر وہ نہ آیا تھا۔

کچھ سوچ کر وہ اٹھی اور غسل خانے میں آئی، اندر صابن تولیہ پڑے تھے اس نے دروازے کو اندر سے چٹخنی لگائی اور نہانے لگی، اتنے میں ایاز آگیا اور باورچی خانے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے پکارا

سحر!

پھر اس نے سارے کمرے دیکھے اور سحر کہیں نہ ملی تو اس نے پھر پکارا

سحر! او سحر کی بچی!

غسل خانے سے سحر کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی،

کیا ہے میں نہا رہی ہوں،

نجم آیا ہے؟

کوئی نہیں آیا،

اچھا میں ابھی آتا ہوں ذرا اسے لے آؤں وہ پھر باہر نکل گیا

ایاز سیدھا ٹیکسی سٹینڈ آیا، وہاں کافی ٹیکسیاں اور رکشہ کھڑے

تھے۔ چودہ چودہ پندرہ پندرہ برس کے دو بچے ٹیکسیاں صاف کر رہے تھے اور ٹیکسی ڈرائیور زیادہ تر سٹینڈ کے سامنے والے ہوٹل سے چائے پی رہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنی فرمائش کے گانے بھی سن رہے تھے

ایاز نے جونہی ٹیکسی کھڑی کی ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا

ایاز بھیّا! کچھ دیر رکو گے تو لگاؤں کپڑا؟

ایاز نیچے اتر کر رکشوں کی طرف چلا گیا لگا دو پر جلدی جلدی ناظم! میں نے واپس جانا ہے اس لڑکے نے جس کا نام ناظم تھا اپنے دوسرے ساتھی کو بھی پکارا

منو ذرا ادھر آ جاؤ استاد نے جلدی واپس جانا ہے ذرا اس کی گاڑی صاف کر دیں۔ دوسرا لڑکا بھی بھاگتا ہوا وہاں آ گیا اور دونوں بڑی تیزی سے صفائی کرنے لگے۔

ایاز مختلف رکشے دیکھتا ہوا ایک رکشے کے پاس آ کر رک گیا۔ وہاں نجم پتھریلی سڑک پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ اس کے پاس کچھ اور رکشہ ڈرائیور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایاز کو دیکھتے ہی ایک ڈرائیور نے کہا۔

اس کو لے جاؤ استاد! ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک اگر تم نہ آتے تو ہم خود اسے گھر پہنچانے والے تھے آج اس نے پھر پی لی بالکل مست ہے شاید زیادہ پی گیا ہے۔ ایاز نجم کے پاس آیا کچھ دیر تک وہ اداس اور غمگین کھڑا اسے دیکھتا رہا نجم کو اس حالت میں دیکھ کر اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں پھر وہ نیچے جھکا اور نجم کو اٹھا کر اس نے کندھے پر

رکھ لیا اور اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لا کر لٹا دیا اندر بیٹھنے سے قبل اس نے آواز دی۔

ادھر آؤ ناظم۔ چھوڑ دو گاڑی!

دونوں لڑکے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ایاز نے دوسرے لڑکے کی طرف دیکھا تم بھی لگے ہوئے ہو منو

اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کپڑا کندھے پر رکھ لیا

ہاں بھیّا

تم دونوں بہت محنتی ہو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں تمہارا ابا کیا کام کرتا ہے ناظم جو بڑا تھا اس نے جواب دیا۔

ہمارا ابا مر گیا ہوا ہے بھیّا! ایک ماں ہے اور تین چھوٹے بہن بھائی ہم دونوں بھائی یہاں سے کچھ کما کر لے جاتے ہیں تو گذارہ ہو جاتا ہے۔ ورنہ بھوکوں مر جائیں۔ جب کبھی بارش ہو جاتی ہے اور ٹیکسیاں یہاں نہ رہنے کے باعث دھندا نہیں ہوتا تو ہم روزی کی تلاش میں پیاسے کوے کی طرح دونوں بھائی دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔

ایاز نے پانچ روپے نکال کر ناظم کو دیئے محنت کرو۔ خوب محنت کرو اس کا پھل ضرور ملتا ہے۔ وہ اپنی جیب ٹٹولنے لگا ذرا ٹھہرنا ناظم اس نے کچھ ریزگاری نکال کر اسے تھما دی۔

یہ جا کر دونوں بھائی ہوٹل سے چائے پی لینا سارا دن بھاگ بھاگ کر تھک

جاتے ہو اور وہ پانچ روپے گھر سے جانا ناظم نے نوٹ چوم کر جیب میں
ڈال لیا۔

تیری جوانی کی خیر ہو استاد !

اندر بیٹھتے ہوئے ایاز نے کہا

ایک اور کام کرنا ناظم ! دوسری شفٹ میں نجم کا رکشہ ہے
غنی چلاتا ہے۔ ہاں ماجد اور دوسرے ڈرائیور بیٹھے ہوئے ہیں مجھے انہیں کہنا
یاد ہی نہیں رہا تم ماجد سے کہنا کہ رکشے کا خود خیال رکھے اور غنی کے حوالے
کر دے ناظم رکشوں کی طرف چلا گیا۔

میں ابھی کہہ دیتا ہوں استاد! کیوں فکر کرتے ہو

نجم کو لے کر ایاز گھر آ گیا سحر بڑی بے تابی سے اس کا انتظار کر
رہی تھی۔ جونہی اس نے ٹیکسی رکی وہ اس کے قریب آ کھڑی ہوئی

کہاں چلے گئے تھے۔ اتنی دیر لگا دی

ایاز خاموشی سے نیچے اترا اور نجم کو اندر سے نکال کر پھر اپنے
کندھے پر ڈال لیا۔

سحر گھبرا گئی

کیا ہوا اسے

بتاتا ہوں ادھر آؤ

ایاز نے اسے ایک کمرے میں صاف ستھرے بستر پر لٹا دیا اور اس

پر پنکھا آن کر دیا۔ پھر اس نے سحر کا ہاتھ تھام لیا

باہر آ جاؤ

برآمدے میں آ کر سحر نے اس کا بازو پکڑ لیا اور رنگ بدلتے لہجے میں پوچھا

کیا ہوا اسے بتاتے کیوں نہیں

ایاز اسے کمرے میں لے گیا

شراب پی ہے اس نے

سحر نے چھاتی پہ ہاتھ رکھ لیا

ہائے اللہ یہ شراب بھی پیتا ہے تم تو نہیں پیتے ہو ایاز

ایاز مسکرا پڑا

فی الحال تو نہیں پیتا کل کو عادت پڑ جائے تو خبر نہیں

نہیں نہیں ایاز! یہ اچھی عادت نہیں۔ سحر سخت گھبرائی ہوئی تھی۔ یہ
شکل سے تو بہت شریف اور سلجھا ہوا انسان دکھائی دیتا ہے۔ بات چیت
بھی بہت اچھی ہے اس کی کیوں پیتا ہے یہ شراب

ایاز افسردہ ہو گیا

دکھی جو ہوا بیچارہ !

کیا دکھ ہے اسے ؟

یہ ایک لمبی داستان ہے اس کی ؟

تم سناؤ تو سہی۔

ایاز بیٹھ گیا۔ بیٹھو میں سناتا ہوں تمہیں۔ سحر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔
ایاز نے کہنا شروع کیا۔

دیکھو سحر! یہ بڑا اچھا اور پڑھا لکھا لڑکا ہے ایم اے میں یہ میرا کلاس فیلو تھا ہماری کلاس میں لڑکیاں تو کافی تھیں مگر ان میں ایک بہت خوبصورت اور وضع دار تھی اس کا نام نفیسہ تھا۔ بڑی ہی کومل سی لڑکی تھی۔ نجم اس سے محبت کرتا تھا وہ بھی اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی دونوں نے شادی کے عہد و پیمان بھی کئے تھے اور ہمیشہ کے لئے ایک ساتھ رہنے اور ایک ساتھ مرنے کے وعدے کئے تھے ان دونوں یہ کلاس کا سب سے خوش قسمت انسان سمجھا جاتا تھا

یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد ان دونوں نے شادی کا چکر چلایا نجم نے اپنی ماں کو گوجرانوالہ سے یہاں لاہور میں نفیسہ کا رشتہ مانگنے کے لئے بھیجا۔ مگر نفیسہ کے باپ نے انکار کر دیا اور نجم کی ماں کی بے عزتی کر کے گھر سے نکال دیا وجہ وہی امیری غریبی کا ٹکراؤ تھا نفیسہ کا باپ ایک بہت بڑا سرمایہ دار ہے جب کہ نجم کا گھرانہ مزدور گھرانہ اور پھر مزدور اور سرمایہ دار کی بھی کبھی آپس میں بنی ہے۔

نفیسہ نے بھی اپنے طور پر پوری کوشش کی۔ مگر اس کے ماں باپ نہ مانے۔ ماننے بھی کیوں ہمارے ملک کے سرمایہ دار تو غریبوں کو گندی نالی کے کیڑے سمجھتے ہیں۔ نجم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا اور نفیسہ کی شادی ایک

ادھیڑ سی عمر کے سرمایہ دار سے کر دی گئی۔ دوسرے لفظوں میں تم یہ کہہ سکتی ہو کہ نفیسہ کی جوانی اور اس کا حسن بیچ دیا گیا

اس کے شوہر نے جو عمر میں اس سے دوگنا بڑا ہے، اسے ایک نئی کار لے کر دی، ایک کوٹھی سمن آباد میں اس کے نام کرا دی اس کے علاوہ لاکھوں کا بینک بیلنس بھی اپنی جوان بیوی کے نام کرا دیا بس ان چیزوں کے عوض نفیسہ بک گئی۔ کسی ظالم نے اس کے جذبات کو نہ دیکھا کسی نے اس کی خوشی اور خوشنودی کا خیال نہ رکھا

بس بیچ دی گئی۔ دولت کے عوض
ایک سرمایہ دار نے دوسرے سرمایہ دار کی عزت کا سودا کر لیا
غریب دیکھتا رہ گیا۔

یہی کچھ نجم کے ساتھ ہوا۔ جب نفیسہ کی شادی ہو گئی تو اس کا دل ٹوٹ گیا گھر سے بھاگ کر وہ یہاں میرے پاس چلا آیا ان دنوں یہ بڑا پریشان رہتا تھا۔ رات رات بھر روتا اور آہیں بھرتا رہتا تھا۔

آخر میں نے اسے سنبھالا۔ اسے رکشہ سکھا کر ڈرائیونگ لائسنس بھی لے دیا۔ اس روز سے یہ رکشا چلا رہا ہے پر اب کبھی کبھی اس کے اندر پتہ نہیں کیا ترنگ اٹھتی ہے کہ بے جان ہو جاتا ہے۔ پورے بدن کو پسینہ آ جاتا ہے، دل ڈوبنے لگتا ہے ایسے میں یہ خوب شراب پی کر سب کچھ بھول جانے کی کوشش کرتا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ بازار میں کبھی کبھی نفیسہ کو یہ اپنے شوہر کے ساتھ گھومتے دیکھ لیتا ہے، اس روز اس کی حالت عجیب ہو جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ اس کی زندگی کا آخری دن ہو گا، ایسے دنوں میں یہ غصے میں کبھی کبھی مجھے بھی مار جاتا ہے۔ پر میں نے کبھی محسوس نہیں کیا میں نے اسے اپنا بھائی بنا رکھا ہے اور بھائی کی طرح ہی اس کی خدمت کرتا ہوں بچارے کی زندگی تباہ کر دی ہے ان ظالم لوگوں نے۔

ایاز خاموش ہو گیا۔ سحر اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہی تھی بہت ظالم لوگ ہیں یہ بیچارے کی زندگی تلخ کر کے رکھ دی۔ میں تو کہتی ہوں ایاز اس کی کہیں شادی کرا دو۔

میں نے بہت کوشش کی تھی مگر اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ ساری زندگی شادی نہ کروں گا۔

سحر اداس ہو گئی اور سر جھکا لیا

ایاز نے اسے چٹکا دیا۔

کھانا نہیں دو گی۔ مجھے تو بھوک لگی ہے۔

سحر کھڑی ہو گئی۔

یہیں لگا دوں

ہاں ہاں لے آؤ یہیں

نجم کو بھی لے آؤ نا۔

نہیں ابھی نہیں اس کا نشہ ابھی ٹھہر کر اترے گا پھر میں خود اسے کھانا کھلاؤں گا۔

سحر نے تین چار چکر لگا کر کمرے میں کھانا لگا دیا۔ پھر دونوں اکٹھے بیٹھ کر کھانے لگے۔ کمرے میں بالکل خاموشی اور سکوت تھا۔ کھانے کے بعد سحر برتن سمیٹنے لگی۔ ایاز باہر ہاتھ دھو کر اندر آیا سگریٹ سلگا کر اس نے ایک لمبا کش لیا اور دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے اس نے سحر کو آواز دی۔

سحر باہر کیا کر رہی ہو اندر آ جاؤ نا

سحر نے باورچی خانہ سے آواز دی

ابھی آتی ہوں یہ ذرا برتن تو صاف کر کے رکھ دوں

ارے رہنے دو کیوں تکلیف کرتی ہو ہم خود ہی دھو لیں گے۔

تھوڑی دیر بعد سحر تولیے سے ہاتھ پونچھتی ہوئی اندر آئی۔

اٹھو اب مجھے چھوڑ آؤ کافی دیر ہو گئی ہے

ایاز نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا

بیٹھو ایک بات سنو پھر چھوڑ آتا ہوں

تولیہ ایک طرف لٹکا کر سحر بیٹھ گئی اور اپنے لانبے لانبے خوبصورت بال پیچھے کی طرف جھٹکے۔

کہو کیا کہتے ہو۔

میں نے سوچا ہے کہ کچھ دنوں تک سینی ٹوریم جا کر شانزیہ کو مل آؤں
میں نے ظہیر کو پورے حالات سے آگاہ کر دیا ہے اور اسے شانزیہ کے ساتھ شادی پہ آمادہ بھی کر لیا ہے وہ اسے دیکھنے سینی ٹوریم بھی میرے ساتھ ضرور جاتا مگر اس کے ماں باپ نے اس پہ تقریباً پہرہ لگا رکھا ہے لہٰذا میں ٹیلیفون پر دونوں کی بات چیت کرا دوں گا، اس طرح شانزیہ کے سارے شکوک دور ہو جائیں گے اور وہ جلدی صحت یاب ہو جائے گی

یہ تو بڑا اچھا خیال ہے۔

تم نہیں چلو گی میرے ساتھ؟

لے چلو گے تو ضرور چلی جاؤں گی۔

بس تو پھر ٹھیک ہے تم کل چھٹی کی درخواست دے دو جب تمہاری چھٹی منظور ہو جائے گی تو دونوں اپنی گاڑی میں چلے جائیں گے، ٹھیک ہے نا

بالکل ٹھیک ہے، اب اٹھو چلیں۔

ایاز کھڑا ہو گیا دونوں گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ ایاز کو اچانک
کوئی بات یاد آ گئی تم نے ہماری سبزی کی کیاریاں دیکھیں سحر!

ہاں دیکھی ہیں بہت اچھی سبزیاں اگا رکھی ہیں

تم اپنا کھانا خود پکاتی ہو نا؟

ہاں

تو پھر کل سے تم سبزی بازار سے نہ منگایا کرنا میں تمہیں یہاں سے ہر روز

تازہ سبزی بھیجا دیا کروں گا۔ سحر نے اسے گہری اور پیار بھری نظروں سے دیکھا۔

مہربانی ہے تمہاری

مختلف سڑکوں پہ مڑتا ہوا ایاز انار کلی کے باہر آ کر رکا۔ سحر نے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

تم تو انار کلی آ گئے ہو؟

اس کی طرف دیکھے بغیر ایاز نے جواب دیا

ہاں

کوئی کام ہے؟

کام تو ہے پر تم وعدہ کرو کہ تم کوئی اعتراض نہیں کرو گی

بتاؤ تو سہی پہلے

اون خریدتا ہوں ایک تمہاری اور ایک اپنی جرسی کے لئے دونوں بناؤ گی بھی تم ہی

اپنی خرید لو میں بنا دوں گی میرے پاس جرسی ہے۔

پھر تم نے اعتراض کیا نا

میں نے کہا جو ہے کوئی ضرورت نہیں

ایاز نے منہ دوسری طرف پھیر لیا

میں نہیں بولتا تمہارے ساتھ ہر بات میں ضد کرتی ہو

سحر نے اس کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔

اچھا اترو نیچے جو مرضی ہے کرو۔

دونوں نیچے اترے اور ایک دوکان میں داخل ہوئے سحر نے رنگ پسند کر کے دو جرسیوں کی اون لی جب وہ اون کے بنڈل سنبھال رہی تھی تو ایاز نے دوکاندار سے کہا کوئی عمدہ اور اچھے کلر کی ساڑھی دکھاؤ میرے بھائی۔

دوکاندار ساڑھیوں کے بنڈل نکال نکال کر اس کے سامنے ڈھیر کرنے لگا سحر نے ایاز کے پاؤں پر پاؤں مارتے ہوئے گھور کر کہا

یہ کیا۔

ایاز نے اس کے بازو پر ہلکی سی چٹکی لی

خاموش

ایاز نے نسواری رنگ کی ایک بھاری پلو والی ساڑھی پسند کی دونوں چیزوں کی قیمت اس نے ادا کی اور پیکٹ سنبھال لئے گاڑی میں بیٹھے ہوئے سحر نے گلے کے انداز میں کہا۔

یہ تم نے زیادتی کی ہے ایاز!

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی

کوئی زیادتی نہیں

اس طرح کا سلوک کر کے تم چاہتے ہو کہ آئندہ میں تمہارے پاس نہ آیا کروں

میں خود تمہیں کان سے پکڑ کر لے آیا کروں گا اور اس وقت ایاز نے واقعی

سحر کا کان پکڑ لیا اور ہلکے سے کھینچا

بولو آؤ گی یا نہیں

سحر مسکرا دی ضرور آؤں گی کیسے نہیں آؤں گی۔

اپنے کوارٹر کے سامنے سحر اتری اور دونوں پیکٹ سنبھالتے ہوئے اس نے ایاز سے کہا۔

آؤ بیٹھو تھوڑی دیر

ایاز نے گاڑی چلا دی

چلتا ہوں چل کر نجم کو بھی سنبھالنا ہے

سحر نے ہاتھ ہوا میں لہرایا

اچھا خدا حافظ

جواب میں ایاز نے بھی ہاتھ ہوا میں لہرا کر جواب دیا اور ٹیکسی مین روڈ کی طرف موڑ دی۔

ہوسٹل کے کمرہ نمبر ۱۵ میں رخشاں بیٹھی مطالعہ کر رہی تھی

اس کے قریب ہی بدر شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ایک بیحد قیمتی اور بھاری پلو کی بنارسی ساڑھی پہن رکھی تھی شیشے کے سامنے کھڑے ہی کھڑے اس نے چہرے کو لیپ کیا ہونٹوں کو ہلکا سا شیڈ دیا بڑے ماڈرن سٹائل میں بنائے ہوئے اپنے خوبصورت بالوں کا ایک جائزہ لیا

اور رخشاں کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور استفہامیہ انداز میں پوچھا

کیسی لگتی ہوں ؟

رخشاں نے کتاب بند کر دی۔ پاؤں سے سر تک اس کا جائزہ لیا پھر بڑی ہمدردی اور نرمی سے کہا میں تو کہتی ہوں بدر ! چھوڑو فلموں کے اس چکر کو۔ اپنی پڑھائی کی طرف دھیان دو۔ ایک شریف لڑکی کے لئے یہ لائن

اچھی نہیں۔ وہاں وہی لڑکی کامیاب ہو سکتی ہے جسے اپنی عزت، عصمت اور امانت کی کوئی پرواہ نہ ہو۔ عورت کے یہ انمول موتی وہاں جا کر مٹی کے بھاؤ بک جاتے ہیں۔ کیا تم اس بات کو گوارہ کر لو گی۔

بدر نے خفگی سے جواب دیا

یہ سب بکواس ہے۔ رضوان میری طرف سے بات چیت مکمل کر چکا ہے آج میرا ایک فلم کے لئے معاہدہ بھی ہو جائیگا میں اس میں براہ راست ملوث ہی نہ ہوں گی۔ سارا کام رضوان ہی کرے گا میں تو بس وہ کردار ادا کروں گی جو مجھے ملیگا اور میں نے یہ بھی شرط رکھی ہوئی ہے کہ میں مرکزی کردار کے علاوہ کوئی دوسرا کردار ایکسپٹ بھی نہ کروں گی۔

رخشاں نے پھر اس کا غائر نگاہوں سے جائزہ لیا

کیا تمہیں رضوان سے محبت ہے

بدر نے ایک کھنکتا ہوا قہقہہ بلند کیا

تم بھی بیوقوف ہی ہو رخشی ! تمہیں اچھا بھلا پتہ ہے میں محبت کی قائل نہیں۔ بیوقوف ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں مجھے فلاں سے محبت ہو گئی ہے میں اس جذبے سے بالکل عاری ہوں اور نہ ہی زندگی میں کبھی اپنے آپ کو اس جال میں پھنسنے دوں گی رضوان تو محض ایک وسیلا اور سبب ہے۔ بس یہ سمجھ کہ میں چھت پر چڑھنے کے لیے اسے محض ایک سیڑھی کے طور پر استعمال کر رہی ہوں۔ جب میں ترقی کی بلندیوں پر پہنچ جاؤنگی

تو اس کی ضرورت ہی نہ محسوس کروں گی میرے لئے وہ محض ایک اجنبی ہی ہو گا۔

مگر وہ تو تم سے محبت کرتا ہے

کرتا رہے میں کیا کروں کبھی ایک ہاتھ سے بھی تالی بجی ہے

ایاز بھی تمہارے متعلق بہت شکوہ کر رہا تھا۔

کیا کہتا تھا؟

یہی کہ اسے رضوان کے ساتھ گھومنے کی بجائے اپنی پڑھائی کی طرف دھیان دینا چاہیئے وہ یہ بھی افسوس کر رہا تھا کہ تم نے اس کی ٹیکسی میں آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔

پاگل ہے وہ بھی ایک معمولی ٹیکسی ڈرائیور کیا جانے کہ زمانہ کس قدر آگے جا چکا ہے۔

باہر کار کا ہارن سنائی دیا اور بدر چونک گئی

رضوان آ گیا ہے۔ اچھا میں چلی اس نے بڑے مزہ لینے والے انداز میں ساڑھی کے پلو کو سمیٹا اور پرس لہراتی ہوئی وہ سیڑھیاں اتر گئی

ہوسٹل کے سامنے رضوان اپنی کار میں بیٹھا تھا بدر مسکراتی ہوئی اس کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئی۔ وہ اسے لیکر اونچے درجے کے ایک ہوٹل میں آیا۔ کار اس نے دوسری کاروں کے اندر پارک کر دی اور ہوٹل کی دوسری منزل کے کمرہ نمبر آٹھ میں وہ دونوں داخل ہوئے

ڈبل بیڈ کا وہ ایک بہترین سجا ہوا کمرہ تھا۔

رضوان صوفے پر بیٹھ گیا

یہ کمرہ لیا ہے میں نے سو روپیہ روز کا دوں گا اس کا میں نے فلمساز سے کہا ہے کہ ہم کراچی سے آئے ہیں اور یہاں ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں رہیں اگر کوئی معمولی سا مکان کرائے پر لے لیتا تو ہماری ان کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہ رہتی اسی لئے میں نے اس ہوٹل میں کمرہ لے لیا ہے۔

بدر اس کے سامنے دوسرے صوفہ پر بیٹھ گئی

ہاں یہ کمرہ واقعی اچھا رہے گا

ہمیں کچھ دن تک لگاتار یہیں رہنا ہو گا تمہارے ساتھ ان کا معاہدہ تو آج ہو بھی جائے گا مگر اس کے بعد بھی وہ پتہ نہیں کس وقت آ جائیں لہذا جب تک تمہاری فلم کی شوٹنگ شروع نہیں ہو جاتی ہم یہیں رہیں گے تمہیں اس سلسلہ میں کوئی اعتراض تو نہیں۔

بدر نے بڑے پیارے سٹائل میں اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ کس وقت آئیں گے۔

آٹھ بجے کا ٹائم دیا تھا انہوں نے

بدر نے گھڑی دیکھی

ابھی تو کافی ٹائم ہے۔

رضوان کھڑا ہو گیا

چلو نیچے چل کر چائے پیتے ہیں

بدر کھڑی ہو گئی

دروازے سے نکلتے ہوئے رضوان نے کمرے میں پڑے ہوئے تین اٹیچی کیسوں کی طرف اشارہ کیا ۔ میں بازار سے تمہارے لئے تین نئی اور قیمتی ساڑھیاں بھی لے آیا ہوں ۔

بدر نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے پیچھے پیچھے ہو لی ۔

پورے آٹھ بجے بدر اور رضوان کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ دو سوٹڈ بوٹڈ جوان اندر داخل ہوئے رضوان نے ان دونوں کا بدر سے تعارف کرایا اور ان دونوں کو اس نے بدر کے سامنے فلمساز ظاہر کیا ۔ حالانکہ وہ دونوں اس کے محلے کے بدمعاش تھے ۔

تھوڑی دیر کی رسمی گفتگو کے بعد انہوں نے اپنے بریف کیس سے پچیس روپے کا ایک سٹامپ نکالا اور بدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

آپ اسے پڑھ کر اس کے نیچے دستخط کر دیں ۔

بدر پھولی نہ سمائی جا رہی تھی واقعی وہ فلم کا معاہدہ تھا جس میں اسے ہیروئن لیا جا رہا تھا فلم کا نام پیاسی شبنم رکھا گیا تھا اس نے جلدی جلدی تحریر پڑھی اور دستخط کر کے کاغذ انہیں تھما دیا ۔ چائے منگائی گئی سب نے مل کر پی اور وہ دونوں چلے گئے ۔

رضوان اٹھ کر بدر کے پاس آ بیٹھا

دیکھا کیسا تیر مارا ہے ۔

بدر پر گہرا نشہ سوار تھا فلم میں ہیروئن کا کام جو کر رہی تھی اس کی دیرینہ آرزو پوری ہو رہی تھی اس نے رضوان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے

تم بہت اچھے ہو رضوان !

رضوان نے اسے بازوؤں میں سمیٹ کر اس کے بال چوم لئے

بدر نے کوئی اعتراض نہ کیا اور اس کی چھاتی سے لگ گئی اس کے بالوں سے کھیلتے ہوئے رضوان نے پوچھا

ایک بات کہوں بدر !

بدر علیحدہ ہو گئی

کہو

فلم دیکھنے چلیں

بدر کھڑی ہو گئی

چلو چلیں پھر دیر کاہے کی اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کون سا خوشی کا موقع ہو گا ۔

مگر ایک شرط ہے

وہ کیا ؟

انگلش فلم دیکھیں گے اور اگر اس میں کوئی عریاں اور ننگا سین آ گیا تو

تم برا بنس مانو گی وعدہ ہوا ۔ بدر دروازے کی طرف بڑھ گئی

دونوں سینما آئے ۔ رضوان نے ٹکٹیں لیں اور بدر کا ہاتھ تھام کر وہ سیڑھیاں چڑھ گیا اور دونوں جا کر کیبن میں بیٹھ گئے ۔ فلم کا نام تھا ATOP ON ALL مگر اردو میں اس کا نام رکھا گیا تھا "مست جوانیاں" سینما میں بدر کے علاوہ کوئی عورت دکھائی نہ دے رہی تھی ۔ سب مرد ہی مرد تھے ۔

ساڑھے نو بجے کے قریب فلم شروع ہوئی ۔ بالکل ننگی اور برہنہ فلم تھی تھوڑی دیر تک دونوں چپ چاپ بیٹھے فلم دیکھتے رہے، پھر رضوان نے بدر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا

اس نے کوئی اعتراض نہ کیا تھا ۔ رضوان کا حوصلہ اس سے اور بڑھ گیا تھا ۔

دونوں جب ہوٹل واپس آئے تو بدر اپنے آپ میں نہ تھی ایک تو اس پر فلم میں کام کرنے کی خوشی کا نشہ طاری تھا دوسرے عریاں اور واہیات انگریزی فلم نے اس کے ذہن کو زنگ آلود کر دیا تھا وہ اپنا آپ بھول گئی تھی ۔ حواس کھو بیٹھی تھی نا بچاری ۔

رضوان نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اُسے اس حواس باختگی کے عالم میں کوک کے بجائے تیز شراب پلا دی اور ــــــ

اور اس رات ہوٹل میں اس نے بدر کی عزت لوٹ لی ۔

ایک شریف گھرانے کی لڑکی بے آبرو ہو گئی

ایک کلی مسل دی گئی ۔

اشرف المخلوقات کا دعویٰ کرنے والا مرد بھیڑیا بن گیا ۔

کسی کی عزت لائلپور سے لاہور ڈاکٹر بننے کو آئی اور ـــــ اور بگولے کے اندر اڑتی ہوئی خاک کی طرح بکھر گئی ۔

خاک

جیسے ہر کوئی پاؤں تلے مسلتا ہے ۔

سحر کے کوارٹر کے سامنے ایاز نے ٹیکسی روکی اور ہارن دیا۔ سحر بھاگتی ہوئی باہر آئی
اور دروازے کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ اندر آ جاؤ نا ایاز!
ایاز اندر آ گیا اور کرسی پر بیٹھ گیا سحر اس کے سامنے اٹیچی میں کپڑے تہہ کر کے رکھنے لگی
ابھی تک تم تیار نہیں ہوئی ہو۔
سحر نے اپنی شلوار تہہ کر کے اٹیچی میں جمائی۔ میں تو تیار ہی تیار ہوں۔ میری کیا دیر ہے
تم ظہیر سے مل آئے ہو۔ ہاں میں اس کے آفس سے ہو کر آ رہا ہوں اس نے شاذیہ کے
نام خط بھی دیا ہے اور وہ کل سینی ٹوریم میں کال بھی کرے گا اس طرح مجھے وہاں سے کال
بک کرنے کی زحمت اٹھانا نہ پڑے گی اس نے شاذیہ کیلئے ایک ہزار روپیہ اور کپڑوں کے
دس جوڑے بھی دیئے ہیں۔ سحر خوش ہو گئی۔
یہ تو اچھا کیا اس نے ساتھ ہی اس نے اپنا اٹیچی بند کر دیا اور ایاز سے کہا۔ لو میں
تیار ہو گئی۔ اور کپڑے بھی تو بدلو نا۔ یہی ٹھیک ہیں۔

اور ہاں اس روز میں نے جو ساڑھی لے کر دی تھی وہ پہنو۔ وہ تو میں نے ساتھ رکھ لی ہے
وہاں جا کر پہنوں گی۔ وہاں کے لئے بھی میں نے تمہارا بندوبست کر رکھا ہے اچھا تم ایسا کرو
گاڑی کی اگلی سیٹ میں ایک گتے کا پیکٹ ہو گا اور ایک کاغذ میں لپٹا ہوا بنڈل اٹھا لاؤ جا کر
سحر نے اسے شوخ نگاہوں سے گھورا۔ کیا ہے!
تم پہلے جا کر لے تو آؤ۔
سحر باہر گئی اور دونوں چیزیں لا کر ایاز کے سامنے رکھ دیں۔
کھولو نا انہیں میرے پاس کیوں رکھ رہی ہو۔
سحر نے پیکٹ کے گرد لپٹا ہوا دھاگہ توڑ کر اسے کھولا تو وہ آنکھیں چندھیا دینے
والی ایک خوش رنگ اور قیمتی ساڑھی تھی۔ اتنی دیر تک ایاز نے کاغذ کا بنڈل کھول کر
اس کے سامنے رکھ دیا اور یہ تمہارا شلوار قمیض کا کپڑا ہے
سحر نے ان کپڑوں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی خاصے قیمتی تھے۔ سحر ایاز کے سامنے
کرسی پر بیٹھ گئی اور سنجیدگی سے کہا۔
دیکھو ایاز۔ یہ بات اچھی نہیں۔ تم مجھ پر جو اتنا کچھ خرچ کر رہے ہو میں اسے
پسند نہیں کرتی ایاز نے دونوں چیزیں اٹھا کر اسی کی گود میں رکھ دیں۔
مگر میں تو اسے پسند کرتا ہوں۔ سحر اور سنجیدہ اور اداس ہو گئی۔
بس تو پھر آج سے میں تمہارے ہاں نہیں جایا کروں گی۔
دیکھو سحر! اس میں میری خوشی ہے اور اگر تمہیں میری خوشی کا کوئی احساس نہیں
تو آئندہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ تم جانتی ہو میرا اس بھرے سنسار میں کوئی بھی نہیں پس کما تا

ہوں اور کھا لیتا ہوں آڑے وقت کے لیے میں نے اتنا کچھ ضرور جوڑ رکھا ہے کہ اس عالم دردہ میں عزت کی زندگی بسر کر سکوں ٹھیک ہے اگر تمہیں میری خوشی منظور نہیں تو میں سمجھوں گا

اس دنیا میں میرا ——————

ایاز کی آواز ڈوب گئی اور وہ کچھ نہ کہہ سکا اور کھڑا ہو گیا۔

سحر فوراً اٹھی اور ایاز کے دونوں ہاتھ تھام لیے

مجھے تمہاری خوشی منظور ہے ایاز میں اپنے رویہ کی معافی مانگتی ہوں آئندہ میں ایسی کوئی بات نہ کروں گی جس سے تمہاری دل شکنی ہو اس کے ساتھ ہی سحر کا سر جھک گیا اور اس کی گھگیائی ہوئی آواز ابھری میں صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں ایاز! خواہ اس حالت میں تمہیں دیکھنے کے لیے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے

ایاز نے دیکھا سحر کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اسکے سرخ، بھیگے بھیگے اور چکنے گالوں پر لٹک گئے تھے۔ ایاز نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسکے آنسو پونچھنے لگا

میں موت تک تمہیں بھول نہ سکوں گا سحر! آج سے تم میری زندگی اور منزل ہو آئندہ میں جو بھی کام کروں گا تمہاری خوشنودی اور رضا مندی کو مقدم جان کر کیا کروں گا۔

سحر نے ایاز کے دونوں ہاتھ جو اس کے گالوں پر تھے اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور مسکرا دی بالکل اس طرح جیسے صبح سویرے کی شبنم میں نہائی ہوئی کلی مسکرا اٹھی

پھر ایاز نے اسے اپنی چھاتی سے لگا لیا سحر نے بھی چپ چاپ اپنا سر اس کے کشادہ سینے پر رکھ دیا اور خوشی سے دبی دبی سی آواز میں کہا

ایاز تم نے یہ کہہ کر کہ میں تمہاری زندگی اور منزل ہوں، میرے لیے ایک

نئی زندگی کا آغاز کر دیا ہے —————— میں ہر حالت میں موت تک بھی اب تمہارا انتظار کر سکتی ہوں میں یہی محسوس کر رہی ہوں جیسے دنیا بھر کی خوشیاں میری جھولی میں ڈال دی گئی ہوں اب مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں، تم میرے ہو میرے لئے یہی سب سے بڑا انعام ہے

ایاز نے اس کے لمبے لمبے اور خوبصورت بالوں میں ہاتھ پھیرا

چلو اب ڈریس تبدیل کرو اور چلیں

سحر علیحدہ ہو گئی، اٹیچی سے وہی ساڑھی نکالی اور کپڑے بدلنے کے لئے فرخ کے کمرے کی طرف چلی گئی، ایاز نے سامنے پڑی ہوئی چابیاں اٹھائیں سحر کا اٹیچی کھولا اور نئی لائی ہوئی ساڑھی بھی اس میں رکھنے کے بعد اس نے اٹیچی بند کیا اور باہر گاڑی میں جا کر رکھ آیا۔ اتنے میں سحر بھی کپڑے بدل کر آ گئی اس نئی ساڑھی میں وہ یوں لگ رہی تھی جیسے موسم بہار کی کوئی حسین ترین اور رنگین تتلی ہو۔ ایاز کے سامنے جب وہ آئی تو وہ اسے دیکھ کر دنگ سا رہ گیا اور لگاتار ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگا، سحر اس کی تیز نگاہوں کی تاب نہ لاتی ہوئی شرما سی گئی، اچانک ایاز نے منہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے اس کی طرف پشت کر لی۔

سحر نے کچھ سوچا پھر وہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے آتے ہوئے بولی۔

کیا ہوا ایاز!

اس نے اپنی آنکھیں بندھ کر رکھی تھیں

سحر نے پھر پریشانی سے پوچھا اور ساتھ ہی اس نے اسکے ہاتھ تھام لئے

خیریت تو ہے نا! تم نے آنکھیں کیوں موندھ لی ہیں۔

ایاز نے غور سے اس کی طرف دیکھا

سحر! آج تم اس قدر حسین اور جاذب دکھائی دے رہی ہو کہ میں تمہاری خوبصورتی کی تاب ہی نہیں لا سکا اور آنکھیں موندھ لی ہیں کہ خدا نہ کرے میری کہیں تمہیں نظر ہی نہ لگ جائے

سحر کا سر آپ ہی آپ جھک گیا اور ساڑھی کا پلو دانتوں میں لیتے ہوئے اس نے بڑے مزہ لینے انداز میں شرماتے ہوئے کہا

جھوٹا

ایاز نے اپنا بازو اس کی گردن کے گرد لپیٹ دیا

سچ کہتا ہوں سحر! مجھے جھوٹ کہنے کی عادت نہیں

سحر اس کی قمیض کے بٹنوں سے کھیلنے لگی۔

چلو چلیں۔

ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

چلو

سحر نے ادھر ادھر دیکھا

میرا اٹیچی؟

وہ میں رکھ آیا ہوں گاڑی میں۔ وہ نئی ساڑھی بھی میں نے تمہارے اٹیچی میں ڈال دی ہے۔ یہ لو چابیاں اور ہاں یہ دوسرے کپڑے تو سنبھال لو۔

سحر نے اپنی چابیاں لے لیں اور وہ کپڑے اٹھا کر کمرے میں پڑے ہوئے دوسرے اٹیچی کیس میں رکھ دیئے کمرے کو سحر نے تالہ لگایا اور باورچی خانہ میں چلی گئی۔ ایاز نے بے تابی سے پوچھا

اب کدھر؟

ابھی آئی وہ اندر چلی گئی اور جلدی ہی واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کا تھرماس تھا۔

ایاز نے اس سے تھرماس لے لیا

یہ کیا باندھ لیا ہے۔

کھانا ہے راستے میں ضرورت نہیں پڑیگی

عقلمند ہو۔ وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا

دونوں باہر آئے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے سحر نے کہا

بادل بھی بنے ہوئے ہیں ایاز! کہیں بارش ہی نہ شروع ہو جائے

ایاز نے سوچ آن کر دیا۔

تم بیٹھو اللہ کا نام لے کر۔ سحر بیٹھ گئی۔ ایاز کے ساتھ ہی اور دروازہ بندھ کر لیا۔

وزیرآباد کے قریب جب وہ آئے تو موسلا دھار بارش شروع ہوگئی
تھی سحر رضیہ بٹ کا ناول شبو پڑھ رہی تھی اور ایاز سگریٹ کے کش
لگا رہا تھا دونوں بڑی خاموشی اور سکون سے سفر کر رہے تھے، کتاب
سے نظریں ہٹاتے ہوئے سحر نے ایک بار ایاز کی طرف دیکھا کچھ سوچا اور
پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے ہونٹوں سے سگریٹ نکال کر باہر پھینک دیا
یہ چوتھا سگریٹ ہے ایاز تمہیں پیتے ہوئے چھوڑ دو انہیں، اچھی چیز ہے
کیا یہ؟ خواہ مخواہ ہی صحت اور پیسے دونوں کی بربادی

ایاز اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا

پہلے اکیلا تھا اور کوئی منع کرنے والا نہ تھا، اب تم زندگی کا ساتھی ہو
اسی طرح منع کرتی رہو گی تو ایک دن خود بخود چھوٹ جائیں گے۔

گاڑی اب گجرات شہر سے نکل کر سروس فیکٹری کے پاس سے
گزر رہی تھی، گورنمنٹ جامع ہائی سکول کے قریب سڑک کے کنارے
جو بڑ کا ایک بہت بڑا درخت ہے اس کے قریب آ کر گاڑی دو ایک
بار دھچکے کھا کر رک گئی۔

سحر نے کتاب بند کر دی اور پریشانی سے ایاز کی طرف دیکھا

کیا ہو گیا

پٹرول رک گیا ہے

سحر گھبرا گئی

اللہ خیر کرے

ایاز نے اس کے گال پر ہلکی سی چپت لگائی

گھبرا کیوں گئی ہو ابھی ٹھیک کر لیتا ہوں

وہ دروازہ کھول کر جب باہر نکلنے لگا تو سحر نے اس کا بازو
پکڑ لیا ذرا ٹھہر جاؤ ایاز باہر تو بارش ہو رہی ہے کپڑے بھیگ جائیں
گے اور زکام ہو جائے گا۔

ایاز اس کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا

تو پھر کیا کروں؟

پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے اپنے اٹیچی سے سحر نے اپنا ایک بڑا سا
تولیہ نکال کر دیا یہ اوپر لے کر جاؤ

ایاز نے تولیہ اوپر لیا فیول پمپ کی نالی کھول کر صاف کی، کچرا
پھنسا ہوا تھا جسے اس نے پھونک مار کر نکال دیا دوبارہ گاڑی میں آیا
اور گاڑی سٹارٹ ہو گئی سحر نے اس کے سر سے تولیہ اتار کر پچھلی سیٹ
پر پھیلا دیا اور گاڑی پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

راولپنڈی آ کر ان دونوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا، شانہ کے
لئے کچھ چیزیں خریدیں اور پھر چل پڑے

سینی ٹوریم میں جب وہ داخل ہوئے تو دھوپ ابھی کافی تیز تھی
دونوں جب شانہ کے بیڈ پر آئے تو وہ سوئی ہوئی تھی سحر نے پیار سے

اس کا کان پکڑ کر ہلایا ۔

شازی ! اے شازی

شازیہ انگڑائی لے کر اٹھی آنکھیں جھپکاتے ہوئے سحر کی طرف دیکھا پھر فوراً اٹھی اور اس سے لپٹ گئی ۔ ہائے سحر تم آگئی ہو میں تو امید بھی نہ سکتی تھی کہ تم میری خاطر یہاں تک بھی آجاؤ گی

سحر نے بھی اسے لپٹا لیا ۔

میں نے تمہیں بہن کہا تھا اور بہن کے ناطے سے یہ میرا فرض تھا کہ میں تمہاری تیمارداری کو آؤں

شازیہ نے سوالیہ نگاہوں سے ایاز کی طرف دیکھا

سحر فوراً بول پڑی ۔

یہ ایاز ہیں جن کی معرفت ظہیر تم سے خط و کتابت کرتا ہے

شازیہ مسکرا دی

آپ کھڑے کیوں ہیں ۔ بیٹھئے نا ۔ ایاز بیٹھ گیا سحر اور شازیہ دونوں بستر پر بیٹھ گئیں ۔ ایاز نے جیب سے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ نکالا اور شازیہ کو تھما دیا ۔

یہ ظہیر نے تمہارے نام خط دیا ہے ۔

شازیہ خط لے کر پڑھنے لگی ایاز اور سحر خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگے ۔ شازیہ نے خط پڑھا اور ٹکٹکی باندھ کر ایاز کی طرف دیکھنے لگی

سحر نے پریشانی سے پوچھا

خیریت تو ہے نا

شازیہ نیچے اتری اور ایاز کے پاؤں پکڑ لئے

ایاز نے تڑپ کر پاؤں پیچھے کر لیے اور ہاتھ سے شازیہ کو پیچھے ہٹایا اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے سحر نے شازیہ کو پکڑ کر پلنگ پر بٹھایا شازیہ رو پڑی تھی سحر نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے دریافت کیا ۔

کچھ منہ سے بھی تو بولو نا ۔ آخر بات کیا ہے

شازیہ ابھی تک ایاز کی طرف دیکھے جا رہی تھی اس بار اس نے ایاز کے گھٹنے پکڑ لئے آپ ایک عظیم انسان ہیں ۔ آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر نہ بھولوں گی ۔

ایاز سب کچھ سمجھ گیا تھا تاہم انجان بن گیا

کیسا احسان ؟

کیا آپ نے مجھے سینی ٹوریم میں داخل کرانے کے اخراجات برداشت نہیں کئے کیا آپ صرف اس خاطر کہ میں جلدی صحت یاب ہو جاؤں ظہیر کی طرف سے خود مجھے محبت بھرے خط نہ لکھتے رہے کیا اس سے پہلے ظہیر کے نام سے بھی آپ مجھے کپڑے پارسل نہ کرتے رہے اور منی آرڈر نہ بھیجتے رہے اور ظہیر کو پھر میری طرف مائل نہ کیا ۔

ایاز نے جھوٹ کہنا چاہا

نہیں نہیں میں تو ———

شازیہ نے اس کی بات پوری نہ ہونے دی

آپ اب جھوٹ نہیں کہہ سکتے ظہیر نے اپنے خط میں آپ کے متعلق سب کچھ لکھ دیا ہے میں ایک بار پھر آپ کے اس روپے کا شکریہ ادا کرتی ہوں

ایاز کی زبان لڑکھڑا رہی تھی

دیکھئے نا یہ سب کچھ ایک مجبوری ——— میرا مطلب ہے ———

وہ ——— تم میری بہن ہو

بہن ؟ شازیہ نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا

ہاں تم میری بہن ہو میری کوئی بہن نہیں اور تمہارا کوئی بھائی نہیں۔ اب مجھے بہن مل گئی ہے اور تمہیں بھائی مل گیا ہے ۔

شازیہ جذبات سے مغلوب ہو کر رو پڑی تھی

تم بہت ہی عظیم ہو بھیا !

ایاز نے بات کا رخ بدلا

تمہاری صحت اب کیسی ہے ؟

شازیہ نے اپنے آنسو پونچھ لیے

تمہارے خیال میں اب میں کیسی ہوں ؟

میں تو کہتا ہوں۔ اب تم کافی صحت مند ہو۔

ہاں بھیا! میں بھی ایسا ہی محسوس کرتی ہوں۔

اب مجھے خود محسوس ہونے لگا ہے کہ میں مروں گی نہیں اور ابھی میں نے ایک طویل زندگی بسر کرنا ہے ۔

ایاز نے اپنے قریب ہی پڑا ہوا ایک اٹیچی اٹھایا اور اسے کھول کر شازیہ کے سامنے بستر پر رکھ دیا یہ تمہارے لئے کپڑوں کے سلے سلائے دس جوڑے ہیں ظہیر نے بھجوائے ہیں۔ شازیہ کپڑے الٹ الٹ کر دیکھنے لگی اس کی چشم میگوں میں خوشی کی رنگینی اور بے خودی سی چھا گئی تھی

ایاز نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کی گود میں رکھ دی۔

یہ ایک ہزار روپیہ بھی ظہیر نے تمہارے لئے بھجوایا ہے

شازیہ نے روپے لوٹانا چاہے

یہ تم ہی رکھ لو بھیا۔ میں یہاں کیا کروں گی

ایاز نے روپے اس کے اٹیچی میں ڈال دیئے

کام کیوں نہیں آئیں گے۔ ان سے خوب فروٹ کھاؤ۔ دودھ پیو اور مکھن کھاؤ تاکہ تمہاری صحت جلدی بحال ہو جائے اور پھر ایک روز ہم تمہیں یہاں سے ہمیشہ کے لئے نکال لے جائیں گے ۔

شازیہ ہنس دی ۔

خدا کرے ایسا ہی ہو بھیا۔ پہلے مجھے جینے کی اتنی آرزو نہ تھی۔ اب تم

جیسا بھائی مل گیا ہے سحر جیسی بہن خدا نے مفت میں دے دی ہے اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اس جہاں میں اکیلی نہیں میں بھی ایک بھرے گھر سے تعلق رکھتی ہوں۔

ایاز کھڑا ہو گیا

تم دونوں باتیں کرو میں ذرا تھکاوٹ سی محسوس کر رہا ہوں۔ نہا کر پھر آتا ہوں۔

ایاز باہر نکل گیا سحر اور شازیہ آپس میں باتیں کرنے لگی تھیں۔ ایاز کے متعلق اس نے سحر کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کی۔ باتوں ہی باتوں میں اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سحر ایاز سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔

ایاز نے بھی زیادہ دیر نہ لگائی تھی۔ نہا کر وہ فوراً آ گیا اور ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

شازیہ نے بڑی چاہت سے پوچھا

اب کچھ دن یہاں رہو گے نا بھیا

آج بھی رہیں گے کل بھی اور پرسوں چلے جائیں گے

کیوں اتنی جلدی کیوں

سحر کی چھٹی ہی تھوڑی ہے۔ ورنہ ہمیں رکنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے

اتنے میں ہسپتال کے عملہ کا ایک آدمی آیا اور شازیہ سے پوچھا

بی بی آپ کے پاس لاہور سے کوئی ایاز صاحب آئے ہیں۔

شازیہ گھبرا گئی۔

ہاں آئے ہیں کیا بات ہے

ان کی لاہور سے کال آئی ہے یہ ڈیوٹی روم والے ٹیلیفون پہ

ایاز نے سہارا دے کر شازیہ کو اٹھایا۔

اٹھو جلدی کرو ظہیر کا ٹیلیفون آیا ہے۔ بات کر دو اس سے۔ تینوں اٹھے اور ڈیوٹی روم کی طرف چلے گئے۔

رضوان لگاتار چار ماہ تک بدر کے ساتھ اسی ہوٹل میں ٹھہرا رہا
دن رات وہ بدر کی عزت لوٹتا رہا،
گدھوں کی طرح اس کا بدن جھنجھوڑتا رہا
ایک بھوکے کتے کی طرح اس کا جسم نوچتا رہا
فلموں میں ہیروئن کا کردار کرنے کی خوشی نے بدر کو اندھا کر دیا
تھا ورنہ وہ ایسی لڑکی نہ تھی کہ اس آسانی سے اپنی عزت یوں سرِ عام
اور یوں سستے داموں لٹاتی رہتی وہ اتنی گری ہوئی نہ تھی کہ یوں شراب
کے جام کی طرح اسے اپنا جسم پیش کر دیتی وہ رضوان سے روز تقاضا
کرتی کہ فلم کی شوٹنگ کب شروع ہونے والی ہے مگر وہ کسی نہ کسی طرح
ٹال دیتا۔

کبھی کہتا کاغذی تیاریاں مکمل ہو رہی ہیں۔
یا فلم کا پروڈکشن منیجر لوکیشن کے چانس کے لئے باہر گیا ہوا ہے
یا تمہارے مقابلے کا کوئی ہم عمر اور خوبصورت ہیرو نہیں مل رہا یا فلم کی
لوکیشن بدل جانے کی وجہ سے یہ تاخیر ہو رہی ہے۔
دن کے وقت تھوڑی دیر کے لئے وہ گھر چلا جاتا اور پھر دن کا
باقی حصہ اور پوری رات وہ بدر کے ساتھ گزارتا گھر پر اس نے کہہ دیا تھا
کہ وہ گلبرگ میں اپنے ایک دوست کے ہاں پڑھتا ہے سرمایہ دار کا بیٹا
تھا کار اس کے پاس تھی اسے کسی کی کیا پرواہ تھی۔
کچھ دن بعد رضوان اچانک غائب ہو گیا۔ بدر نے ہوٹل میں ٹھہر کر ہی
لگاتار پندرہ دن تک اس کا انتظار کیا مگر وہ نہ آیا اسے حمل ٹھہر گیا
ہوا تھا وہ سخت پریشان تھی۔ کوئی غمگسار نہ تھا جسے اپنا دکھ بیان کرتی
بس دن رات ہوٹل میں پڑی روتی رہتی۔ اسے امید تھی کہ رضوان ضرور
آئے گا اس بیچاری کو کیا خبر تھی کہ وہ تو ایک بھنورا تھا جو اس کے جسم
کی رس چوس کر اڑ گیا ہے
ایک روز وہ ہوٹل سے نکلی باہر آ کر ٹیکسی کی اور ماڈل ٹاؤن کی
ایک کوٹھی میں داخل ہوئی۔ سامنے ہی گھاس کے لان میں ایک بیگم نما اور
باوقار قسم کی عورت بیٹھی نٹنگ کر رہی تھی اور تین چھوٹے چھوٹے بچے
اس کے ارد گرد بھاگتے ہوئے کھیل رہے تھے۔

بدر اس کے پاس جا کھڑی ہوئی اور سلام کیا اس نے بڑے شائستہ انداز میں سلام کا جواب دیا۔ بدر گھبرائی ہوئی تھی۔ جلدی جلدی اس سے پوچھا

رضوان یہی رہتا ہے جی!

ہاں یہی رہتا ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ کہو کیا بات ہے۔

بدر کی زبان اس کا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔

دراصل میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ میرا شوہر ہے۔ چار پانچ ماہ ہم اکٹھے رہے پھر ایک روز وہ اچانک غائب ہو گیا

اس عورت نے ٹانگ پہ ٹانگ رکھ دی اور چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے گھورا

تو تم اس کی بیوی ہو؟

جی ہاں

اس کا ثبوت

ثبوت؟

ہاں ہاں ثبوت۔ کوئی نکاح نامہ، کوئی گواہ یا کوئی اور ایسی تحریر جو یہ ثابت کر سکے کہ تم رضوان کی بیوی ہو

بدر مایوس ہو گئی

وہ تو نہیں ہے جی! ویسے وہ میرے ساتھ ہی پڑھتا تھا

وہ اس پر برس پڑی

ثبوت نہیں ہے تو پھر تم اس کی بیوی کیسی ہو۔ تم جیسی میں نے کالج

کی بہت سی لڑکیاں دیکھی ہیں جو ہر رات ایک نیا شوہر بناتی ہیں اور پھر ان کے گناہوں کا بوجھ کسی امیر گھرانے کے لڑکے پر تھوپ کر اس کی بھاری قیمت وصول کرتی ہیں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ یہیں کھڑی کھڑی کی ناک اور چٹیا کاٹ لوں گی کمینی ذات کی نہ ہو تو۔ پتہ نہیں کس کس خصم کے نیچے لیٹتی رہی ہے اور اب آ گئی ہے دعویٰ کرنے کہ میں رضوان کی بیوی ہوں۔

بدر وہیں کھڑے کھڑے سسکیاں لے لے کر رونے لگی آخر وہ بھی ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی تھی زندگی میں پہلی بار اسے ایسے الفاظ سننا پڑے تھے۔

وہ بیگم پھر چلائی

دور ہو جاتی ہو یہاں سے یا بلاؤں کسی اور کو جو تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دے

بدر کا سر جھک گیا اور وہ روتی ہوئی باہر نکل گئی

وہ رات اسے پھر ہوٹل میں گزارنا پڑی زندگی اب اسے بوجھل محسوس ہونے لگی تھی پیٹ کے اندر جس نئی روح نے جنم لے لیا تھا وہ اس کے لئے سوہان روح بن گئی ہوئی تھی۔ نیند اس سے کوسوں دور تھی ریاض کے کہے ہوئے الفاظ اب اس کے ذہن پر ہتھوڑوں کی طرح برس رہے تھے۔

عورت کی عزت ایک شیشہ ہے جب وہ اپنی عزت لٹا چکتی ہے

تو بالکل ایسے ہو جاتی ہے جس طرح ٹوٹا ہوا شیشہ جو دوبارہ جڑ کر اس حالت میں نہیں آ سکتا اور نہ ہی اس کی وہ پہلے جیسی قدر و قیمت رہتی ہے"

وہ پوری رات اس نے رو رو کر آنکھوں میں کاٹی دوسرے روز وہ پھر ہوٹل سے نکلی اس کی طبیعت سخت خراب ہو رہی تھی بار بار ابکائیاں آ رہی تھیں پہلے اس نے ارادہ کیا کہ رخشاں کے پاس چلی جائے اور اپنی بے بسی کی ساری کہانی کہہ دے مگر پڑھے ہوئے پیٹ اور احساسِ شرمندگی نے ایسے نہ کرنے دیا پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ ایاز کے پاس چلی جائے کم از کم وہ اس کے ساتھ رضوان جیسا سلوک تو نہ کرے گا اور وہاں اس کی عزت تو محفوظ ہو گی نا مگر ایاز کے کہے ہوئے الفاظ پھر اس ارادے پر غالب آ گئے اور وہ آٹھ آٹھ آنسو رو دی

سامنے سے ایک ٹیکسی گزری اس نے ہاتھ ہلا کر اسے روکا اور ایک پرائیویٹ کلینک جا پہنچی۔ لیڈی ڈاکٹر کے کمرے کے باہر انتظار گاہ میں تین عورتیں پہلے ہی بنچوں پر قطار میں بیٹھی ہوئی تھیں وہ بھی اسی قطار کے آخر میں جا کر بیٹھ گئی

اس کی طبیعت سخت خراب ہو رہی تھی۔ خدا خدا کر کے اس کا نمبر آیا اس کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے کوئی بات کرے گا اور وہ رو دے گی۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد اسے تسلی دی گھبرانے

کی ایسی کوئی بات نہیں، ان دنوں طبیعت خراب ہو ہی جاتی ہے، میں دوائی لکھ دیتی ہوں اور اسے استعمال کرتی رہنا کہ ڈاکٹر کاغذ کی چٹ پر دوائی لکھنے لگی۔ بدر کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی اس کا جی چاہ رہا تھا کہ باہر سڑک پر آ کر کھڑی ہو جائے اور چلا چلا کر کہے

یہ دنیا دھوکا ہے

یہ زندگی فریب ہے

یہ مرد بے غیرت ہیں جو معصوم لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر ان کی عزت لوٹ لیتے ہیں اور انہیں اس حالت میں جب کہ وہ نہ گھر کی رہتی ہیں اور نہ گھاٹ کی اکیلا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ در بدر کی ٹھوکریں کھا کھا کر گناہوں کی سند یافتہ شاہراہ پر چل نکلیں اس کا ذہن اس کا ضمیر اور اس کے احساسات کی تلخی اس پر ہتھوڑے برسا رہے تھے کہ اٹھو خوب شور کرو، خوب چلاؤ کہ دنیا والو میں لوٹ لی گئی۔

ماؤں بہنوں والو میں بے آبرو ہو گئی۔

بدر سسک پڑی اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سوتا پھوٹ نکلا ڈاکٹر نے جب اسے دوائی کی چٹ تھمائی تو پریشانی سے پوچھا

روتی کیوں ہو؟

بدر اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

ڈاکٹر نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا

کیا بات ہے
بدر سسکنے لگی
میں ——— میں ———
کہہ کر رکتی کیوں ہو، جو کچھ کہنا چاہتی ہو
ساڑھی کے پلو سے بدر نے اپنے آنسو خشک کئے اور ہچکیوں میں کہا
میں لٹ گئی ہوں ڈاکٹر بالکل بے سہارا اور بے آسرا ہو کر رہ گئی ہوں
ڈاکٹر نے ہمدردی سے پوچھا
شوہر سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟
بات بن رہی تھی بدر نے فوراً جھوٹ کا سہارا لے لیا
ہاں مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے، میں نے والدین کی اجازت اور مرضی کے بغیر اس سے شادی کر لی تھی اور وہ بھی مجھے اس حالت میں چھوڑ گیا ہے، شادی سے قبل میں ڈاکٹری کے آخری سال کی طالب علم تھی ڈاکٹر اب اس دنیا میں میرا کوئی نہیں، میں کدھر جاؤں، کہاں کا رخ کروں۔
ڈاکٹر اداس ہو گئی
رہ کہاں رہی ہو؟
کرائے کے کمرے میں رہتی ہوں
نوکری کر لو گی کیا؟ لکھائی پڑھائی کا کام ہی ہو گا۔

بدر نے آنسو پونچھ لیے۔ میں ضرور کروں گی ڈاکٹر
ڈاکٹر نے اپنے پیڈ پر کچھ لکھنا شروع کر دیا پھر کاغذ پھاڑ کر بدر کو دیتے ہوئے کہا
تم مشن ہاسپٹل چلی جاؤ وہاں میری دوست ڈاکٹر ہے مس فہیم
تم میرا یہ لیٹر انہیں دکھانا وہ ضرور تمہیں کام پر لگا دیں گی۔
بدر نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا اور آنکھیں خشک کرتی ہوئی وہ باہر نکل گئی۔
مشن ہسپتال میں وہ ڈاکٹر مس فہیم کے نام کی تختی پڑھ کر اس کے دفتر میں چلی گئی ان کے پاس دو نرسیں کھڑی ہوئی تھی اور انہیں ہدایات دے رہی تھی۔ بدر نے دوسری ڈاکٹر کا رقعہ اس کے سامنے رکھ دیا
ڈاکٹر نے رقعہ پڑھا اور دونوں نرسوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
تم دونوں ذرا باہر چلی جاؤ
وہ دونوں باہر نکل گئیں۔
بیٹھ جاؤ۔ ڈاکٹر نے بڑی شفقت کے ساتھ بدر سے کہا
بدر بیٹھ گئی
کچھ پڑھی لکھی بھی ہو۔
جی ہاں
کیا؟

ایم بی بی ایس کے آخری سال میں چھوڑا تھا
او مائی گاڈ، تم نے تو ظلم کیا ہے اپنے آپ پر، تم نے اپنی پڑھائی مکمل کر کے
کیوں شادی نہ کی
بدر پھر رو دی
بس جی غلطی ہو گئی تھی
تم ماں بننے والی ہو تم سے کوئی بھاگ دوڑ کا کام بھی نہیں لیا جا سکتا، میں
تمہیں آفس میں لگا دیتی ہوں،
کرسی پر بیٹھ کر چھوٹا موٹا کام کر دیا کرنا
بدر نے اسے شکریہ آمیز نگاہوں سے دیکھا،
میں آپ کی بیحد مشکور ہوں گی ڈاکٹر
ڈاکٹر نے بڑی ہمدردی سے کہا
مہربانی کیسی انسانی ہمدردی بھی تو کوئی چیز ہے، اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر
نے بجلی کی گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھی، باہر گھنٹی بجنے کی آواز آئی اور
ساتھ ہی ایک ادھیڑ سی عمر کی خاتون اندر آئی ڈاکٹر نے اسے مخاطب
کیا،
بڑی بی! یہ لڑکی کل سے آفس میں کام کرے گی، ناہید کو بتا دینا سمجھی
ہو اس نے بڑے ادب سے جواب دیا
جی سمجھی۔

اسے اب ساتھ لے جاؤ اور ایک سرونٹ کوارٹر بھی اسے دے دو اور
اسے اس کا آفس دکھانے کے علاوہ اس کے کھانے کا بندوبست بھی کر دو
اس نے پھر بدر سے کہا،
تمہیں کچھ ایڈوانس چاہیئے بیٹی!
بدر کھڑی ہو گئی
نہیں ڈاکٹر میرے پاس پیسے ہیں
تم پھر جاؤ بڑی بی تمہیں سیٹ کرا دیتی ہے
بدر اس عورت کے ساتھ باہر نکل گئی۔

مشن ہسپتال میں بدر کو کام کرتے کرتے کئی ماہ گزر گئے۔ یہیں اس کے ہاں ایک بے حد خوبصورت بچے نے جنم لیا۔ اب اس کا بچہ بھی ہسپتال میں پرورش پا رہا تھا اور وہیں وہ سروس کر رہی تھی۔ اس حالت میں اسے وہاں دو سال گزر گئے اور بچہ اب اچھا بھلا چلنے پھرنے لگا تھا۔

ایک روز وہ آدھی چھٹی کے وقت جب اپنے کمرے میں آئی تو اس نے دیکھا اس کے پیچھے پیچھے سیاہ رنگ کا ایک مرد بھی اس کے کمرے میں آ گیا تھا۔ اس نے اسے غور سے دیکھا وہ اس کے میڈیکل کالج میں چپڑاسی تھا اس نے بڑے بازاری انداز میں بدر سے کہا۔

ارے تم تو اس رضوان کے ساتھ بھاگ گئی تھی اب کسی اور کے ساتھ تو نہیں پھنس گئی ہو تمہارے ابا اور اماں کالج آئے تھے اور جب انہیں یہ

پتہ چلا کہ تم کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہو تو تمہیں گالیاں دیتے ہوئے چلے گئے تھے۔

بدر نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا۔

کیوں آئے ہو تم یہاں سے چلے جاؤ۔

اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا

ظالم کس کی داشتہ ہو آج کل۔ ہمارے کالج میں تم ہی تو ایک لڑکی تھی جسے حسین کہا جا سکتا تھا۔ پورے کالج کا سٹاف تم پہ مرتا تھا مگر کسی کو تمہارے سامنے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ میں تو آج خوش قسمت ہوں کہ تم اکیلی مل گئی ہو۔

بدر نے اس کے منہ پہ زور کا ایک طمانچہ دے مارا

ذلیل کمینے! دفع ہو یہاں سے۔ ایک جھٹکے کے ساتھ بدر نے اپنا بازو چھڑا لیا۔ وہ وہیں کھڑا رہا اور باہر نہ نکلا بدر نے اسے پھر دھمکی دی

جاتے ہو باہر یا دوں کسی کو آواز

اس نے پھر بڑی ڈھٹائی سے کہا

کسی کو آواز دینے کی کیا ضرورت ہے جگہ جگہ تو دھکے کھاتی پھرتی ہو۔ میرے ساتھ چلو میں تم سے بیاہ کر لوں گا میرا بھی گھر آباد ہو جائے گا اور تمہیں بھی سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی ایک نرس مجھے تمہارے متعلق سب کچھ بتا چکی ہے کہ تم بے سہارا ہو اور یہاں ہسپتال میں تمہارا ایک

بچہ بھی ہے۔ یقیناً وہ رضوان کا ہی ہوگا۔ بدر نے زور سے چلائی اور ساتھ ہی اسے دھکا دے کر کمرے سے باہر نکال دیا

دفع ہو جاؤ بے غیرت یہاں سے

اس نے اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے دھمکی دی۔

میرا نام بھی رضوان ہے میں کل تک کی تمہیں مہلت دیتا اگر تم سیدھی طرح میرے ساتھ نہ گئی تو میں رضوان کے ساتھ تمہارے سارے پاپ ہسپتال کے عملہ سے کہہ دوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا تم کیسے یہاں رہ سکتی ہو۔ وہ شیطان بدر پہ ایک غلط نگاہ ڈالتا ہوا چلا گیا

بدر اپنے بستر پہ بیٹھ گئی اور سوچنے لگی وہ پھر اداس ہو گئی تھی بڑی مشکل سے یہ ٹھکانا ملا تھا اب یہ بھی چھوٹتا نظر آ رہا تھا اس کا دل پھر رونے لگا تھا۔ آنکھیں بھیگ گئی تھیں اس کی نگاہ جب اپنے سامنے کمرے سے باہر اٹھی تو اس نے دیکھا ہسپتال کے کسی ڈرائیور نے اپنی سیاہ ڈانگری اور اسی رنگ کی چھجے دار ٹوپی خوب دھو کر لوہے کی تار پہ خشک ہونے کے لئے لٹکا رکھی تھی۔

بدر باہر آئی چور نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا پھر تار سے وہ ڈانگری اور ٹوپی اتار کر اپنے کمرے میں آ گئی شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے قینچی سے اپنے سر کے سارے بال کاٹ دیئے اور خوب تراش کر مردوں کی طرح بنا لئے پھر اس نے سر تولیے سے

خوب صاف کیا اور کنگھا لے کر مردوں کی طرح ترچھی مانگ نکال لی جلدی جلدی اس نے اپنے کپڑے اتارے اور ڈانگری پہن لی ایک بار باہر جھانک کر دیکھا پھر سر پہ ٹوپی رکھی اور عقبی دروازے سے وہ ہسپتال کی حدود سے باہر نکل گئی۔

گھومتی گھومتی وہ ٹیکسی سٹینڈ پہ آ نکلی اس کی اب کوئی منزل نہ تھی بیچاری دوبارہ دھکے کھانے پہ مجبور ہو گئی تھی ایک گرد اڑتی کی لڑکی سڑکوں پہ خشک پتے کی مانند بھٹک رہی تھی اس نے دیکھا سامنے دو لڑکے ٹیکسیاں صاف کر رہے ہیں وہ ناظم اور منو دونوں بھائی تھے وہ ان کے قریب آئی اور منت کے انداز میں کہا۔

کیوں بھیا جو کام تم دونوں کر رہے ہو مجھے بھی یہاں مل سکتا ہے۔ ناظم اور منو دونوں نے کام بند کر دیا اور اس کی طرف دیکھنے لگے ناظم نے آخر بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

تمہارا نام کیا ہے

بدر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

میرا نام بدر ہے

ناظم نے اس کی ہمت بندھائی اور اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا

روتے کیوں ہو دوست! گھبراؤ مت۔ تم رہتے کہاں ہو۔

بدر نے آنسو پونچھ لئے۔

میں مسافر ہوں اور کوئی ٹھکانہ نہیں

کوئی بات نہیں سب ہی مسافر ہیں ہم دونوں بھائی ہیں اور ٹیکسیاں صاف کرکے اپنا اور اپنی ماں اور چھوٹے بہن بھائیوں کا خرچ چلاتے ہیں مگر اس دور میں جس طرح کتا کتے کا بیری ہوتا ہے ایسے ہی وہ ہم ہمیشہ بھی آپس میں بیر رکھتے ہیں مگر ہم مزدور ہیں تم بھی مزدور ہو اور اس ناطے سے تم ہمارے بھائی ہو تم بڑی خوشی سے ہمارے ساتھ یہ کام کر سکتے ہو۔

بدر مسکرا دی

میں تم دونوں بھائیوں کا بے حد مشکور رہوں

تم رہو گے کہاں

بدر نے بڑی ہی مایوسی سے کہا

یہی اڈے پہ سو رہا کروں گا

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم دونوں بھائی نبی پورہ میں رہتے ہیں تم ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہو گے ہم تمہیں ایک علیحدہ کمرہ دے دیں گے کیوں ٹھیک ہے نا

بدر مطمئن ہو گئی

بالکل ٹھیک ہے

منو نے خوش ہوتے ہوئے ایک فالتو کپڑا اس کے کندھے پہ رکھ دیا

تو پھر شروع ہو جاؤ اللہ کا نام لیکر۔

بدر نے کپڑا لے لیا اور بڑی تیزی کے ساتھ وہ ٹیکسی صاف کرنے لگی۔ ناظم پھر بولا ابھی استاد آتا ہے تو ہم تمہاری اس سے بھی ملاقات کراتے ہیں۔

یہ استاد کون ہے

بس یہی سمجھ لو وہ اس اڈے کا مالک ہے کوئی بھی ٹیکسی ڈرائیور اس کی مرضی کے خلاف نہیں چل سکتا وہ سب کی حفاظت بھی کرتا ہے بڑا فولادی انسان ہے

بدر نے کچھ پریشانی سے پوچھا

بدمعاش تو نہیں

ارے نہیں نہیں۔ بڑا شریف اور ہمدرد انسان ہے۔ آنے ہی والا ہو گا تھوڑی دیر قبل ہی والٹن کی ایک سواری لے کر گیا ہے تم اس سے مل کر خوش ہو جاؤ گے۔ وہ ٹیکسی ڈرائیوروں کی یونین کا صدر بھی ہے ہم دونوں بھائیوں کی بہت مدد کرتا ہے بیچارہ

اتنے میں اس ٹیکسی کا ڈرائیور آگیا اس کے ساتھ دو سواریاں بھی تھیں اس نے آتے ہی ناظم سے کہا۔

بس کرو بھئی میں چلا اس نے ایک چونی ناظم اور ایک ہی چونی منو کو دی جب اس کی نگاہ بدر پہ پڑی تو اس نے پوچھا

تیسرا ساتھی کہاں سے لے آئے ہو؟
یہ ہمارا بھائی ہے۔ ناظم نے جواب دیا
ڈرائیور نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چونی نکال کر بدر کو بھی دے دی۔ بدر چند لمحوں تک اس چونی کو غور سے دیکھتی رہی اس کی محنت سے کمائی ہوئی وہ پہلی چونی تھی نا۔ اس نے مردوں کے انداز میں چونی کو چوما اور جیب میں رکھ لی
ناظم نے بدر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آؤ چائے پئیں وہ تینوں سٹینڈ کے سامنے والے ہوٹل میں آئے اور تین چائے منگوائیں بیرا جب واپس جانے لگا تو ناظم نے کہا۔
تین بند بھی لاؤ بھائی آج تو بھوک لگ گئی ہے۔ بیرا ایک ہی پلیٹ میں ان کے سامنے بند رکھ گیا اور وہ تینوں کھانے لگے
وہ ابھی چائے پی رہے تھے کہ سٹینڈ پر ایک ٹیکسی آکر رکی بدر نے کہا جلدی کرو ایک اور ٹیکسی آگئی ہے ناظم نے بڑی بددلی سے کہا
یہ بڑا بدمعاش ہے ٹیکسی والا یہ صاف تو کرا لیتا ہے اور دیتا بھی کچھ نہیں۔ اس نے صبح مجھے تھپڑ بھی مارا تھا۔ میں استاد کو بتاتا تو اس کی پسلیاں توڑ دیتا پھر میں نے سوچا خواہ مخواہ ہی میری وجہ سے جھگڑا ہو جائے گا۔
یہ ہے کون؟

چند ہی دن ہوئے ہیں یہ اور اس کا ایک دوست کراچی سے آئے ہیں اور یہاں ٹیکسی چلانے لگے ہیں۔ روز سب کو کہتا پھرتا ہے کہ میں اس سٹینڈ کا بدمعاش اور دادا ہوں جو میرے سامنے آیا پیس کر رکھ دوں گا۔ یہ ابھی تک استاد کے منہ نہیں آیا ورنہ ابھی تک وہ اس بدمعاش کا حلیہ بگاڑ چکا ہوتا۔
اسی دوران ہی ایک اور ٹیکسی سڑک پر آتی ہوئی دکھائی دی وہ بھی سٹینڈ کی طرف آرہی تھی۔ ناظم اس ٹیکسی کو دیکھتے ہی فوراً کھڑا ہو گیا۔
استاد آگیا۔ جلدی کرو اس کی گاڑی صاف کریں۔ آج صبح سے ہم نے اس کی گاڑی کو ہاتھ نہیں لگایا یہاں ٹھہرا ہی نہیں۔ فوراً ہی اسے سواری مل جاتی رہی ہے۔ ابھی تینوں بھائی مل کر اس کی گاڑی چمکا کر رکھ دیتے ہیں۔
وہ تینوں اٹھ کر سٹینڈ پر آکھڑے ہوئے اتنے میں وہ ٹیکسی بھی اس پہلی ٹیکسی کے پاس آکھڑی ہوئی جو اس سے پہلے وہاں آئی تھی اور جو کراچی کے بدمعاش شوکت کی تھی جسے عرف عام میں شیش ناگ کہتے تھے۔ وہ تینوں بعد میں آنے والی ٹیکسی کی طرف لپکے اور وہ ایاز کی ٹیکسی تھی۔ وہ ٹیکسی سے اترنے لگا تھا کہ ناظم نے دروازے میں سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

استاد! آج صفائی کرنے کے لئے ہمارا ایک اور ساتھی بھی آگیا ہے اس نے بدر کی طرف اشارہ کیا ایاز نے بدر کی طرف دیکھا۔ بدر نے ایاز کی طرف دیکھا دونوں کی نگاہیں ملیں اور پھر آپ ہی آپ جھک گئیں۔ بدر کے چہرے پر شرمندگی کا احساس تھا اور ایاز کے چہرے پر اداسی اور افسردگی کی گہری پرچھائیاں تھیں دونوں ایک دوسرے کو پہچان گئے تھے۔

ناظم نے پھر پوچھا

تم نے بتایا نہیں استاد کہ یہ یہاں کام کرے یا نہیں۔

ایاز نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ سلگا کر اس نے لمبا کش لیا کرتا رہے مجھے کیا اعتراض ہے۔

شکریہ استاد!

ایاز اب براہِ راست بدر سے مخاطب ہوا

تمہارا نام کیا ہے؟

بدر نے اپنا جھکا ہوا سر آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا اور مردہ سی آواز میں کہا۔

بدر!

کہاں رہتے ہو۔

ناظم فوراً بیچ میں بول پڑا۔

یہ آج ہی آیا ہے استاد! بیچارہ بے آسرا اور بے گھر ہے ہم نے اسے اپنا بھائی بنا لیا ہے یہ ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہے گا ہم اسے وہاں ایک علیحدہ کمرہ رہنے کو دے دیں گے۔

ایاز گہری سوچوں میں الجھ گیا تھا اس کے چہرے سے بہت کچھ پڑھا جا سکتا تھا تاہم اس نے اپنے چہرے پر عجیب سا ٹھہراؤ پیدا کر لیا تھا اس نے پھر بدر سے کہا یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں کوئی ناجائز تنگ کرے تو مجھے بتاؤ۔ یہ ناظم اور منو دونوں بڑے اچھے بچے ہیں ان سے تمہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں آپس میں ایسے رہو جس طرح ایک ہی خاندان کے بہن بھائی اتفاق سے رہتے ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں ایاز بدر کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

وہ تینوں مل کر ٹیکسی صاف کرنے لگے اور ایاز اندر ہی بیٹھا رہا وہ بجھا ہوا سا تھا جیسے بہت کچھ کھو چکا ہو۔ سگریٹ پیتے پیتے اس نے اپنا سر سٹیرنگ ویل پر رکھ دیا تھا اور پتہ نہیں کدھر کھو گیا تھا۔

اسی وقت شوکت اپنی ٹیکسی سے اترا اور کھا جانے والی نگاہوں سے ناظم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ تم لوگوں نے میری گاڑی کیوں نہیں صاف کی۔

ناظم کچھ خوفزدہ ہو گیا تھا ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پھیکی سی

آواز میں جواب دیا استاد کی گاڑی صاف کر لیں پھر آتے ہیں

شوکت نے جھلا کر کہا۔

ہمارے یہاں ہوتے ہوئے کوئی استاد نہیں پہلے میں آیا ہوں۔ چھوڑ دو اسے اور میری گاڑی صاف کرو ورنہ یاد رکھو تینوں کو مار کی ایسی کلف لگاؤں گا کہ یاد ہی رکھو گے۔ ناظم اور منو عجیب طرح کی سوالیہ نگاہوں سے ایاز کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بدر نے ادھر دھیان نہ دیا تھا اور وہ چپ چاپ گاڑی صاف کر رہی تھی۔

شوکت نے آگے بڑھ کر ناظم کا گریبان پکڑ لیا

چلتے ہو یا جماؤں دو ہاتھ۔ صبح کا تھپیڑ شاید بھول گئے ہو۔ ناظم ایاز کے سامنے آ کر پھر رک گیا اور ایک بار پھر بڑی آس کے ساتھ کہا

استاد سے پوچھ لوں پھر تمہاری گاڑی صاف کرتا ہوں۔

ایاز کا سر ابھی تک سٹیرنگ پر ٹکا ہوا تھا۔ بدر کے پاس کھڑا ہوا منو دکھ سے بڑبڑایا۔

آج استاد کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے ایسا اداس تو یہ کبھی نہ ہوا تھا کسی کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا۔ جس طرح اس شیش ناگ نے بھیا کا گریباں پکڑ لیا ہے استاد اس کی ہڈیاں پیس چکا ہوتا

بدر نے بھی پریشانی سے کہا

شاید یہ اس بدمعاش سے ڈرتا ہے۔

منو نے سر جھٹک دیا

نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ایسے کئی بدمعاش یہ پلے باندھ کر چلا جاتا ہے۔ بدر کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ ایاز نے سر اوپر اٹھایا۔ لہذا وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ ایاز نے غور سے شوکت اور ناظم کی طرف دیکھا پھر وہ دروازہ کھول کر باہر آیا اور چپ چاپ ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے شوکت کے ہاتھ سے ناظم کا گریباں چھڑا دیا وہ ابھی تک سگریٹ پی رہا تھا اور اپنے آپ میں نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہو۔ اور اس کے خوفناک انجام سے ابھی تک بہکا بہکا سا ہو۔

شوکت نے ایاز کا گریباں پکڑ لیا اور اسے خوب جھٹک کر کہا

انہیں کہو پہلے میری گاڑی صاف کریں

ناظم بھاگتا ہوا ایاز کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر زور زور سے ہلایا استاد کہاں کھو گئے ہو۔

ایاز چونک پڑا۔

ہائیں۔

ناظم نے اس بار اسے آگ لگا دی اور شوکت کی طرف اشارہ کیا استاد! اس نے صبح مجھے مارا تھا گاڑی صاف کرا کر بھی پیسے نہیں دیئے تھے۔ ایاز نے اس بار غور سے اپنے آپ کا جائزہ لیا۔ اپنا گریباں

شوکت کے ہاتھ میں دیکھ کر اس کے بدن نے جھرجھری لی اور آنکھیں آگ برسا گئیں۔

سگریٹ اس نے زمین پر پھینکا اور اسے پاؤں سے مسلتے ہوئے وہ چیتے کی سی پھرتی سے گھوما اور ایک ٹھوس سا مکا اس نے شوکت کے جبڑے پر دے مارا۔ شوکت تیورایا اور اپنی ٹیکسی پر گر گیا

وہ واپس گھوم کر آنا ہی چاہتا تھا کہ ایاز نے اسے پھر جا لیا اور اس کی پیٹھ پر لگاتار دو اور ہتھوڑوں کے سے مکے برسا دیئے۔ شوکت چکراتا ہوا ایک درخت کے پاس جا گرا ایاز پھر لپکا اور اس کے دونوں کندھے مضبوطی سے پکڑ کر اس نے خوب زور سے اس کی پیٹھ دوبارہ درخت کے ساتھ زور سے ٹکرائی۔ تجھے آج میں کتے کی موت نہ ماروں تو ایاز نام نہیں۔

درد کی شدت سے شوکت کراہ اٹھا تھا اور نڈھال سا ہوتا جا رہا تھا ناظم تیزی سے آگے بڑھا اور ایاز کے سامنے آتے ہوئے کہا اب چھوڑ دو اسے نہیں تو مر جائے گا۔

ایاز نے ناظم کو پیچھے ہٹا دیا اور جونہی اس نے ایک اور مکا شوکت کو مارنا چاہا۔ بدر نے بھاگ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا ایاز اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ بدر نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا کافی ہو گئی ہے اس کے ساتھ انسان ہوا تو سنبھل جائے گا۔ بدر اسے

کھینچتی ہوئی اس کی ٹیکسی کے پاس لے آئی۔

شوکت بھی اپنی ٹیکسی کے پاس آیا اور دانت پیستے ہوئے ایاز سے کہا میں دیکھوں گا تمہیں۔ میرا نام بھی شیش ناگ ہے۔ ایاز ہاتھ چھڑا کر پھر آگے بڑھا اور دھمکی آمیز لہجے میں شوکت سے کہا اس ناظم سے اپنے غلط رویے کی معافی مانگو ورنہ یاد رکھو یہ لاہور ہے یہاں تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی ایسا ماروں گا کہ کراچی کا نقشہ ہی بھول جاؤ گے۔

شوکت اسی طرح کھڑا رہا۔

ایاز پھر چلایا میں کہتا ہوں معافی مانگو ناظم سے ساتھ ہی ایک بھرپور ہاتھ اس کے شانے اور گردن کے پچھلے پر دے مارا۔ شوکت دوہرا ہو گیا اور ناظم کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ایاز بل کھاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا بڑا آیا کراچی کا بدمعاش

شوکت اپنی ٹیکسی میں بیٹھ گیا ایاز نے اپنے کپڑے درست کیئے اور بدر ناظم اور منو کو اشارے سے اپنے پاس بلایا وہ تینوں اس کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ ایاز نے ایک روپیہ ناظم اور ایک روپیہ منو کو دیتے ہوئے بدر سے پوچھا۔

تمہارے پاس انہیں کپڑوں کے علاوہ اور بھی کپڑے ہیں

بدر کا سر جھک گیا اور اس نے نفی میں سر ہلا دیا ایاز نے جیب سے

سو روپے کا نوٹ نکالا اور اس کی جیب میں ڈال دیا۔ یہ رکھ لو اور کپڑے بنوا لینا۔ پھر اس نے ایک روپیہ کا نوٹ نکالا اور وہ بھی اس کی جیب میں ڈال دیا

اور یہ تمہاری اس محنت کی اجرت ہے

ایاز سامنے والے ہوٹل کی طرف چلا گیا اور بدر اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس کی نگاہوں میں دور دور تک ہمدردی اور احسان مندی کی جھلک ہی جھلک تھی۔

ڈار انجینئرنگ کمپنی کے سامنے ایاز نے ٹیکسی رکی اور ظہیر کے آفس میں داخل ہوا وہ کسی آدمی کے ساتھ کاروباری گفتگو کر رہا تھا۔ ایاز کو دیکھتے ہی اس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی سے معافی چاہی

آپ تھوڑی دیر یہیں تشریف رکھیں میرے ایک مہمان آ گئے ہیں ان سے مل لوں ایاز کو لے کر وہ آفس سے ملحقہ ریفرشمنٹ روم میں چلا گیا۔ ظہیر کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھتے ہوئے ایاز نے پوچھا۔

زیادہ بزی ہو گیا ؟

ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے ہوئے ظہیر نے جواب دیا

کوئی خاص بات نہیں۔ تم کہو کوئی ضروری کام ہے کیا ؟

بالکل ضروری ہے۔ شازیہ ہسپتال سے فارغ ہو کر آ رہی ہے اب وہ

بالکل صحت مند ہے۔

ظہیر خوشی میں صوفے سے اچھل پڑا

سچ

تو میں نے کبھی جھوٹ بھی کہا ہے۔

نہیں، پھر کب آ رہی ہے وہ

اباز نے جیب سے شازیہ کا خط نکال کر اسے تھما دیا

یہ لو اس کا خط بھی پڑھ لو

ظہیر نے جلدی جلدی خط پڑھا اور اسے اباز کو لوٹاتے ہوئے پوچھا

اسے لینے کون جائے گا۔

اباز نے قدرے سر جھکا کر کہا

خادم جائے گا اور آج ہی جائے گا مگر ایک پرابلم ضرور ہے

وہ کیا؟

اسے رکھا کہاں جائے

فی الحال اپنے پاس ٹھہراؤ

مگر کب تک

اس کا بھی میں نے حل سوچ رکھا ہے۔ شازیہ کے یہاں آتے ہی اس سے شادی کر لوں گا میرے پاس ایک انٹرنیشنل پاسپورٹ بھی ہے۔ میں نے گھر والوں کو پہلے ہی آمادہ کر رکھا ہے کہ میں ایک دو ماہ کے لئے فارن کی

سیر کو جاؤں گا۔ ان کا بھی پروگرام ہے کہ میں فارن سے ہو آؤں پھر میری شادی کر دی جائے۔ میرے لئے انہوں نے لاکھوں کے جہیز کے بدلے ایک کروڑ پتی کی لڑکی کا انتخاب بھی کر رکھا ہے۔ لڑکی کا نام نادرہ ہے وہ خود یہاں لیڈی ڈاکٹر ہے اور اس کا باپ کنٹریکٹر ہے۔ میں اور شازیہ سکون سے کچھ ماہ باہر گزار آئے گی۔ اس طرح تبدیلی ہوا سے اس کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا اور پھر واپس آ کر میں اپنے ابو اور امی سے اپنی شادی کا ذکر کر دوں گا۔

اور اگر وہ ناراض ہوئے اور کوئی بڑا قدم اٹھانا چاہا۔

تم فکر نہ کرو۔ میرا نام ظہیر ہے میں ایک مزدور قسم کا انسان ہوں۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں شازیہ کو نہ چھوڑوں گا پہلے ہی میں نے اپنے والدین کی ناجائز ضد اور دھمکی میں آ کر اس بیچاری کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔

اباز کھڑا ہو گیا

بس جو میرے ذہن میں پرابلم تھا وہ تم نے خود ہی حل کر دیا ہے۔ میں اب چلتا ہوں اور آج ہی جا کر اسے لے آتا ہوں۔ ظہیر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

بیٹھو کھانا منگاتا ہوں دونوں بھائی مل کر کھاتے ہیں۔

اباز باہر نکل گیا۔

تم اپنے آفس میں جاؤ۔ وہ کوئی شریف انسان تمہارا انتظار کر رہا ہوگا میں گاڑی میں پٹرول ڈلواتا ہوں اور پھر ایک دو جگہ سے ہو کر بھاگنے والی بات کرتا ہوں

ظہیر کے پاس سے اٹھ کر ایاز ہسپتال آیا اور میڈیکل وارڈ کے ڈیوٹی روم میں داخل ہوا۔ سحر وہاں ہی تھی اور میز پہ ڈھیر سی ٹیبلٹ کو علیحدہ علیحدہ ڈبیوں میں ڈال رہی تھی ایاز کھنکارتا ہوا اندر داخل ہوا سحر اسے دیکھتے ہی مسکرا دی۔

شکر ہے تم نے بھی اتنے دنوں کے بعد ادھر کا چکر لگایا ہے

ایاز اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

وقت ہی نہیں ملتا کیا کروں۔ صبح چھ بجے ٹیکسی نکالتا ہوں اور رات بارہ ایک بجے گھر لوٹتا ہوں۔ اب تم خود ہی بتاؤ ہے وقت میرے پاس

ہاں جی! اب تو تمہیں ہمیں ملنے کو بھی ٹائم نہیں ملتا ویسے آج میں خود بھی تمہارے پاس جانے کا سوچ رہی تھی۔

خیریت تو ہے نا۔

میں ایک ماہ کی چھٹی گھر جا رہی ہوں۔ بڑے بھائی کی شادی ہے

ایاز ماند پڑھ گیا۔

کب تک جاؤ گی

ایک ہفتے تک چلی جاؤں گی۔

خط وغیرہ لکھو گی جا کر

سحر گہری سوچ میں پڑ گئی

کیسے لکھ سکوں گی خط۔ جب آپ کے میرے نام خط جائیں گے تو میں انہیں کیا کہوں گی کہ کس کا خط ہے۔

ویسے میں امی سے آپ کے متعلق بات ضرور کروں گی

میں شازیہ کو لینے جا رہا ہوں۔ چلو گی

چھٹی ہی نہیں ہے تو کیسے چلوں

ایاز واپس مڑ گیا

اچھا پھر میں چلا

سحر نے دوائیاں چھوڑ دیں

ٹھہرو! تھوڑی دیر بیٹھو۔ چائے منگواتی ہوں اور پی کر جاؤ۔

نہیں دیر ہو رہی ہے میں نے آج ہی واپس آنے کی بھی کوشش کرنی ہے

ایاز باہر نکل گیا۔

پٹرول پمپ سے اس نے پٹرول بھرا۔ اور پھر ٹیکسی سٹینڈ پر آیا، بدر ناظم اور منو ایک گاڑی دھو رہے تھے۔ وہ گاڑی کھڑی کر کے ان کے پاس آیا بدر اسے دیکھتے ہی مسکرا دی اور بڑے دلآویز لہجے میں پوچھا۔

آج بہت دیر سے آئے ہو۔

میں باہر جا رہا ہوں آج

بدر نے بڑی شکستہ دلی سے پوچھا

کہاں جا رہے ہو؟

مری۔ میری ایک منہ بولی بہن سینی ٹوریم میں زیر علاج تھی اسے لینے جا رہا ہوں۔

کب تک لوٹو گے

شام تک شاید آ ہی جاؤں گا

بدر نے بڑی آس اور توقع سے پوچھا

میں بھی چلوں ساتھ؟

ایاز نے سپاٹ سے لہجے میں کہہ دیا

نہیں میں اکیلا ہی جاؤں گا

بدر آبدیدہ سی ہو گئی اور ہونٹ کاٹنے لگی

ناظم نے بھی بدر کی حمایت کی

لے جاؤ نا ساتھ بھیا! دونوں باتیں کرتے جاؤ گے رونق رہے گی اور سفر بھی اچھا کٹ جائے گا۔

ایاز پھر انکار کر گیا

اوں ہوں میں اکیلا ٹھیک ہوں

بدر ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی اور منہ بسورنے لگی۔ ناظم نے

پھر کہا۔

دیکھو بھیا! وہ بچارا رو پڑا ہے یہ بڑا کمزور دل ہے بات بات پر رو دیتا ہے تم ضرور اسے ساتھ لے جاؤ آخر ساتھ لے جانے میں تمہارا حرج ہی کیا ہے

ایاز بدر کی طرف بڑھا

میں اس کا بندوبست کر لیتا ہوں۔

بدر کو پکڑ کر وہ ایک طرف لے گیا اور بڑی ہمدردی سے پوچھا

تم نے کپڑے بنا لیے ہیں۔

بدر سنبھل گئی تھی دھیمی سی آواز میں اس نے کہا

بنا لئے ہیں۔

ایک ڈانگری اور بنا لی ہے

کوئی اور کپڑا بنانا تھا۔ ڈانگری تو پہلے ہی تمہارے پاس ہے

سوالیہ انداز میں بدر نے اس کی طرف دیکھا۔

کیا کرتا بنا کر؟

ایاز اس کا مطلب سمجھ گیا۔ او مجھے خیال ہی نہ رہا تھا میں مری سے ہو آؤں پھر واپس آکر تمہارے لئے گرم کپڑوں کا بندوبست کروں گا ابھی تو سردی آرہی ہے اس ڈانگری میں کیسے گزارہ کرو گے ایاز نے جیب سے سو روپے نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

یہ بھی رکھ لو

بدر ذرا سا پیچھے ہٹ گئی

میرے پاس پیسے ہیں ۔

نوٹ ایاز نے زبردستی اس کی جیب میں ڈال دیا ایسے معاملے میں شرم نہ کیا کرو اور ہاں میرے بعد اس شوکت سے جھگڑا وغیرہ نہ کرنا اگر وہ زیادتی کرے تو ماجد ہے نا اسے بتانا وہ اس کا بندوبست کرے گا ۔ ایاز پیچھے ہٹا اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا ۔ سٹینڈ پر کھڑی ہو کر بدر اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک وہ دکھائی دیتا رہا جب وہ ایک ڈبل ڈیکر بس کی اوٹ میں ہو گیا تو وہ بوجھل سی طبیعت کے ساتھ پھر اپنے کام میں لگ گئی ۔

ایاز اسی روز واپس نہ آسکا تھا ۔ دوسرے روز کہیں جا کر وہ شازیہ کے ساتھ لوٹا تھا شازیہ کی صحت اب قابلِ رشک ہو گئی ہوئی تھی گھر آنے سے پہلے ایاز نے سحر کو بھی ساتھ لے لیا اور ہسپتال سے ظہیر کو بھی اپنے آنے کی اطلاع کر دی ۔ اپنے گھر میں گاڑی کھڑی کر کے ایاز نے پچھلا دروازہ کھولا سحر اور شازیہ بھی نیچے اتر گئیں ۔ ایاز نے شازیہ سے کہا ۔

یہ ہے تمہارے بھائی کا گھر

شازیہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے مسکرا دی ۔

بہترین گھر ہے بھیا

ایاز نے سحر سے کہا

سحر! تم دونوں بہنیں اندر جا کر بیٹھو میں کھانا لے آؤں ظہیر بھی آنے والا ہو گا پھر سب بیٹھ کر کھاتے ہیں اور ہاں مجھے برتن بھی نکال دو

سحر نے اسے برتن نکال کر دیئے اور شازیہ کو اندر لے گئی ۔ ایاز کھانا لینے چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد ظہیر آ گیا ۔ سحر اور شازیہ دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں ظہیر کو دیکھتے ہی شازیہ پھول کی طرح کھل گئی اور سرگوشی کے انداز میں اس نے سحر سے کہا

ظہیر آ گیا ہے ۔

سحر فوراً اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی

ظہیر شازیہ کے قریب آیا وہ کھڑی ہو گئی تھی دونوں ایک دوسرے کو کچھ دیر تک بڑی دلپسندی سے دیکھتے رہے پھر بھاگے اور ایک دوسرے سے لپٹ گئے ۔ پھر ظہیر نے اسے سہارا دے کر خود کرسی پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا

کیسی ہو اب! اس نے بڑے پیار سے پوچھا

شازیہ کے لبوں پر وہی پہلے والی مسکراہٹ تھی

بالکل ٹھیک ہوں ۔

اللہ کا شکر ہے کہ تم صحت مند ہو گئی ہو اور یہ ایاز کدھر گیا ہے ۔

کھانا لانے بازار گیا ہے۔

اور یہ لڑکی کون ہے جو اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی

ہسپتال میں نرس ہے اور ایاز سے ———

ظہیر نے ایک قہقہہ لگایا اور سمجھا واقعی ایاز کی پسند قابلِ داد ہے دونوں ہی شخصیت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں میں نے بہت لوگ دیکھے مگر ایاز جیسا با اخلاق ہمدرد اور مخلص انسان بہت ہی کم ملتا ہے۔

شازیہ نے بھی اس کی تائید کی۔

ایسے لوگ کبھی کبھی ہی پیدا ہوتے ہیں۔

اسی وقت ہی ایاز آگیا۔ گاڑی کھڑی کر کے وہ باہر نکلا اور آتے ہی ظہیر سے لپٹ گیا۔ میں راستے میں یہی سوچتا آ رہا تھا کہ تم آچکے ہو گے پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور شازیہ سے پوچھا

سحر کدھر گئی۔

وہ تو ساتھ والے کمرے میں ہے

ایاز نے وہیں کھڑے کھڑے آواز دی

سحر!

بڑی ہی میٹھی اور کھنکتی ہوئی آواز ساتھ والے کمرے سے ابھری جی

وہ گاڑی سے کھانا اتار کر لگاؤ نا اور کھائیں نہیں تو ٹھنڈا ہو جائے گا

شازیہ بھی کھڑی ہو گئی میں بھی اس کے ساتھ لگتی ہوں بھیا! ایاز خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اچھا جاؤ۔

شازیہ جب باہر چلی گئی تو ایاز نے ظہیر سے پوچھا

کیا پروگرام طے ہوا ہے۔

کیسا پروگرام!

یہیں تمہارا اور شازیہ کا اور کس کا

ہمارا پروگرام کیا ہونا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو اپنی طرف سے پوری طرح تیار ہوں۔

کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے نا کس طرح تیار ہو

یہی کہ پاسپورٹ تیار ہے۔ میں خود تیار ہوں جس روز شادی ہو گی اس کے دوسرے روز ہم دونوں یہاں سے چلے جائیں گے۔

ایاز نے خدشہ ظاہر کیا

گاڑی پر تمہارے گھر والے بھی تمہیں چڑھانے جائیں گے اس وقت شازیہ بھی جب تمہارے ساتھ ہو گی تو کوئی جھگڑا نہ اٹھ کھڑا ہو

ٹرین پر جائے گا ہی کون ہم دونوں یہاں سے کراچی بھی بائی ایئر جائیں گے میں اکیلا اپنے گھر والوں کے ساتھ ایئرپورٹ چلا جاؤں گا تم شازیہ کو ساتھ لے کر آ جانا اور بس معاملہ طے۔

ایاز مطمئن ہو گیا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔ مجھے تو صرف دو دن چاہئیں شازیہ کے لئے اس کی شادی کا ضروری ضروری سامان خریدونگا۔ اس کے بعد میں بھی تیار ہوں اس کے لئے تمہیں کتنی رقم درکار ہوگی

ایاز نے حیرت سے پوچھا۔

کیسی رقم ؟

بھئی شازیہ کی شادی کے انتظامات کے سلسلے میں

ایاز فوراً سنجیدہ ہو گیا

دیکھو ظہیر! وہ میری بہن ہے اور یہ سب اخراجات میں خود کروں گا

ظہیر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ شازیہ کمرے میں آئی۔

کھانا تیار ہے

ایاز کھڑا ہو گیا ظہیر کا ہاتھ پکڑا اور دونوں شازیہ کے ساتھ باہر نکل گئے۔

ظہیر اور شازیہ کی شادی ہو گئی تھی اور دونوں باہر جا چکے تھے۔ آج جب وہ سحر کو گاڑی چڑھا کر واپس اڈے پر آیا تو وہاں پانچ ٹیکسیاں پہلے ہی کھڑی تھیں اس نے اپنی گاڑی سب سے آخر میں کھڑی کی اور اندر ہی بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔ بدر، ناظم اور منو کے ساتھ جو گاڑی صاف کر رہی تھی وہ اس نے چھوڑ دی اور بھاگتی ہوئی ایاز کے پاس آکھڑی ہوئی اور ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے پوچھا

آج پھر دیر سے آئے ہو۔ پھر کہیں باہر جانے کا ارادہ تو نہیں۔

ایاز کہیں کھویا ہوا تھا اس نے کوئی جواب نہ دیا بدر نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔

کہاں کھو گئے ہو۔

ایاز چونک سا گیا جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور کش لگانے لگا جواب اس نے پھر بھی کوئی نہ دیا تھا بدر نے پھر اس کا شانہ ہلایا

بولتے کیوں نہیں ہو

بجھی ہوئی آواز میں ایاز نے کہا

کیا بولوں

میرا مطلب ہے آج اداس کیوں ہو؟

ایاز ٹال گیا

نہیں تو

بدر کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی کہ ایک رکشہ ایاز کی گاڑی کے پاس آکر رکی اور نجم اس میں سے اترا بدر کو دیکھتے ہی اس نے بڑے تعجب سے پوچھا

ارے بدر! تم یہاں اور اس حالت میں تم کالج نہیں جاتی ہو کیا

بدر اسے دیکھتے ہی سراسیمہ سی ہو گی اس نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے منت کرتے کے انداز میں کہا

نجم بھائی! خدا کے لئے چپ رہو یہ میری مجبوری ہے اس کی تشہیر نہ کرو نجم غمزدہ سا ہو گیا

تم تو کروڑ پتی کی لڑکی ہو تمہیں کیا مجبوری ہے؟

بدر رو پڑی اور نجم کے پاؤں پکڑ لیے۔

خدارا خاموش رہو بھیا! میں یہاں مرد بن کر کام کر رہی ہوں اگر میرا راز فاش ہو گیا تو میں ایک بار پھر جگہ جگہ کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاؤں گی۔

نجم تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا اور رندھی ہوئی آواز میں کہا

بھائی کہہ رہی ہو تو پھر بتاؤ کیا مجبوری ہے تمہیں؟

بدر کھڑی ہو گئی علیحدگی میں بیٹھ کر بتاؤں گی بھیا!

نجم نے آگے بڑھ کر ایاز کی ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول دیا

ادھر آکر بیٹھو! اور بتاؤ کیا بیتی تم پر

بدر ایاز کی طرف دیکھنے لگ گئی جیسے اس کی اجازت چاہ رہی ہو نجم نے اس کی ہمت بندھائی۔ ایاز کی طرف کیا دیکھتی ہو وہ کچھ نہیں کہتا میں ذمہ دار ہوں تم آؤ بیٹھ جاؤ۔

بدر اندر بیٹھ گئی۔ نجم باہر ہی دروازے کے پاس کھڑا رہا ایاز اسی طرح خاموش اور چپ بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا اور بدر رو رو کر نجم کو اپنی تاریک رات کی طرح سیاہ کہانی سنا رہی تھی نجم بھی رو پڑا تھا۔ بدر نے دیکھا ایاز بھی اپنی آنکھیں خشک کر رہا تھا

بدر اپنی کہانی کہہ کر خاموش ہو گئی اور سر جھکائے رونے لگی نجم نے اسے دلاسہ دیا رونے سے کیا حاصل بدر! جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ہم تمہیں مزید دھکے نہ کھانے دیں گے۔ آج سے تم میری بہن ہو اور میں خود تمہاری

حفاظت کروں گا۔ تم رہ کہاں رہی ہو۔
ڈانگری کی آستین سے بدر نے اپنے آنسو صاف کیے
ناظم اور سنو نے اپنے گھر بس ایک کمرہ دے رکھا ہے، اس میں رہتی ہوں
نجم نے ایاز کی طرف دیکھا وہ اسی طرح کھویا کھویا سا بیٹھا تھا
نجم نے ہاتھ کے اشارے سے بدر کو باہر آنے کے لئے کہا، وہ چپ چاپ دروازہ کھول کر باہر آ گئی نجم اسے اپنے رکشے کی اوٹ میں لے گیا اور سرگوشی کے انداز میں کہا
ایک بات پوچھتا ہوں سچ سچ کہنا
پوچھو!
آہستہ بولو ایاز نہ سن لے کیا تم اس سے محبت کرتی ہو
کس سے؟
یہی اپنے ایاز سے اور کس سے
بدر بیچاری خاموشی سے نجم کو گھورنے لگی۔
بتاؤ بتاؤ، شرماتی کیوں ہو کیا تمہیں محبت ہے اس سے
بدر نے سر جھکا لیا۔
ہاں میں نے زندگی میں آج تک کسی سے محبت نہیں کی میں اس لفظ سے چڑ جاتی تھی یہ پہلی ہستی ہے جسے میں نے دل کی گہرائیوں سے ٹوٹ کر پیار کیا ہے، اس کے بغیر جینے کا اب میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔

نجم نے اس کے کان میں کہا
تم فکر نہ کرنا میں آج سے ایاز کو تم سے شادی پر آمادہ کرنا شروع کر دوں گا اور مجھے امید ہے میں اسے تم سے شادی کرنے پر مجبور کر دوں گا
بدر خوشی میں مسکرا اٹھی۔
سچ بھیا!
تم خود دیکھ لینا میں ایک روز ایسا کر دکھاؤں گا
نجم ایاز کے پاس آیا اور اس کا سر پکڑ کر ہلایا
کہاں ہو آج؟
ایاز فوراً سنبھل گیا اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا
ذرا تھکاوٹ اور سستی محسوس ہو رہی ہے آؤ چائے پینے چلیں
نہیں میں جلدی میں ہوں گارڈن ٹاؤن سے ایک سواری لے کر ریلوے سٹیشن جانا ہے اس نے اپنی رکشہ سٹارٹ کی اور چلا گیا، ایاز وہیں کھڑے کھڑے پھر سگریٹ پینے لگا اور بدر گاڑی صاف کرنے لگی۔
اتنے میں ناظم آ گیا اور منہ بسورتے ہوئے ایاز سے کہا
دیکھو بھیا، وہ شوکت ابھی آیا ہے اور گاڑی پہلے نمبر پر کھڑی کر لی ہے، دو تین ڈرائیوروں نے منع بھی کیا ہے مگر باز نہیں آتا آج اس کا ایک ساتھی بھی اس کے ساتھ آیا ہے اور خواہ مخواہ میں جھگڑا کرنے پر تلے ہوئے ہیں

جواب میں ایاز نے کچھ بھی نہ کہا اور گاڑی میں بیٹھ گیا ۔ بدر بھی دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی ناظم جلدی جلدی دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گیا ۔ ایاز نے گاڑی لا کر شوکت کی گاڑی کے اوپر کر دی ۔ شوکت اور اس کا ساتھی گاڑی سے باہر آئے شوکت ایاز کے قریب آتا ہوا بولا

اپنے نمبر پر جا کر گاڑی کھڑی کرو

ایاز نے کوئی جواب نہ دیا اور سگریٹ سلگانے کے لئے پیکٹ جیب سے نکالا ۔ شوکت نے ہاتھ اندر بڑھا کر اس کا گریبان پکڑ لیا ۔

سنا نہیں تم نے

بدر گھبرا گئی تھی ۔ ایاز نے اپنا گریبان چھڑا کر اسے پیچھے دھکیل دیا دوبارہ جب وہ ایاز کے قریب آیا تو ایاز نے دروازہ کھول کر بڑی تیزی سے پیچھے گھمایا جو شوکت کو لگا اور وہ چکرا کر زمین پر گر گیا ایاز باہر نکلا اور اس پر پاؤں کی ٹھوکروں سے بوچھاڑ کر دی ۔ اس کا دوسرا ساتھی جب آگے آیا تو وہاں کھڑے چند ڈرائیوروں نے اسے پکڑ لیا اور مارنا شروع کر دیا کچھ ڈرائیور شوکت کی طرف بھی آئے اور اس پر مکوں کی بارش کر دی ۔ ایاز اب خاموش کھڑا انہیں پٹتا دیکھ رہا تھا جب وہ خوب پٹ چکے تو ایاز نے ڈرائیوروں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے شوکت کو پاؤں کی سخت ٹھوکر ماری

اٹھو اور اپنی گاڑی اپنے نمبر پر لے جاؤ

شوکت اٹھا اور چپ چاپ اپنے ساتھی کے ساتھ گاڑی وہاں سے نکال کر سب سے آخر میں جا کھڑی کی ۔ ایاز سامنے والے ہوٹل میں داخل ہوا اور ایک خالی میز پر خاموشی سے بیٹھ گیا ۔

وہ ابھی تک سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ اس کے کانوں میں کسی کی آواز ٹکرائی ۔

میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں ۔

ایاز نے نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھا ۔ بدر کھڑی تھی اور اسے ٹکٹکی باندھے رہی تھی ایاز نے اپنے سامنے کرسی کی طرف اشارہ کیا ۔

بیٹھ جاؤ

بدر بیٹھ گئی ۔ اور دوبارہ اس نے عمزدہ سے لہجے میں پوچھا

آج اس قدر اداس کیوں ہو ۔ مجھے یاد بار پوچھنے کا حق تو نہیں پہنچتا پھر بھی میں ———

ایاز ٹال گیا ۔

ایسی کوئی بات نہیں ۔ تم بتاؤ کھانا تم نے ابھی کھانا ہے نا ۔

ہاں کھانا تو ابھی کھانا ہے ۔

ایاز نے میز پر پڑا ہوا گلاس اٹھایا اور اس سے ٹیبل کھٹکھٹایا بیرا

فوراً اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

ایاز نے گلاس رکھ دیا

کیا پکا ہے

بیرہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا

آلو گوشت، گوبھی گوشت، بھنا مصالحہ، چکن مصالحہ، پالک گوشت مٹر قیمہ، مچھلی، خالی سبزی، سادہ گوشت۔

دو چکن مصالحہ اور ساتھ دو پلیٹ دہی بھی لے آؤ۔ جلدی کرو۔ کہیں نے جانا بھی ہے۔

بیرے نے فی الفور ان کے سامنے کھانا لگا دیا اور وہ کھانے لگ گئے اس کے بعد دونوں نے چائے پی ایاز نے بل ادا کیا اور باہر آ کر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا، بدر بھی دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور دھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا

میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں ایاز!

اس کی طرف دیکھے بغیر ایاز نے کہا

کہہ دو جو کہنا ہے

میری بربادی کی کہانی تم نے سن لی ہوگی

سن چکا ہوں

میں اس زندگی سے تنگ آ گئی ہوں میں تم سے پناہ اور سہارے کی

درخواست کرتی ہوں، اس کے ساتھ ہی بدر آگے بڑھی اور ایاز کے پاؤں پکڑ لیئے

ایاز نے اس کے ہاتھ پیچھے ہٹا دیئے اور طنزاً کہا

میں نے شروع میں ہی تم سے کہا نہ تھا کہ رضوان کے ساتھ مت گھومو!

غلطی ہو گئی تھی، معاف کر دو

میں تمہاری اور نجم کی گفتگو سن چکا ہوں میرے کان بہت باریک ہیں وہ بیوقوف ہے جس نے تمہیں جھوٹی تسلی دے دی ہے میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔

بدر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

کیا میں وجہ پوچھ سکتی ہوں

میری کچھ مجبوریاں ہیں

کیا مجبوریاں ہیں تمہاری

جو میں تم سے کہہ نہیں سکتا، ایاز نے اسے پرانی ٹھوکر لگائی، میں ایک معمولی ٹیکسی ڈرائیور ہوں مجھے تو تمہارے ساتھ اس سلسلہ میں بات کرنے کی جرأت بھی نہ کرنی چاہیئے

بدر زیادہ رو دی

خدا کے لئے اب طنز کے تیر نہ مارو ایاز، میں تم سے پھر معافی مانگتی ہوں

اس نے دوبارہ ایاز کے پاؤں پکڑنا چاہے مگر ایاز نے اسے ایسا نہ

کر نے دیا ۔

دیکھو بدر! جہاں تک شادی کا تعلق ہے میرا جواب اب بھی اور سو سال بعد بھی نہیں ہی گا ۔ شادی میں تمہارے ساتھ نہ کرنا چاہتا ہوں اور نہ کروں گا ۔ رہی تمہاری حفاظت اور کفالت تو اسے میں اپنا فرض سمجھوں گا ۔

ایاز کی ٹیکسی کی طرف کچھ سواریاں آگئیں ۔ بدر بیچاری آستین سے آنسو پونچھتی ہوئی نیچے اتر گئی ۔ اور ایاز سواریاں لے کر چلا گیا ۔

دوسرے روز سہ پہر کے قریب اس نے اپنی ٹیکسی سٹینڈ پہ لا کھڑی کی اور اپنی باری کا انتظار کرنے لگا ۔ تھوڑی دیر بعد ناظم اور منو آ گئے اور اس کی گاڑی پر کپڑا مارنے لگے ۔ آج بدر ان کے ساتھ نہ تھی ۔ ایاز نے سر باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا مگر وہ کہیں بھی دکھائی نہ دے رہی تھی ۔ ایاز نے مجبوراً ناظم سے پوچھا ۔

آج بدر کہاں ہے ناظم !

ناظم کا رنگ پھیکا ہو گیا تھا بڑی ہی افسردگی سے اس نے جواب دیا

وہ بیمار ہے بھیا !

ایاز نے پریشانی سے پوچھا ۔

بیمار ہے ؟

ہاں بھیّا! اسے کل کا سخت بخار ہے۔ کل یہاں سے وہ باری چلا گیا
تھا، وہ اپنے جسم کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتا اور رو رہا تھا بیچارہ شاید کسی
نے اس کا دل دکھایا ہے۔ ہم نے تو اسے نہیں کچھ کہا بھیّا، اس نے ہمیں بھی
اپنے کمرے سے نکال دیا تھا ہم دونوں بھائی باہر کھڑے ہو کر سنتے
رہے تھے وہ ساری رات ہچکیاں لے لے کر روتا رہا ہے، بخبر نہیں
کیا ہو گیا اسے۔

ایاز کا سر جھک گیا تھا اور وہ بے حد پریشان دکھائی دے رہا تھا
ناظم نے پھر کہا

ہم سے تو اس کی حالت نہیں دیکھی جاتی بھیّا بچارے کا نہ باپ نہ ماں
نہ بہن نہ بھائی۔ اسے کچھ ہو گیا تو ہم بھی گنہگار رہیں گے بھیّا، میں نے اسے
کہا تھا کہ چلو تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں تو وہ کہتا تھا کہ میری زندگی
کے دن اب پورے ہو گئے ہیں میں اس کمرے میں ہی تڑپ تڑپ کر
مر جاؤں گا۔

ایاز اور زیادہ بیتاب ہو گیا۔

تم بیٹھو میرے ساتھ میں اسے خود ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں
ناظم گاڑی میں بیٹھ گیا۔ منو تم بھی رہو ہم ابھی آتے ہیں
ناظم کے گھر کے سامنے ایاز نے گاڑی روکی۔ ناظم نے ایک کمرے
کی طرف اشارہ کیا اس کمرے میں ہے بھیّا، تم اکیلے ہی اندر جاؤ

میرے ساتھ تو وہ ناراض ہو گا

ایاز دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا معمولی اور بوسیدہ سی ایک کھاٹ
پر میلی سی ایک چادر بچھی ہوئی تھی، کوئی تکیہ وغیرہ نہ تھا وہ ٹکٹکی باندھے
چھت کی طرف دیکھ رہی تھی اور آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے رخساروں
پر بہتے ہوئے اس میلی چادر کو بھگو رہے تھے۔ ایاز نے دیکھا اس کی
آنکھیں لال سرخ ہو گئی تھی ایاز کے اندر آنے کا بھی اس نے کوئی نوٹس
نہ لیا اور اسی طرح وہ پڑی رہی اور آنسو بہتے رہے۔

ایاز نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا

بدر!

بدر نے بڑی مشکل سے سر گھما کر اپنی سرخ ہوئی آنکھوں سے ایاز کی
طرف دیکھا پھر دوبارہ اس نے چھت کی طرف ٹکٹکی باندھ لی
ایاز نے پھر اسے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

اٹھو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں، ایاز نے جب اس کے بدن
کو ہاتھ لگایا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گرم لوہے کو چھو لیا گیا ہو۔
بدر نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور ہچکیاں لے کر روتے ہوئے کہا
میں اب کہیں نہیں جاؤں گا ایاز! مجھے اسی کمرے میں پڑے رہنے دو اور
سکون سے مرنے دو۔ ایاز نے اس کا رخ پھر اپنی طرف کیا اور اپنے
رومال سے اس کے آنسو پونچھے۔

نچے نہ بنو! دیکھو تو تمہیں کتنا تیز بخار ہے میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں فوراً ٹھیک ہو جاؤ گے۔

بدر نے بڑی مایوسی سے جواب دیا

جاؤ چلے جاؤ ایاز! مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ میں اب مرنا چاہتا ہوں اسی طرح مجھے اس زندگی سے نجات مل سکتی ہے۔ اب مجھے کسی کی حفاظت اور کفالت کی ضرورت نہیں۔

ایاز کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر بدر کو چارپائی سے اٹھا لیا۔ بدر نے اس بار کوئی اعتراض اور مزاحمت نہ کی ایاز اسے گاڑی میں لایا اور اپنے ساتھ بٹھا لیا ناظم پیچھے بیٹھ گیا۔ سٹینڈ پر آ کر ناظم کو اس نے اتار دیا اور ٹیکسی وہ انار کلی کے پاس لے آیا اور ایک دوکان میں گھس گیا وہاں سے اس نے تین سلے سلائے زنانہ جوڑے خریدے جو خاصے قیمتی تھے پھر دو ساڑھیاں بھی لیں۔ بالکل ایسی ہی جیسی اس نے سحر کے لئے خریدی تھیں اور ساتھ ہی اس نے دو بڑے تولیے بھی لے لئے۔ پھر وہ ساتھ والی دکان میں گیا اور دو زنانہ جوتے بھی خرید لئے۔

دوبارہ وہ ٹیکسی میں آیا اور سارے کپڑے اور جوتے اس نے بدر کے پاس رکھ دیئے اور بڑی ہمدردی سے کہا۔

یہ ڈانگری اتار دو اور ان کپڑوں میں سے کوئی جوڑا پہن لو۔

بدر نے انکار کر دیا

میں نہیں پہنوں گی

جلدی کرو دیر ہو رہی ہے میں نے ابھی ڈاکٹر کے پاس بھی جانا ہے

بدر نے کپڑے ایک طرف رکھ دیئے

میں نہیں پہنتی یہی ٹھیک ہے

ایاز نے ذرا سی ناراضگی میں پوچھا

نہیں پہنو گی؟

بدر نے غور سے ایاز کی طرف دیکھا پھر اس کے گلابی ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

پہنتی ہوں پہلے تم ایک طرف تو ہٹو۔

ایاز بھی مسکرا دیا اور سمجھا۔ اچھا ذرا ٹھہرو۔ وہ اندر آیا اور گاڑی کے سارے پردے کھینچ کر اس نے شیشے ڈھانپ دیئے پھر دروازہ بند کر دیا اور وہ پیچھے ہٹ کر سگریٹ پینے لگا۔

کچھ دیر تک اندر کھسر پھسر ہوتی رہی پھر بدر کی آواز آئی

آ جاؤ ایاز۔

ایاز دروازہ کھول کر اندر آیا۔ بدر ڈانگری اتار کر ساڑھی پہن چکی تھی اور بے حد خوبصورت دکھائی دے رہی تھی اس موقع پر سحر بھی اگر اس کے پاس ہوتی تو یوں دکھائی دیتی جیسے موتی کے پاس پتھر پڑا ہو

اپنی ڈانگری، جوتے اور ٹوپی بدر نے پچھلی سیٹ پر رکھ دیئے تھے اس کے بال اب گردن تک آگئے ہوئے تھے اور بڑے خوبصورت لگ رہے تھے۔ بیمار ہونے اور ٹیکسی میں بند ہونے کے باوجود اس نے ساڑھی کچھ ایسی مہارت سے پہنی تھی کہ داد دینے کو جی چاہتا تھا

ایاز اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا

دھیمے سے مسکراتے ہوئے بدر نے کہا

اب چلو کیا دیکھ رہے ہو پہلے تو شور کر رہے تھے۔ دیر ہو رہی ہے

ایاز نے جیب سے کنگھی نکال کر اسے دی

پہلے اپنے بال تو ٹھیک کر دو

بدر نے جلدی جلدی بال ٹھیک کر کے کنگھی لوٹا دی

چلو نا اب

ایاز نے اب اسے تولیہ تھما دیا

اپنا منہ بھی صاف کر دو

ایاز نے گاڑی چلا دی اور بدر تولیہ لے کر منہ صاف کرنے لگی۔

ایک لیڈی ڈاکٹر کے کلینک کے باہر ایاز نے گاڑی روکی اور پھر بدر کو سہارا دیتا ہوا اندر لے گیا۔ چمکتی ہوئی نئی سنہری ساڑھی اور نئی جمپی میں بدر یوں لگ رہی تھی جیسے کوئی نئی نویلی دلہن ہو۔

لیڈی ڈاکٹر نے بدر کا معائنہ کرنے کے بعد ایاز سے کہا۔

انہیں کوئی بیماری تو نہیں ویسے میں دوائی لکھ کر دے رہی ہوں۔ ہر تین گھنٹے بعد انہیں کھلاتے رہیئے بس انہیں آپ خوش رکھنے کی کوشش کریں

کھانے میں کیا دیں۔ ایاز نے ڈاکٹر سے پوچھا

جو مرضی دیں ویسے فروٹ کا استعمال زیادہ رکھیں کیا یہ آپ کی بیوی ہے؟

ایاز جلدی میں کہہ گیا

جی

ڈاکٹر نے حیرت سے کہا

کمال ہے پھر ان کی یہ حالت کیسے ہو گئی ہے بہرحال آپ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ ایاز کے اس جواب پر بدر کی عجیب حالت تھی اندر ہی اندر وہ بے حد خوش تھی مگر کمال ضبط سے کام لیتے ہوئے اس نے اپنے چہرے پر متانت پھیلا رکھی تھی۔

ایاز نے پھر پوچھا

انہیں بیماری کیا ہے ڈاکٹر!

ڈاکٹر مسکرا دی

آپ بھی بھولے ہی ہیں میں نے کہا ہے نا آپ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں خود ہی ٹھیک ہو جائے گی

بدر کو سہارا دے کر ایاز پھر باہر لایا اور گاڑی میں بٹھانے کے بعد وہ سامنے والے میڈیکل سٹور کی طرف چلا گیا۔ بدر نے آہستہ سے پوچھا

اب کہاں چلے ہو۔

ایاز نے اسے ڈاکٹر کی چٹ دکھائی

یہ دوائی نہ لاؤں

بدر اس کا انتظار کرنے لگی دوائی لے کر وہ واپس آیا اور گاڑی پھر چل دی اب وہ نبی پورہ کی بجائے وحدت کالونی کی طرف جا رہا تھا۔ بدر نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کدھر جا رہے ہو؟

ایاز نے اس کی طرف دیکھے بغیر ہی کہا

اپنے گھر

بدر خاموش ہو گئی اور سامنے دیکھنے لگی اس کے چہرے پر دور دور تک خوشی اور سکون ہی سکون تھا

ایاز گھر داخل ہوا ٹیکسی روک کر وہ نیچے اترا اور بدر کی طرف آتے ہوئے اس نے پوچھا۔

چل لو گی یا میں لے چلوں اندر؟ اس نے دروازہ بھی کھول دیا

بدر گاڑی سے باہر نکلنے لگی۔

کوشش کر کے دیکھتی ہوں

گاڑی سے وہ باہر نکلی اور دروازہ پکڑ کر کھڑی ہو گئی

ایاز نے اس کے دونوں کندھے پکڑ کر تھام لیا

نہیں چل سکو گی میرے ساتھ آہستہ آہستہ چلو

ایاز بدر کو کمرے میں لایا اور اپنے بستر پر لٹا دیا۔ پھر وہ باہر آیا۔ گاڑی سے بدر کے کپڑے نکالے ساتھ ہی پانی کا ایک گلاس بھر کر

اندر لے گیا۔ کپڑے اس نے صوفے پر رکھ دیئے اور پانی کا گلاس میز
پر رکھتے ہوئے اس نے کوٹ کی جیب سے ڈاکٹر کی لکھی ہوئی دوائی کی
ایک پڑیا نکالی اور بدر کے سر تلے اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے اسے
بٹھلاتے ہوئے کہا۔

دوائی پی لو؟

بدر نے دونوں تکیے نیچے اوپر رکھے اور ان کی ٹیک لیتے ہوئے کہا

رہنے دو دوائی اب میں ٹھیک ہو جاؤں گی

ایاز نے دوائی اس کی ہتھیلی پر رکھی اور پانی کا گلاس آگے بڑھا دیا

پی لو ورنہ پھر بخار ہو جائے گا۔

بدر نے دوائی پی لی۔ گلاس لے کر ایاز نے میز پر رکھا اور پھر بدر سے کہا

یہ تمہارے دوسرے کپڑے بھی پڑے ہیں۔ ڈریس بدلنا چاہتی ہو تو بدل لو

میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔

بدر نے پریشانی سے کہا

کدھر جا رہے ہو۔ تو میں کیا یہاں اکیلی پڑی رہوں

تم کوئی سڑک پر تھوڑی ہی پڑی ہو یہ اپنا گھر ہے میں تمہارے لئے کچھ
چیزیں لانے بازار تک جاؤں گا اور جلدی ہی واپس آ جاؤں گا

شام بھی ہو رہی ہے؟

کیا ہوا میں ساری لائیٹیں آن کر جاتا ہوں

اچھا جلدی جاؤ اور جلدی آؤ

ایاز نے ساتھ والے کمرے میں سے کھانے کا تھرماس لیا اور
چلا گیا بازار سے اس نے کھانا لیا پھر بدر کے لئے تین چار قسم کا فروٹ
خریدا اور جب وہ گھر واپس آیا تو نجم بھی آیا ہوا تھا اور بدر کے پاس
بیٹھا باتیں کر رہا تھا ایاز نے کھانا اور فروٹ دونوں بدر کے پاس میز
پر رکھ دیئے اور پھر نجم سے پوچھا

کس وقت آئے ہو

کافی دیر ہو گئی۔ شاید جس وقت تم گئے تھے اسی وقت ہی میں آ گیا تھا
مجھے تو بھوک بھی سخت لگی ہوئی ہے شکر ہے تم کھانا بھی لے آئے ہو۔

تو کھا لو نا۔ دیکھتے کیا ہو

بیٹھو پھر

میں تو پہلے نہاؤں گا پھر کھاؤں گا کھانا۔ بدر سے پوچھ لو اگر اس کا دل چاہتا
ہے کھانے کو تو تم دونوں بہن بھائی کھا لو۔ میرا کیا ہے بعد میں کھا لوں گا

نجم ہنس دیا

آج تو بڑے مسکین بن رہے ہو۔ شاید بدر کی وجہ سے، ہم اکیلے کیسے
کھا سکتے ہیں۔ تم نہا لو تو سب ہی بیٹھ کر کھائیں گے۔ ساتھ ہی اس نے
بدر سے پوچھا

کیوں بدر! تم بھی کھانا کھاؤ گی نا

بدر نے بیزاری کے انداز میں سر ہلا دیا
نہیں بھیا جی میں چاہتا تم دونوں بھائی یہیں بیٹھ جاؤ اور کھالو
ایاز نہانے چلا گیا۔ نجم اور بدر باتیں کرتے رہے پھر دونوں نے مل کر کھانا کھایا نجم اٹھ کر برتن سمیٹ آیا پھر وہ رات تقریباً گیارہ بجے تک بدر کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے، ایاز کو شاید نیند آ رہی تھی اس نے جمائی لیتے ہوئے نجم سے کہا
مجھے تو نیند آ رہی ہے، تم یہی بدر کے پاس ہی بیٹھو اور یہ میز پہ جو دوائی پڑی ہے اسے ہر تین گھنٹے بعد اسے کھلانا ہے۔
نجم کھڑا ہو گیا اور ایاز کے کندھے دبانے لگا
میرا اچھا چھوٹا بھائی نہیں ؟ مجھے آج سخت نیند آ رہی ہے تھکا ہوا بھی ہوں، تم خود ہی بیٹھو یہاں ساتھ ہی اس نے شرارت سے بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر یہاں بیٹھنے کا حق بھی تمہارا ہی بنتا ہے
قبل اس کے ایاز کچھ کہتا نجم باہر جا چکا تھا۔ ایاز نے اٹھ کر بدر کو دوائی دی اور کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گیا، بدر آہستہ آہستہ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی
کیا بات ہے ایاز نے پوچھا
بدر نے صوفے پہ پڑے ہوئے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا
مجھے وہ کپڑے دے دو میں ساڑھی اتار کر شلوار قمیض پہن لوں۔

ایاز اٹھا اور وہ کپڑے اٹھا کر اس نے بدر کے سامنے رکھے اور خود کمرے سے باہر نکل گیا بستر پہ بیٹھے ہی بیٹھے بدر نے ساڑھی اتار کر شلوار قمیض پہن لی اور دوبارہ لیٹ گئی، ایاز ابھی تک باہر ہی تھا۔ بدر نے کچھ دیر انتظار کیا پھر بھی جب وہ نہ آیا تو اس نے ایاز کو پکارا
ایاز !
ساتھ والے کمرے سے اس کی آواز آئی
جی
ادھر کیوں بیٹھ گئے ہو، آجاؤ نا ادھر
تم نے کپڑے بدل لئے ہیں
ہاں
ایاز اندر آیا میز پہ بدر کی ساڑھی پڑی ہوئی جسے اس نے اٹھا کر صوفے پہ رکھ دیا اور کرسی پہ جم گیا اور میز کے نچلے خانے میں پڑی ہوئی چار کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھائی اور پڑھنے لگا۔ بدر۔۔۔ اسے کافی دیر تک بڑی پر شوق نگاہوں سے دیکھتی رہی، پھر نیند اس پہ غلبہ کر گئی اور وہ سو گئی
صبح جب بدر کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ ایاز کے دونوں پاؤں بوٹوں سمیت اس کی چھاتی پہ پڑے تھے کرسی کی پشت پہ اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا اور وہ سویا ہوا تھا، کافی دیر تک بدر اسے

اس حالت میں میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھتی رہی اس نے اپنی چھاتی سے اس کے پاؤں نہ ہٹائے تھے اپنے بدن میں اب وہ کافی تقویت محسوس کر رہی تھی، رات پسینہ آنے سے اس کا بخار اتر چکا تھا اور اب صحت مند اور چاک و چوبند دکھائی دے رہی تھی

کافی دیر تک بدر اسے اس حالت میں دیکھتی رہی، ایاز کے پاؤں اس کے اوپر ہی پڑے رہے، پھر اس نے بستر سے ہاتھ باہر نکالے ایاز کے بوٹوں کے تسمے کھول کے بوٹ علیحدہ کر کے اس نے جرابیں بھی اتاریں اور اپنا سر اوپر اٹھا کر اس نے کئی بار ایاز کے دونوں پاؤں چوم لئے اس کے بعد بدر نے ایاز کے پاؤں اپنے گالوں پر کھینچ لئے اور اپنے ہاتھوں سے انہیں آہستہ آہستہ سہلاتے ہوئے اس نے بیخودی کے عالم میں آنکھیں بند کر لیں ۔

مگر زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ ایاز نے پاؤں کھینچ لئے، بدر نے دیکھا وہ آنکھیں ملتا ہوا کھڑا ہو گیا اس کی آنکھیں بوجھل تھیں شاید ساری رات جاگتا رہا تھا بدر بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

دوائی پیو گی ایاز نے پوچھا

بدر اپنے کپڑے درست کرتی ہوئی پلنگ سے نیچے اتر گئی اور جوتے پہننے لگی اب دوائی کی ضرورت نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں

بدر آگے بڑھی اور ایاز کے ہاتھ پکڑ لئے

بوٹ کیوں پہن رہے ہو؟

ایاز نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا

تو کیا کروں ؟

تم ساری رات جاگتے رہے ہو سو جاؤ اٹھ کر

دوسرے کمرے میں جا کر سوتا ہوں آج ویسے بھی میں نے گاڑی نہیں لے جانی ۔

بدر نے اس کے بوٹ اتار دیئے

اسی بستر پر لیٹ جاؤ

ایاز عجیب سی شش و پنج اور تذبذب میں پڑا ہوا تھا بدر نے اس کے ہاتھ کھینچ کر اٹھایا اور بستر پر بیٹھا دیا، ایاز ایسے لگ رہا تھا جیسے سحر زدہ سا ہو گیا ہو، بدر نے اس کی چھاتی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے لٹا دیا اور اس پر چادر ڈال کر وہ باہر آ گئی اور نجم کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا

نجم ! نجم بھائی !

نجم آنکھیں ملتا ہوا اٹھا چپل پہن کر وہ باہر آیا اور حیرت سے پوچھا

تم اتنی جلدی ہی اٹھ گئی ہو بدر، رات کو تم بیمار تھی اور ابھی بھاگتی پھرتی ہو، کیا چکر ہے یہ ؟

بدر ہنس دی

اب میں بالکل ٹھیک ہوں

ہاں یہاں آکر تم نے ٹھیک تو ہونا ہی تھا۔ اب بولو میرے لئے کیا حکم ہے۔

تم ذرا بازار سے مجھے ناشتے کا سامان لا دو

تو ناشتہ گھر پر پکے گا

ہاں

نجم نے خوشی میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا

او دل بھابی! چہ چہ چہ سوری! ابھی تو تم میری بہن ہی ہو ویسے گھبراؤ مت آج میں ایاز سے شادی کی بات کروں گا اور شام تک تم دونوں کا نکاح بھی کرا دوں گا۔ بدر شرماتی ہوئی واپس مڑ گئی۔

نجم نے پھر کہا

ارے اس میں شرم کیسی۔ شادی تو تم دونوں کی ہونا ہی ہے۔ اور ہاں تم تھوڑی دیر آرام کرو میں ناشتے کا سامان بھی لے آتا ہوں اور یہ بھی بتا آؤں گا کہ آج میں رکشہ نہ چلاؤں گا اور ایاز کہاں ہے۔

بدر پھر رک گئی۔

ساری رات میرے پاس بیٹھ کر جاگتا رہا ہے ابھی میں نے اسے اپنے بستر میں سلا دیا ہے۔

جاگتا رہا ہے تو کوئی احسان نہیں کیا یہ اس کا فرض تھا۔

بدر مسکرا کر رہ گئی

نجم نے جلدی جلدی غسل کیا اور ایاز کی گاڑی لے کر چلا گیا۔

بدر نے ایک لمبی سی چھڑی کے ساتھ کپڑا باندھا پہلے سارے کمروں کی دیواروں کو خوب جھاڑا پھر ایاز اور نجم کے سارے میلے کپڑے نکال کر غسل خانے کے پاس ڈھیر لگا دیا اور غسل خانے سے پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر اس نے سارے کمرے خوب مانجھ کر دھو ڈالے

جب وہ ایاز کا کمرہ دھو کر باہر نکلنے لگی تو اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ فرش پر گر گئی بالٹی بھی فرش پر لگی۔ کمرے میں کھٹکا ہونے سے ایاز فوراً جاگ اٹھا۔ اس نے دیکھا بدر فرش پر گری ہوئی ہے اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھڑی ہو گئی۔ ایاز نے دیکھا اس نے آستینیں چڑھا رکھی ہیں شلوار بھی اوپر چڑھی ہوئی تھی اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے لرٹ اپنی صحیح جگہ پہ پڑے تھے اور چارپائی کے پاس اس کی چپل رکھ دی گئی تھی۔ بدر اتنے میں باہر نکل گئی تھی ایاز نے بھی جلدی جلدی چپل پہنی اور باہر آیا۔ برآمدے میں کپڑوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور اس کے پاس بدر کھڑی تھی۔ بالٹی ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہی تھی۔ ایاز نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

یہ تم کیا کر رہی ہو؟

بدر نے بڑے بھولے پن سے کہا۔

کمروں کی صفائی کی ہے ۔

ایاز نے پھر کر سارے کمرے دیکھے اور دوبارہ بدر کے پاس
آتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ سے بالٹی لے لی اور سختی سے کہا
تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا ۔ صبح سویرے ہی تم نے یہ پلان کھول
لیا ، دوبارہ بیمار ہو جاؤ گی تو پھر شور کرو گی ۔ ہٹ جاؤ ایاز چلے جاؤ
مجھے مرنے دو

بدر کے لب مسکرا اٹھے ۔

اب نہیں کہوں گی

پر صبح ہی صبح نہیں کیا مصیبت آن پڑی ہے یہ سب کچھ کرنے کی ۔
بس صفائی کر دی ہے

اور یہ کپڑے کیوں ڈھیر کر دیئے ہیں

انہیں دھوؤں گی

ایاز نے اس کا بازو پکڑ کر کمرے کی طرف دھکیل دیا

جاؤ آرام کرو جا کر رات کو بخار اترا ہے اور صبح کو دھوبی گھاٹ کھول
لیا ہے پھر پڑ جاؤ گی چارپائی پر اور روتی رہو گی

بدر منہ بسورنے لگی

کہا تو ہے نہیں بخار ہو گا اب ؟ وہ پھر باہر آئی اور کپڑے سمیٹنے لگی

ان کو اب کیا کرنے لگی ہو ۔ دھوبی آئے گا آج تو اسے دے دیں گے

مت دھونا تم ۔

میں دھوتی رہی مجھے ٹھیک کر کے اندر تو رکھنے دو نا

اتنے میں نجم آ گیا اور دونوں کو جھگڑتے دیکھ کر پوچھا

کیا بات ہو گئی ہے

ایاز نے پھر خفگی سے کہا

دیکھو اس بدر کی حالت رات کے وقت اسے کتنا تیز بخار تھا اور
اب صبح ہی صبح اٹھ کر اس نے سارے کمرے جھاڑ دھوئے اور اب
یہ سارے کپڑے دھونے لگی ہے نجم نے ایک بار سارے کمروں کا جائزہ
لیا اور دوبارہ بدر کے پاس آ کر کہا

کمرے تو تم نے اچھا کیا دھو ڈالے ہیں بہن پر یہ کپڑے رہنے دو ۔

بدر کپڑے اٹھانے لگی

نجم نے پھر پوچھا

کیا کرنے لگی ہو ۔

انہیں اٹھا کر اندر تو رکھ دوں نا

تم پیچھے ہٹ جاؤ بس خود رکھ لیتا ہوں تم جا کر گاڑی سے ناشتے کا سامان
نکال لو اور ناشتہ تیار کرو ۔ باورچی خانے میں چولہا اور ہر چیز موجود ہے

بدر پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی

میں ہر چیز دیکھ چکی ہوں ۔

نجم کپڑے اٹھا کر اندر لے گیا تو ایاز نے بدر سے پوچھا
تم ناشتے کا بھی انتظام کر رہی ہو
ناشتہ ہی نہیں اب کھانا بھی یہیں پکے گا تم نہا لو جا کر اتنی دیر میں میں ناشتہ تیار کر لیتی ہوں ایاز نے کچھ دیر غور سے بدر کی طرف دیکھا اور پھر غسل خانے میں چلا گیا۔ بدر گاڑی سے سامان نکال نکال کر باورچی خانے میں رکھنے لگی۔

آخر بدر سے شادی کرنے میں تمہارا جاتا ہی کیا ہے حالات کی ستائی ہوئی لڑکی کو سہارا دینا کیا انسانیت کا تقاضا نہیں کیا ایک حالات کے ہاتھوں ستائی ہوئی لڑکی کو اس کے پاؤں پر دوبارہ کھڑا کرنا انسانی فرض نہیں تم شاید یہ سمجھ کر انکار کر رہے ہو کہ وہ بیچاری بے آبرو ہو چکی ہے مگر اس کا بھی کیا قصور میرے اور تم جیسے مردوں نے ہی اسے غلط راہ پر ڈالا کیا یہ انصاف ہے کہ ایک بار وہ پھر ٹیکسیاں صاف کرتی پھرے اور جگہ جگہ۔ گلی گلی، سڑک سڑک اور در بدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرے
اس کو غلط راہ پر ڈالنے والا مرد
اسے بھٹکانے کا ذمہ دار مرد۔
اس کی عزت لوٹنے والا مرد

اسے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرنے والا مرد
اس کی ساری تباہیوں اور بربادیوں کا ذمہ دار مرد ——— پھر
پھر اسے سہارا دینے والا بھی کیوں نہ مرد ہی ہو اسے صحیح راہ پر ڈالنے
والا بھی مرد ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لئے کوئی عورت تو نہیں آئے گی
جو اس کے ان دکھوں کا ازالہ کرے گی تمہیں اس سے شادی کرنا ہو گی
یہ میرا فیصلہ ہے نجم اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایاز پر برس رہا تھا
جس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور کمرے سے باہر بدر کھڑی ان کی
ساری گفتگو سن رہی تھی اپنا جھکا ہوا سر ایاز نے اوپر اٹھایا اس کے
چہرے پر گہری ویرانی تھی سرد سی آواز میں اس نے جواب دیا۔
میں مجبور ہوں نجم!
کوئی مجبوری نہیں تم صرف ٹالنا چاہتے ہو۔
اگر میں کہوں کہ میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں تو پھر؟
تو پھر یہ جھوٹ ہے
میں کیسے پھر تمہیں یقین دلاؤں؟
تو تم شادی نہیں کرو گے بدر سے
میں نے کہہ دیا ہے کہ میں مجبور ہوں اس سے میں شادی نہیں کر سکتا
نجم کھڑا ہو گیا
ٹھیک ہے تمہاری مرضی پھر میں اس کا بھائی ہوں وہ میری بہن ہے
میں اسے سنبھال لوں گا۔ میں اسے سہارا دوں گا میں اس گھر میں ہی نہ رہوں گا
جس میں تم جیسا سنگدل بے رحم اور جلاد قسم کا انسان لیتا ہے
نجم باہر آیا برآمدے میں بدر دیوار کا سہارا لئے رو رہی تھی
نجم نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ تم کیوں رو رہی ہو
جب تک میں زندہ ہوں تمہیں رونے کی کیا ضرورت ہے میں تمہارا
بھائی ہوں پگلی میں کماؤں گا اور تم کھانا میں اپنا سامان لے لوں
اور چلیں یہاں سے اب ہم ایک پل بھی اس کے ہاں نہیں رہیں گے
تم بھی اس کے کپڑے اتار دو اور ڈانگری پہن لو میں خود تمہیں آج ہی
اس سے بھی اچھے کپڑے لے کر دوں گا۔ بدر کھڑی سسک سسک
کر روتی رہی۔ نجم نے پھر کہا۔
چلو چلیں میری بہن ہم اپنا کرائے پر کوئی مکان لے لیں گے اور
اس کی نگاہوں سے دور وہاں رہیں گے۔ خدا کی زمین بڑی وسیع
ہے۔ انسان کسی کو کیا ترسے گا۔ میں اپنے کمرے میں جا کر اپنا سامان سمیٹتا
ہوں اتنی دیر تک اپنے کپڑے تبدیل کر لو۔
نجم اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بدر ایاز کے کمرے میں آئی اور
ساڑھی اتار کر اس نے ڈانگری پہن لی۔ برآمدے میں آ کر نجم نے اسے
پکارا۔
چلو بدر چلیں۔

بدر باہر آئی اور دونوں بہن بھائی بیرونی گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ بدر اس خیال سے کہ شاید ایاز باہر نکلے اور انہیں روک لے بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہی تھی مگر ایسا نہ ہوا ایاز باہر آتا دکھائی نہ دیا اور وہ گیٹ کے پاس پہنچ گئے۔

گیٹ کا ایک دروازہ کھلا تھا اور ایک بند تھا جب وہ دروازے سے باہر جانے لگے تو بند دروازے کے پیچھے سے ایک ہاتھ نکلا اور ان کا راستہ روک لیا۔ بدر پہچان گئی تھی وہ ایاز کا ہاتھ تھا۔ وہ دونوں باہر آئے انہوں نے دیکھا کہ ایاز دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا وہ سخت نڈھال سا ہو رہا تھا۔ اس کے پاؤں کے قریب ہی سیاہ رنگ کا ایک اٹیچی بھی پڑا ہوا تھا نجم نے بڑی ترش روی میں اس سے پوچھا۔

اب کیا کہتے ہو ہمیں؟

ایاز نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اور قریب ہی پڑا ہوا اٹیچی کیس اٹھائے ہوئے اس نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔

تم دونوں بہن بھائی یہاں رہو میں خود ہی اس گھر کو چھوڑ رہا ہوں ساتھ ہی اس کی آنکھیں بھیگ گئیں اور اس نے سر جھکا لیا۔

میری وجہ سے تم دونوں کو دکھ پہنچا ہے۔ میں شرمندہ ہوں تم دونوں یہیں رہو میں چلا جاتا ہوں میں مجرم ہوں گنہگار ہوں مجھے جگہ جگہ اور

در بدر کی ٹھوکریں کھانے دو یہی میری سزا ہے اور یہی اس سلوک کا خمیازہ ہے جو میں نے تم سے روا رکھا ہے۔

بدر بری طرح رو پڑی تھی

نجم نے بھی دکھ بھرے لہجے میں کہا

یہ تمہارا گھر ہے میاں! تم اپنے گھر میں رہو خدا کی زمین بہت وسیع ہے وہ ہمارے لئے بھی کوئی ٹھکانہ پیدا کر دے گا۔ وہ رازق ہے اور پتھر میں کیڑے کو بھی رزق فراہم کرتا ہے تمہیں ہم دونوں سے نفرت ہے ہم جا رہے ہیں اب اکیلے اس گھر میں خوش اور شاد رہو

ایاز نے دونوں کو دھکیل کر مکان کے اندر کر دیا اور پھر فوراً دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا اٹیچی زمین پر رکھ دیا اور دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

تم کہیں نہیں جاؤ گے نجم! یہیں رہو گے میرے پاس اس نے اکھڑتی ہوئی آواز میں کہا۔

نجم نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولنا چاہا

ہم اب یہاں نہیں رہیں گے

ایاز نے اسے ہاتھ سے پیچھے دھکیل دیا

تم کہیں نہیں جاؤ گے نجم! جاؤ دونوں اندر چلے جاؤ اگر مجھ سے اتنی ہی نفرت ہے تو مجھے کہو میں خود یہاں سے دفع ہو جاتا ہوں

پھر تو تمہیں کوئی تنگ کرنے والا نہ ہو گا

نجم نے اپنا اٹیچی زمین پہ رکھ دیا

ہم ایک شرط پہ یہاں رہیں گے

کیا شرط ہے؟

وہی شادی کی

ہارے ہوئے جواری کی طرح ایاز نے کہا

مجھے سوچنے کے لئے کچھ مہلت دو۔

ہم پھر چلتے ہیں۔ تم سوچتے رہو جب سوچ چکو تو مجھے سٹینڈ پہ اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا۔ ساتھ ہی نجم نے پھر دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو ایاز نے ایک بار پھر اسے پیچھے دھکیل دیا اور اس بار وہ غصے میں کانپتی ہوئی آواز میں بولا

تم نہیں جاؤ گے نجم

نجم بھی غصے میں آ گیا

ہم ضرور جائیں گے تمہیں ہمیں روکنے کا کوئی حق نہیں ایاز کو پیچھے ہٹا کر نجم نے دروازہ کھولنا چاہا اور جونہی اس نے قدم باہر رکھنے کی کوشش کی ایاز نے منت کے انداز میں کہا

ٹھہرو نجم

نجم رک گیا۔ کہو۔

ایک بار میں پھر تم سے التجا کرتا ہوں کہ نہ جاؤ

میں اب پختہ ارادہ کر چکا ہوں جسے بھی تبدیل نہیں کروں گا

اگر میں شادی پر رضامند ہو جاؤں تو پھر

نجم نے اٹیچی رکھ دیا اور حیرت سے پوچھا

تم شادی کے لئے رضامند ہو جاؤ گے۔

ایاز کا سر جھک گیا

ہاں نجم میں بدر سے شادی کے لئے تیار ہوں تم دونوں یہیں رہو تمہارے بغیر رہنے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ نجم نے ایاز کو سینے سے لگا لیا۔

او ایاز! تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے اب میں کہیں نہ جاؤں گا۔ ان دونوں کے ایک طرف کھڑی بدر کی ہونٹوں پہ خوشی کی بے کراں مسکراہٹ تھی۔

تم کب تک شادی کے لئے تیار ہو، نجم نے پوچھا

جب تمہارا جی چاہے۔

میری تو مرضی ہے آج ہی شام سے پہلے پہلے ہو جائے

جس طرح مرضی ہے کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

نجم اٹیچی وہیں چھوڑ کر ایاز کی گاڑی کی طرف بھاگا۔

میں ابھی جا کر بدر کے لئے شادی کے کپڑے لاتا ہوں۔ اور پھر آ کر مولوی صاحب

کر بلا لاؤں گا۔ وہ زور زور سے کہہ رہا تھا۔

آج میں بہت خوش ہوں ایاز بے حد خوش ہوں میں

ایاز نے گیٹ کھول دیا اور نجم گاڑی لے کر چلا گیا۔ ایاز وہیں کھڑے کھڑے چند لمحوں تک بدر کو گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اس نے بدر کا کان پکڑ لیا اور ذرا سا کھینچا

تم نے وہ کپڑے اتار کر یہ ڈانگری کیوں پہنی ہے۔

بدر نے کوئی جواب نہ دیا

ایاز نے کان زور سے کھینچا

بولتی کیوں نہیں ہو۔

ذرا غصے میں بدر نے جواب دیا۔

نجم بھائی نے کہا تھا تو میں نے اتار دیئے۔

ایاز نے اس کا کان چھوڑ دیا

ہوں بڑی آئی بھائی کی تابعدار۔

بدر کمرے میں آگئی ایاز نے بھی دونوں اٹیچی اٹھائے اور کمرے میں لاکر اس کے پاس رکھ دیئے اب نکالو ان میں سے کپڑے اور ٹھیک کر کے رکھو۔ بدر نے کوئی جواب نہ دیا ایاز نے آگے بڑھ کر پھر اس کا کان پکڑ لیا

بولتی کیوں نہیں ہو؟

بجھی ہوئی سی آواز میں بدر نے کہا

میں نہیں تم سے بولوں گی

کیوں نہیں بولو گی

تم نے شادی کرنے سے کیوں انکار کیا

ایاز بات کو ٹالنے لگا

ارے یہ تو مذاق تھا۔

تم نے کہا تھا تمہیں کسی اور سے محبت ہے کیا یہ بھی مذاق تھا

بالکل مذاق تھا

بدر نے فوراً اسے گھورا۔

سچ کہتے ہو

بالکل سچ کہتا ہوں

بدر مسکرا اٹھی اور ایاز کے ہاتھ تھام لئے

بس اب مجھے دنیا کی ہر چیز مل گئی ہے۔

نجم اندر آیا اس کے ہاتھ میں تین پیکٹ تھے ایاز اور بدر کو دیکھتے ہی اس نے کہا ارے تم دونوں کی تھوڑی دیر تک شادی ہونے والی ہے اور تم یہاں اکٹھے بیٹھے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ اجازت ہے تم دونوں کو اس نے ان کے سامنے بدر کی شادی کا سرخ سوٹ پھیلا دیا۔ ایاز اور بدر دونوں دیکھنے لگے نجم کرسی پر بیٹھ گیا

اور میز بجاتے ہوئے گانے لگا

ویر میرا گھوڑی چڑھیا

گھوڑی چڑھیا نی سیو گھوڑی چڑھیا

وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ ایاز اور بدر بھی اس کی حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ نجم پھر کھڑا ہو گیا

بدر تم یہ سوٹ پہن لو اور ایاز تم اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔ میں مولوی صاحب کو بلانے جا رہا ہوں ایاز چپ چاپ اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

نجم جا کر مولوی صاحب کو پکڑ لایا اور شام سے ذرا پہلے ہی ایاز اور بدر کی شادی ہو گئی۔

شادی کے دوسرے روز بدر صبح سویرے ہی اٹھی ہوئی تھی۔ پہلے اس نے اپنا اور ایاز کا کمرہ خوب اچھی طرح صاف کیا۔ ہر چیز قرینے سے سجا کر رکھی سارے بکسوں اور اٹیچی کیسوں سے کپڑے نکال کر ایاز کے نئے جوڑے اور پرانے کپڑے علیحدہ علیحدہ رکھنے کے بعد اس نے ایک اٹیچی میں اپنے کپڑے جو ابھی تک صوفہ پر ہی پڑے ہوئے تھے رکھ دیئے۔ دو اٹیچی بالکل خالی ہو گئے تھے وہ اس نے سب سے اوپر رکھ دیئے۔

سورج چڑھنے والا ہو گیا تھا۔ وہ پہلے جلدی جلدی نہائی ڈریس تبدیل کیا اور ناشتہ تیار کرنے بیٹھ گئی اتنے میں نجم بھی جاگ اٹھا اور نہا کر تیار ہونے کے بعد وہ باورچی خانے میں آیا اور بدر سے

کہا ناشتہ ملے گا بھابی !
لفظ بھابی پر بدر کچھ شرما سی گئی ۔ تاہم اس نے اس کے متعلق کچھ کہا نہیں ۔

ناشتہ تیار ہے بھیا تم اپنے کمرے میں چلو میں وہیں لاتی ہوں

نجم وہیں بیٹھ گیا ۔ چھوڑو کمرے میں لانے کو ۔ دو میں کھاؤں اور جاؤں آج ویسے بھی کچھ دیر ہو گئی ہے ایاز کہاں ہے ؟

وہ تو ابھی تک سویا ہوا ہے ۔

سونے دو اسے ۔ کہنا آج گاڑی نہ چلائے آرام کرے ۔ نئی شادی ہے کچھ دن اب گھر ہی رہے ۔ بدر نے اسے ناشتہ دیا اور وہ کھا کر چلا گیا ۔

بدر بھی ناشتہ تیار کر کے اپنے کمرے میں آئی اور ایاز کے پلنگ پر بیٹھ گئی وہ چت لیٹا ہوا تھا ۔ تھوڑی دیر تک نظر بھر کر وہ اسے دیکھتی رہی پھر اپنی لمبی لمبی خوبصورت اور مخروطی انگلیاں اس نے ایاز کے بالوں میں پھیرنا شروع کر دیں اور ساتھ ہی بڑے پیار سے اس نے اسے پکارا ۔

ایاز !

ایاز نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور بدر کے دونو بازو پکڑ لئے اور جب اس نے اس کے بازو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچے تو بدر

نے اپنا جسم ایاز کی چھاتی پر ڈال دینے کے بعد اپنے سرخ گلابی گال ایاز کے گالوں پر رکھ دیئے اور دوبارہ اس نے میٹھی اور پیار بھری آواز میں کہا

اٹھو نا اب !

ایاز نے اپنے دونوں بازو بدر کی گردن کے گرد لپیٹ دیئے

خود تو اٹھنے نہیں دے رہی ہو ۔ اور خود ہی کہتی ہو اٹھو نا

بدر بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے کہا ۔

بہت شریر ہو ۔ خود ہی تو مجھے اپنے اوپر کھینچا اور الزام بھی مجھ پر ہی کہ میں اٹھنے نہیں دیتی ساتھ ہی اس نے ایاز کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کھڑے ہوتے ہوئے اس نے ایاز کے بازو کھینچے ۔

چلو اٹھو پھر

ایاز کھڑا ہو گیا

نجم نہیں اٹھا

وہ تو ناشتہ کر کے چلا بھی گیا ہے ۔ کہہ رہا تھا ایاز سے کہنا آج گاڑی نہ لے جائے اور آرام کرے ۔

یہ کوئی کہنے کی بات ہے آج چھوڑ میں کئی دن گاڑی نہیں لے جاؤں گا تم جیسی پری کو چھوڑ کے کس کا دل باہر جانے کو چاہتا ہے ۔

بدر شرما گئی ۔

سب تعریف ہے

ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

بخدا یہ تعریف نہیں بدر! حقیقت ہے

بدر نے اس کی کمر میں اپنا ہاتھ ڈال دیا

اچھا چلو نہا لو ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ بدر اسے غسل خانے کی طرف لے گئی۔

ایاز جب نہا کر نکلا تو بدر صوفے پر بیٹھی تھی اس نے اپنے سامنے ایاز کے سارے بوٹ ڈھیر کر رکھے تھے اور انہیں پالش کر رہی تھی۔ ایاز اندر آیا اور بدر کے ہاتھ سے اس نے برش چھین لیا۔

یہ کیا ہو رہا ہے۔

بدر نے ہاتھ بڑھا کر پھر برش لینا چاہا

پالش کر رہی ہوں

ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا۔

اٹھو اور ہاتھ دھو کر آؤ یہ تمہارا کام نہیں تم اس گھر کی ملازمہ نہیں میری بیوی ہو اور میاں بیوی کے حقوق برابر کے ہوتے ہیں سارے کام تم ہی کرتی رہو گی تو میں کیا کروں گا

بدر کھڑی ہو گئی۔

جان! میں اپنی خوشی سے کر رہی ہوں

اوں ہوں تم مت کرو یہ میرا کام ہے۔ دیکھو تمہاری ساڑھی پر پالش گری ہوئی ہے اسے صاف کرو اور جاؤ جا کر اپنے ہاتھ دھوؤ

بدر جا کر ہاتھ دھو آئی۔ دونوں نے اکٹھے بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ پھر ایاز نے شیو کی اور منہ دھو کر تولیے سے صاف کرتے ہوئے اس نے بدر سے کہا

میرا اچھا سا کوئی سوٹ نکالو بدر۔

صوفے پر بیٹھی ہوئی بدر کھڑی ہو گئی

جائیں گے کہیں؟

ہاں۔ آج ہم دونوں منے کو لانے جائیں گے

بدر نے بڑی حیرت سے پوچھا

منے کو لانے؟

ہاں وہ تمہارا منا نہیں مشن ہسپتال میں کیا نام بتایا تھا تم نے۔ ہاں کنور اسے لینے جائیں گے نا آج؟ بدر عجیب طرح سے ایاز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایاز نے آگے بڑھ کر اس کا بازو ہلایا کیا سوچنے لگ گئی ہو کیا وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے

بدر چونک پڑی

ہے کیوں نہیں

کیا تمہیں اس سے محبت نہیں۔

بدر کا سر جھک گیا تھا۔

اور کیا تم میری بیوی نہیں ہو؟

ہوں

تو پھر جس طرح وہ تمہارا بیٹا ایسے ہی میرا بھی وہ بیٹا ہے۔ جیسی محبت تم اس سے کرتی ہو ایسی ہی محبت میں بھی اسے دوں گا تم اگر اس کی ماں ہو تو آج سے میں اس کا باپ ہوں۔ میں اسے باپ کی محرومی کا احساس تک نہ ہونے دوں گا

بدر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اور وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ایاز سے لپٹ گئی، تم بہت بلند ہو ایاز! مجھے تم جیسے شوہر پر فخر ہے۔ میں ساری زندگی تمہارے پاؤں دھو دھو کر پیتی رہوں تو بھی تمہارے احسانوں کا بوجھ کم نہیں کر سکتی۔

پیار سے ایاز نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

مجھے زیادہ شرمندہ نہ کرو جان! اب جلدی تیاری کرو اور چلیں

بدر نے ایاز کا ایک نیا سوٹ باہر نکالا ایاز اتنی دیر تک اپنے بوٹ پالش کرنے لگ گیا تھا۔ بدر بھاگ کر آگے بڑھی اور ایاز کا ہاتھ پکڑ لیا

میں پالش کرتی ہوں جان!

پھر وہی بات کرتی ہو نا۔ یہ تمہارا کام نہیں۔

نہ ہی میرا کام ہے مجھے آپ کا کام کرتے ہوئے دلی مسرت ہوتی ہے

تو تم استری گرم کرو اور میرا سوٹ استری کر دو اور کالے بکس میں بجلی کی استری پڑی ہے ایسے کام تم کرو میں کبھی منع نہیں کروں گا۔ اور ہاں اپنی چپل بھی مجھے دے دو میں پالش کر دیتا ہوں۔

بدر اس کے پہلو میں بیٹھ گئی

ہائے جان توبہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بیوی کے جوتے مرد تھوڑا ہی پالش کرتے ہیں۔

یہ سب پرانی اور فرسودہ باتیں ہیں بدر۔ یہ جاہل لوگوں کا کام ہے کہ بیوی پہلے شوہر کو کھانا کھلاتی ہے۔ مرد تو کرسی پر بیٹھ کر کھاتا ہے اور عورت فرش پر بیٹھ کر اسے دیکھتی رہتی ہے اور جب وہ کھانا کھا چکتا ہے تو بعد میں اس کا بچا کھچا نیچے بیٹھ کر کھا لیتی ہے۔ یہ بیہودہ لوگوں کا کام ہے۔

میں آج تمہاری چپل ضرور پالش کر کے یہ ثابت کروں گا کہ بیوی شوہر کے گھر میں برابر کی حصہ دار ہے اگر تم میرا کام کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتی ہو تو میں بھی تمہارا کام کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں گا۔ بدر خوشی سے بے قابو ہو گئی اور ایاز سے لپٹتے ہوئے اس نے اس کا گال چوم لیا۔

تم فرشتہ ہو ایاز اس نے اپنی دونوں بانہیں سختی کے ساتھ ایاز

کی گردن کے گرد لپیٹ دی تھیں۔ ایاز ہنس دیا

زیادہ زور نہ لگاؤ جان، میرا گلا گھٹ جائے گا۔

گردن چھوڑ کر بدر نے اس کی چھاتی کے گرد اپنے بازو لپیٹ دیئے اور سکون کے ساتھ وہ اس کے کشادہ سینے سے لگ گئی۔ ایاز نے بڑی چاہت کے ساتھ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔

بدر! تم میری جان ہو۔ میری بیوی ہو۔ اور اس گھر کی مالک ہو تم جو جی میں آئے کرو میں تمہاری ہر بات اور ہر فیصلہ تسلیم کروں گا۔

بدر نے ایاز کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں دو موتی، دو موٹے آنسو بھی آ گئے تھے۔

ایاز نے پریشانی سے پوچھا

تم رو رہی ہو جان!

بدر بھیگے ہوئے پھول کی طرح مسکرا دی

خوشی کے آنسو ہیں جان

اچھا تم اٹھو اور سوٹ استری کرو میں جوتے پالش کر کے گاڑی کو کپڑا مارتا ہوں پھر دونوں ڈریس تبدیل کرتے ہیں اور کنور کو جا کر لے آتے ہیں۔ بدر اٹھی اور استری نکال کر پلگ لگاتے ہوئے وہ اسے گرم کرنے لگی۔ ایاز نے اپنے سامنے جوتوں کا ڈھیر لگا یا ان میں بدر کی چپل بھی تھی اور وہ سب کو پالش کرنے لگا۔

گاڑی سے باہر جھانکتے ہوئے بدر نے پوچھا۔

کدھر جا رہے ہو ایاز! مشن ہسپتال ادھر تھوڑا ہی ہے، یہ تو تم سرکلر روڈ کی طرف جا رہے ہو۔

پہلے انار کلی چلیں گے

وہ کیوں؟

یہ تو وہیں چل کر بتاؤں گا ورنہ راستے میں تم خواہ مخواہ ہی بحث شروع کر دو گی۔

بازار سے باہر وہ دونوں گاڑی سے اترے اور جنرل سٹور کی دکان میں داخل ہوئے بدر کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا لینا ہے، کاؤنٹر پر کھڑے ہو کر وہ سوالیہ نگاہوں سے ایاز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کاؤنٹر بوائے جب ان کے پاس آیا تو ایاز نے اسے کہا

لیڈیز پرس دکھاؤ۔ تین چار کلر نکالو اور اچھی کوالٹی ہو۔ کاؤنٹر بوائے نے اس کے سامنے کئی پرس ڈال دیئے۔ ایاز نے بدر سے کہا

پسند کرو۔

بدر الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی اور آخرکار اس نے ایک پرس اٹھایا

یہ ٹھیک ہے

ایاز نے پھر کاؤنٹر بوائے سے کہا اڑھائی سالہ ایک بچے کا سوٹ بھی دکھاؤ۔

کاؤنٹر بوائے نے ان کے پیچھے دیوار سے لگے ہوئے شوکیس کی طرف اشارہ کیا

اس میں سے کوئی بھی پسند کر لیں

دونوں میاں بیوی دیکھنے لگے ہر سوٹ کے ساتھ کاغذ کی چٹ پر اس کی قیمت بھی لٹک رہی تھی شوخ سے رنگ میں ایاز نے ایک سوٹ پسند کیا اس کی قیمت اسّی روپے تھی بدر نے اعتراض کیا

اتنا مہنگا لینے کی کیا ضرورت ہے ایاز کوئی سادہ سے لے لیتے ہیں۔

ایاز نے اسے پیار سے جھڑک دیا

یہ میں اپنی پسند کا خرید رہا ہوں جب تم خرید کرو گی تو جیسے مرضی لیتے رہنا۔

بدر خاموش ہو گئی۔ ایاز نے دونوں چیزوں کی قیمت ادا کر دی اور دونوں باہر آ گئے۔ سوٹ بدر نے پچھلی سیٹ پر رکھ دیا اور خود ایاز کے پاس بیٹھ گئی گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ایاز نے بدر سے کہا ذرا اپنا پرس دکھاؤ

بدر نے پرس اس کی گود میں رکھ دیا

پسند آیا

کیوں پسند نہیں آپ جیسا شوہر کوئی چیز لے کر دے اور میں پسند نہ کروں کیسے ہو سکتا ہے یہ۔

ایاز نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور بدر کا پرس کھول کر سارے روپے اس میں رکھتے ہوئے پرس اس نے دوبارہ بدر کی گود میں رکھ دیا

یہ کیا۔ سوالیہ لہجے میں بدر نے پوچھا

ایاز نے گاڑی چلا دی

پرس کبھی خالی بھی ہوا ہے

وہ تو ٹھیک ہے جان! یہ اتنی رقم میں کیا کروں گی۔

منے کو لے آئیں تو پھر بتاتا ہوں کیا کرنی ہے

ہیں کتنے؟

میں کیا جانوں۔ خود ہی گن لو۔

بدر نے سارے نوٹ جھولی میں پھیلا لیئے اور گننے لگی۔ جب وہ
پرس بند کر رہی تھی تو ایاز نے پوچھا
کتنے ہیں
دو ہزار ایک سو چونتیس۔ اتنے ہی تھے کیا
پتہ نہیں
توبہ ہے ہر بات میں ضد اور بے پرواہی۔
اچھا جب اہسپتال آگیا ہے کوئی معقول سا بہانہ سوچ لو۔ وہ لوگ ضرور
پوچھیں گے کہ تم بغیر کچھ کہے کیوں چلی گئی تھی اور ایسے ہی کئی دوسرے
سوال کریں گے سب کے جواب ابھی سے تیار کر لو
کوئی بہانہ بتا دو نا
پڑھی لکھی ہو خود ہی سوچ لو نا
ہوں جیسے تم تو ان پڑھ ہو
ہسپتال کے سامنے ایاز نے ٹیکسی روکی اور دروازہ کھول کر بدر
سے کہا جاکر سے آدھ منٹ کو
بدر نیچے اتر گئی۔ تم بھی ساتھ چلو نا جان! پھر وہ کسی سوچ میں پڑ گئی
اچھا یہی رہو۔ وہاں تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر پتہ نہیں کیا کیا سوال
کریں گے میں پتے کر سے کہ ذرا واپس آجاتی ہوں
بدر ڈرتی ڈرتی اور ہچکچاتی ہوئی ڈاکٹر مس فہیم کے آفس میں

داخل ہوئی وہ اپنے میز پر اکیلی بیٹھی تھیں اور مریضوں کے کیس اپنے
سامنے پھیلا رکھے تھے۔ بدر سلام کرتی ہوئی جب اندر گئی تو اس نے
چونک کر اسے دیکھا اور اچنبھے پن سے پوچھا
بدر تم! آؤ بیٹھو
بدر ڈرتی ڈرتی بیٹھ گئی تھی
کہاں چلی گئی تھی تم
بڑی مشکل سے بدر نے گلا صاف کیا
میرے شوہر کا تار آگیا تھا اس لئے جلدی میں آپ کو بتائے بغیر ہی میں
چلی گئی تھی۔
مس فہیم نے بڑی مسرت اور شادمانی سے پوچھا
تمہارا میاں مل گیا تمہیں؟
جی ہاں
کہاں چلا گیا تھا
کراچی تھے
تو تم یہاں سے کراچی گئی تھیں
جی ہاں وہیں سے ان کا تار آیا تھا۔ میں جلدی میں واپس آجاتی۔ مگر وہ
بیمار تھے اس لیئے مجھے چھ ماہ وہاں لگ گئے
اب تم آپس میں راضی ہو نا۔

جی بالکل

تو وہ تمہیں چھوڑ کر کیوں بھاگ گیا تھا تم جیسی خوبصورت اور سحر انگیز بیوی کو تو کوئی بدقسمت ہی چھوڑ کر بھاگ سکتا ہے۔

بھاگے نہیں تھے جی وہ بس ایسے ہی کچھ لوگوں نے ہم میں غلط فہمیاں ڈال دی تھیں ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔

وہ بالکل بے گناہ اور معصوم تھے۔

تو اب کہاں ہے وہ

میرے ساتھ ہی آئے ہیں باہر اپنی گاڑی میں بیٹھے ہیں

مس فہیم کھڑی ہو گئی۔

جلدی دکھاؤ مجھے میں دیکھوں کیسا ہے تمہارا میاں

بدر بھی کھڑی ہو گئی میں بچہ تو لے لوں نا

مس فہیم نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا ایک بوڑھی عورت اندر آئی اور اس نے اس سے کہا

بدر کا بچہ لے آؤ

بڑھیا بچے کو اٹھا لائی اب وہ خوب صحت مند اور موٹا ہو گیا ہوا تھا، بدر کو دیکھتے ہی وہ بازو لہرا لہرا کر چلانے لگا۔

ممی آ گئی

بدر بھاگ کر اسے بڑھیا سے جھپٹ سا لیا اور اپنی چھاتی سے

لپٹا کر وہ اسے بری طرح چومنے لگی مس فہیم اسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ اب چلیں بدر!

بدر نے منے کے بال درست کرتے ہوئے جواب دیا

چلیں!

دونوں باہر آئیں۔ ہسپتال کے گیٹ سے ہٹ کر ایاز کی گاڑی کھڑی تھی اور اس سے ٹیک لگا کر وہ کھڑا سگرٹ پی رہا تھا۔ وہ دونوں جب ذرا اس سے قریب ہوئیں تو ڈاکٹر نے بدر سے کہا

یہ تمہارا میاں ہے؟

بدر خوش ہو رہی تھی

یہی ہیں جی۔

پرسنیلٹی میں تو تمہارے مقابلے کا ہے۔ ہے بھی خوبصورت تعلیم کیا ہے اس کی۔

ایم اے ہیں

بہت خوب۔ تو پھر تم دونوں کی محبت کی شادی ہو گی۔

جی بس ایسے ہی ————

میں سمجھ گئی۔ نام تو تم نے بتایا ہی نہیں اس کا

ایاز!

دونوں اس کے قریب آئیں۔ بدر نے جلدی جلدی ایاز سے کہا

یہ ڈاکٹر مس فہیم ہیں۔

ایاز نے بچے کی پرورش کرنے کا شکریہ ادا کیا مس فہیم نے بڑی متانت سے پوچھا

دیکھو میاں تم یہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ایک تو اس نے اپنی ڈاکٹری کا آخری سال چھوڑ کر تم سے شادی کی۔ کتنی بڑی قربانی ہے یہ اور اس پر بھی تم اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ کیسے تمہارا دل کیا اس جیسی بیوی کو چھوڑ بھاگنے کا۔ ایاز سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ عجیب تذبذب کی حالت میں وہ اپنا کوٹ درست کرنے لگا تھا۔ بدر اس کی حالت دیکھ چکی تھی اس نے مسکرا کر ایاز کو آنکھ ماری اور ساتھ ہی خود بول پڑی

میں نے آپ سے عرض کی تھی نا ڈاکٹر! ان کا کراچی سے تار آ گیا تھا اور میں آپ کو بتائے بنا بچے کو چھوڑ کر ان کے پاس کراچی چلی گئی تھی۔ یہ وہاں بیمار تھے اس لئے ہمارے چھ ماہ وہاں لگ گئے۔ دوسرے ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ کچھ اپنے ہی عزیزوں نے ہم میں فضول اور بے بنیاد سی غلط فہمیاں ڈال دی تھیں۔ بدر بڑی تیزی کے ساتھ ساری کہانی مختصر کہہ گئی۔

ایاز اب سنبھل کر کھڑا ہو گیا تھا

ڈاکٹر نے پھر ایاز سے پوچھا۔

اب پھر کہیں بھاگنے کا ارادہ تو نہیں؟

ایاز ہنس دیا

جی نہیں وہ تو ایک بھول تھی بھلا میں ایسی بیوی کو چھوڑ کر کہیں جا سکتا ہوں

ڈاکٹر واپس لوٹ گئی۔

اچھا اب تم جاؤ اور آپس میں اتفاق سے خوشحال زندگی بسر کرو۔

ڈاکٹر جب چلی گئی تو بدر نے کنور کا منہ ایاز کی طرف کرتے ہوئے اسے پچکار کر کہا

وہ دیکھو کون ہے

بچہ ادھر دیکھنے لگا

بدر نے پھر ایاز کی طرف اشارہ کیا

یہ ابو جی ہیں بیٹے

ایاز نے اسے لینے کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ بچے نے بھی ہاتھ پھیلائے اور لپک کر اس کے پاس آ گیا۔ ایاز اسے چومنے لگ گیا۔ کنور نے اپنے ننھے منھے بازو سے ایاز کی گردن کے گرد حلقہ بنا لیا تھا۔ بدر دونوں کے سامنے کھڑی مسکرا مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔

ایاز جب گاڑی میں بیٹھنے لگا تو کنور نے ہاتھ لہرا کر پوچھا۔

یہ کیا ہے ابّو !
یہ شیشہ ہے بیٹے
اور یہ کیا ہے
یہ پہیہ ہے
جب وہ دونوں اندر بیٹھ گئے تو کنور نے پھر پوچھا
یہ کیا ہے ابّو !
یہ ہینڈل ہے بیٹے
یہ کیا ہے
یہ ٹرانسسٹر ہے۔
اور یہ کیا ہے
یہ سوئچ ہے ۔
بدر نے کنور کو ایاز کی گود سے لے لیا
بس کر بیٹے ابو کو اب گاڑی چلانے دو
کنور اپنے آپ کو چھڑانے لگا۔
چھوڑ دو ممی ! چھوڑ دو نا۔ میں ابّو کے پاس جاتا ہوں
ایاز نے پھر کنور کو لے لیا
پوچھنے دو نا اس عمر میں بچے ایسے ہی کرتے ہیں ان کو ہر چیز
متعلق ایک جستجو لگی رہتی ہے ۔

بدر نے منہ لبورا کر کہا
اچھا کھڑے رہیں یہیں اور بتاتے رہیں اسے سارے پرزے
مستری بنے گا یہ ۔
تو تم ناراض کیوں ہوتی ہو وہ بننے کا سوٹ لاؤ جو خریدا ہے
پیچھے ہاتھ بڑھا کر بدر نے پیکٹ اٹھایا اور ایاز کو تھما دیا
کنور نے پھر پوچھا
یہ کیا ہے ابو !
تمہارے کپڑے ہیں بیٹا !
ایاز نے کنور کے پرانے کپڑے اتار کر بدر کی گود میں رکھ دیئے اور اسے نیا سوٹ پہنا دیا۔ کنور اپنے کپڑے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی شرٹ کے دونوں پلو پکڑتے ہوئے ایاز سے پوچھا۔
چوہنی خوبصورت ہے ابّو ؟
ہاں بیٹے سوہنی ہے
پھر اس نے ایاز سے پلٹتے ہوئے بدر کی سمت منہ کر کے کہا
ابو چوہنے دخوبصورت امی گندی
بدر بچاری نے منہ لبورا کر کہا
بس تمہیں تو جو کوئی چیز دے وہ سوہنا اور باقی گندے

تم بڑا کیوں مناتی ہو جان!

بدر نے کنور کو لے لیا اور اس کا منہ چومنے لگی

میں ایسے ہی کہہ رہی تھی جان! میں بڑا منا سکتی ہوں۔

ایاز نے وہاں سے گاڑی لا کر دوبارہ انارکلی کے پاس کھڑی کر دی اور گاڑی کے سارے پردے کھینچ دیئے

یہ کیا ہونے لگا ہے، بدر نے پوچھا

بتاتا ہوں، ایاز نے جیب سے کاغذ اور قلم نکال کر بدر کی گود میں رکھ دیئے۔

لکھو کیا کیا خریدنا ہے۔

ہم نے کیا خریدنا ہے چلو گھر چلیں۔

لکھو لکھو ہر بات میں ضد نہ کیا کرو

کیا لکھوں

تمہارے پاس گرم کپڑے ہیں؟

نہیں تو

پھر لکھو اون، اپنے لئے بھی، منے اور میرے لئے بھی۔ تین جرسی کی اپنے لئے لکھو چار منے کے لئے اور ایک میرے لئے

بدر نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا

آپ کے لئے ایک کیوں؟

ایک میرے پاس پہلے بھی ہے نا اور ایک سویٹر بھی ہے

وہ اپنی لکھوں گی اور وہ آپ کی لکھوں گی

اچھا جیسے مرضی ہے لکھو۔ اور ہاں اپنے لئے کپڑے سلے سلائے لوگی یا کھلا کپڑا لوگی۔

کپڑے تو ہیں ناجان!

ایاز نے اس کا کان پکڑ کر کھینچا

اتنی کنجوس نہ بن بیٹھو۔ پیسے میرے پاس بہت ہیں اس کا تم غم نہ کرو۔

کھلے لیتے ہیں پھر

کنور کے بھی

ہاں آپ کے اور کنور کے بھی

اچھا لکھو دس جوڑے اپنے لئے ______

بدر نے اس کی بات کاٹ دی

توبہ آپ تو گھر اجاڑنے والی بات کرتے ہیں۔

کوئی نہیں اجڑتا تم لکھتی جاؤ۔ اچھا دس تمہارے، تین میرے اور پچیس کنور کے لئے، پچیس کیوں جان!

دن میں تین چار گندے کرے گا تو روز دھوتی رہو گی

بدر خاموش ہو گئی۔

کپڑے سی لیتی ہو نا

بالکل سی لیتی ہوں آپ کی قمیض پاجامے اور شلواریں بھی سی لوں گی

دبری گڈ پھر ایک سلائی مشین بھی لکھو ـــــ اور

ایک ریڈیو

کیا ضرورت ہے

ضرورت کیوں نہیں ہیں اب گاڑی لے جایا کروں گا تو تم گھر پر اکیلی پڑے پڑے گھبرا نہ جایا کرو گی ۔ میں تو پہلے گاڑی کا ٹرانسسٹر سن کر ہی گزارہ کر لیا کرتا تھا

بدر نے ریڈیو لکھ دیا اور قلم بند کر کے ایاز کے کوٹ کی جیب سے لگا دیا ۔

بس جان ! باقی غصہ دبا رکھیں ۔ پھر کبھی نکال لیں گے

بدر نیچے اتر گئی ۔ ایاز نے بھی کنور کو اٹھایا اور گاڑی سے باہر آ گیا ۔ دونوں میاں بیوی کندھے سے کندھا ملائے بازار میں آگے بڑھنے لگے ۔

آج کئی دنوں بعد ایاز گاڑی لے جانے لگا تھا تو کنور جسے قریب ہی کھڑی بدر نے اٹھا رکھا تھا اس کے کندھے پر زور زور سے ہاتھ مارنے لگا تھا ۔

میں ابو کے ساتھ جاؤں گا ۔ چھوڑ گندی ابو بتاؤں گا تمہیں ماریں گے ۔ جب بدر نے اسے نہ چھوڑا تو وہ ایاز سے کہنے لگا ۔

ابو نہ جانا ۔ میں جاؤں گا ۔ چھوڑ گندی وہ بدر کے بال نوچنے لگا

ابو تو نہ جانا

بدر نے اسے پچکار کر چھاتی سے لگا لیا

بیٹے ! ابو تمہاری چیزیں لینے جا رہے ہیں ۔ ابھی آ جاتے ہیں ۔ تم رو دو گے تو پھر ابو چیزیں بھی نہیں لائیں گے اور گھر بھی نہیں آئیں گے

وہ کہیں گئے کنور بولتا ہے میں گھر نہیں جاتا۔ ایاز نے بھی ہاتھ پھیر کر اسے کہا میں تمہارے لئے چیزیں لینے جا رہا ہوں۔ بس ابھی آتا ہوں۔

کنور مسکرا دیا

جلدی چیزیں لانا ابو!

ایاز نے گاڑی سٹارٹ کر دی

میں ابھی آیا بیٹے

بدر نے ہاتھ ہوا میں لہرا کر کہا

جلد بیٹے ابو کو کہو۔ ابو جی ٹاٹا۔ ابو جی ٹاٹا۔ کنور اپنا ہاتھ ہوا میں ہلا ہلا کر عجیب سے لہجے میں کہنے لگا ابو جی تا تا۔ ابو جی تا تا۔

ایاز کو گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی بدر صوفے پر بیٹھی ٹاٹنگ کر رہی تھی کمرے میں پڑے ہوئے نیشنل ریڈیو سے ہلکی ہلکی آواز میں گانے ابھر رہے تھے۔ کنور صحن میں اپنی سائیکل ادھر ادھر دوڑا رہا تھا کہ گھر کے باہر گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی۔ بدر چونک پڑی اس نے سوچا شاید ایاز آ گیا ہے۔ وہ اٹھ کر ابھی برآمدے میں ہی آئی تھی کہ بیرونی گیٹ سے رضوان ان کے گھر داخل ہوا۔

بدر ٹھٹھک گئی، اور رنگ پیلا ہو گیا۔ بنا سبزی کی کیاریوں کے پاس ٹہل رہا تھا۔ بدر فوراً مڑی اور کمرے میں چلی گئی۔ رضوان بھی اندر آ گیا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا بدر اس پر برس پڑی

کیوں آئے ہو تم یہاں

رضوان نے ایکٹروں کے انداز میں کندھے اچکا کر کہا

تمہیں لینے کے لئے

بدر نے اس کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ دے مارا۔

ذلیل کتا! تم میرے گھر میں بغیر اجازت کیوں آئے ہو۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ بدر نے چلا کر کہا

رضوان نے بڑی عیاری سے کہا

آہستہ بولو! ورنہ میں فوراً لوگوں سے چلا چلا کے کہوں گا کہ لوگو! اس بدر سے پوچھو کیا یہ لائل پور کے ایک کروڑ پتی کی لڑکی نہیں؟ کیا یہ صحن میں کھیلتا ہوا بچہ میرا نہیں؟ کیا یہ میرے ساتھ ہوٹل میں اپنی خوشی سے لگا تار تین ماہ تک بیوی کی حیثیت سے نہیں رہی اور ______ اور کیا ایاز سے شادی کرنے سے اڑھائی سال قبل یہ بچہ اس کے ہاں مشن ہسپتال میں پیدا نہ ہوا تھا۔

رضوان جھکا اور اپنا منہ اس کے منہ کے قریب لے آیا۔

اب بتاؤ جب میں یہاں کے لوگوں سے یہ سارے سوال کروں گا تو

تمہاری اور تمہارے شوہر کی اس محلے میں کیا عزت اور وقعت رہ جائے گی۔

بدر رو پڑی

تم چاہتے کیا ہو۔

بس میرے ساتھ چلو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب میں تمہیں فلموں میں ہیروئن کا کردار لے کر دوں گا میں نے ایک فلم کمپنی کے پروڈکشن مینجر سے بات کی ہے۔ وہ تمہارا سکرین ٹیسٹ بھی نہیں لیں گے۔ میں نے انہیں تمہاری تصویر دکھائی تھی وہ تمہیں بڑی خوشی سے ہیروئن لینے کو تیار ہیں وہ کہہ رہے تھے اتنی خوبصورت اور پرکشش لڑکی اب تک کہاں چھپی رہی۔ بس تم دو تین فلموں میں ہیروئن آ گئیں تو بس ہمارے وارے نیارے ہو جائیں گے پھر ہم ایک خوبصورت بنگلہ بنائیں گے اور میں تم سے شادی کر لوں گا۔ تم جانتی ہی ہو مجھے تم سے کس قدر محبت ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ شادی کرنے سے قبل اب میں اگر تمہاری آبرو ریزی کروں تو اپنی ہی بہن کی عزت لوٹوں۔

بدر سامنے کھڑی ابھی تک رو رہی تھی۔ رمضان نے بڑی مکاری اور عیاری سے پوچھا اب بولو کیا ارادہ ہے تمہارا

میں نہیں جاؤں گی روتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

پورے محلے میں بدنام ہو جاؤ گی۔

پرواہ نہیں۔ مجھے محبت کرنے والا ایک شوہر مل گیا ہے۔ ہم یہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ مجھے اپنے شوہر سے محبت ہے۔ وہ میری زندگی کی عزیز ترین متاع ہے اس کے بغیر میں جینے کا اب سوچ بھی نہیں سکتی میں کسی حالت میں بھی اسے چھوڑ کر نہ جاؤں گی۔ میں خود مر جاؤں گی مگر اپنے شوہر کو افسردہ نہ ہونے دوں گی۔ رمضان نے فوراً رخ بدل دیا اور ایک نیا تیر مارا

تو پھر یاد رکھو اگر تم نے میری خواہش اور مرضی کے مطابق عمل نہ کیا تو میں تمہارے شوہر کو گولی مار دوں گا۔ وہ اگر ہم دونوں کے راستے میں دیوار ہے تو میں یہ دیوار ایک ہی دھکے سے گرا دوں گا۔ میں پھر دیکھوں گا کیسے تم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ہو۔

بدر نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور پھر رو پڑی

نہیں نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں سب کچھ کر کے دکھاؤں گا اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تم نے میرے یہاں آنے کی اطلاع اگر اپنے شوہر کو دی یا اسے میرے ارادے سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تو کل جب وہ گاڑی سے کر باہر جائے گا تو ہمیشہ کے لئے باہر ہی رہے گا اسے واپس آنا نصیب نہ ہو گا شاید تمہیں یہ بھی شک ہو کہ جو میں نے کہا ہے وہ کر نہ

سکوں گا تو میں تمہیں اس کا ثبوت آج ہی دوں گا آج میں تمہارے شوہر کی گاڑی کے ٹائر میں گولی ماروں گا اور اس کے بعد بھی اگر تو میری مرضی کے مطابق نہ چلی تو پھر دوسری گولی میں اس کے سینے میں ماروں گا۔ میں جا رہا ہوں اور کل پھر آؤں گا۔ رضوان تیزی سے باہر نکل گیا۔

بدر صوفے پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگی۔ اس کی زندگی میں اب پھر ایسا موڑ آ گیا تھا جہاں تقدیر اس کے سامنے کھڑی مکروہ قہقہے لگا رہی تھی۔ رونت نے اسے اس دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا جہاں اس کے سامنے سوائے طوفان اور اندھیرے کے سوا کچھ نہ تھا۔ خبر نہیں وہ کب تک روتی رہی اسے اپنے ارد گرد کا کچھ خیال نہ رہا تھا بس چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپائے وہ زار زار رو رہی تھی اتنے میں کنول باہر سے آ گیا اور اس کے زانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سسکارتے ہوئے کہا

امی نہ روؤ نا روؤ نا امی

بدر ویسے ہی بیٹھی روتی رہی

کنول صوفے پر چڑھ گیا اور بدر کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پیچھے کھینچنے لگا۔

امّی نہ روؤ نا۔

ر نے جب پھر بھی اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا تو کنول بیچارہ ں کی گود میں گر گیا۔ اور اونچی آواز سے رونے لگا۔

بدر سنبھل گئی۔ جلدی جلدی اپنے آنسو پونچھے اور کنول کو اپنے ازوؤں میں لے لیا اس معصوم کو کیا خبر کہ امی کیوں رو رہی ہے ں نے بدر کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا اور لیور رتے ہوئے کہا

ر جی ابھی آ جائیں گے امی! نہ روؤ

نور کی باتیں بدر کا دل اور دکھا رہی تھیں ایک بار وہ پھر کھل کر ودی مگر بچے کا خیال آتے ہی وہ فوراً ضبط کر گئی۔ اس نے تھپک پک کر کنول کو سلایا اور پلنگ پر ڈال دیا

گھر کا کام ابھی کافی پڑا تھا مگر کوئی بھی کام کرنے کو اس کا جی ز چاہ رہا تھا ناچار ڈستے ہوئے خیالوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس نے نا ٹنگ سنبھال لی۔ ایاز کے دستانے اس نے شروع ر رکھے تھے۔ صوفے پر بیٹھ کر وہ اس کے دستانے بننے لگی۔

کوئی آدھ گھنٹہ گزرا ہو گا کہ سحر اندر داخل ہوئی۔ بدر کے سامنے آتے ہوئے وہ چونک سی پڑی پہلے غور سے بدر کو دیکھا گھر کا جائزہ لیا پھر اس کی نگاہیں پلنگ پر لیٹے ہوئے کنول پر جم گئیں۔ بدر اسے عجیب پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔ آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

کون ہیں آپ؟

سحر جو گھر کا نقشہ اور ماحول دیکھ کر پہلے ہی ہراساں ہو گئی تھی، چونک پڑی۔

میرا نام سحر ہے میں سول ہسپتال میں نرس ہوں۔ میں نے ایاز سے ملنا تھا کیا وہ یہاں سے چلے گئے ہیں۔

بدر نے نائٹنگ ایک طرف رکھ دی

جی نہیں یہیں رہتے ہیں۔

تو کیا آپ ان کی ————

بدر نے اس کی بات مکمل کر لی

جی میں ان کی بیوی ہوں

سحر کا رنگ اڑ گیا۔ اس کے ذہن میں طوفان چل نکلا تھا۔ چکرا کر وہ گر پڑنے والی تھی پر فوراً اپنے آپ کو سنبھال گئی۔ اتنے میں بدر کی آواز پھر اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

آپ بیٹھئے نا۔ وہ تو گاڑی لے کر گئے ہوئے ہیں۔ شام کو آئیں گے

جی مہربانی۔ میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں ضرور بیٹھتی۔ میں نے ابھی ڈیوٹی پہ جانا ہے۔ پھر کبھی آؤں گی سحر آندھی کی طرح باہر نکل گئی۔

بدر کے لئے وہ دن کاٹنا مشکل ہو رہا تھا۔ برے برے خیالات ذہن میں جنم لے رہے تھے ایاز نے کہا تھا کہ میں دوپہر کا

کھانا گھر آکر کھاؤں گا۔ مگر ابھی تک نہ آیا تھا وہ سخت پریشان ہو رہی تھی بار بار اس نے سوچا کہ ڈانگری پہنے اور سٹینڈ پہ جا کر ایاز کی خیریت کا پتہ کرے پھر وہ اس خیال سے اس ارادے کو جھٹک دیتی کہ کہیں ایاز اسے وہاں دیکھ کر ناراض ہی نہ ہو جائے

دوپہر کا کھانا اس نے تیار کیا مگر ایاز نہ آیا تھا اور اس نے بھی نہ کھایا تھا کنور ابھی تک سویا ہوا تھا۔ شام تک اس نے بڑی مشکل سے دن کاٹا۔ کچھ دیر بیٹھ کر کنور کے ساتھ کھیلتی رہی پھر شام کا کھانا تیار کرنے لگی۔ دوپہر کا کھانا اس نے پھینک دیا تھا

شام کا کھانا بھی وہ تیار کر چکی مگر ایاز ابھی تک نہ آیا تھا اس کا دل اندر ہی اندر رو رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا زور زور سے شور اور واویلا کرنا شروع کر دے، لوگو! میرے شوہر کو بچاؤ ہمیں تباہی اور بربادی کے طوفان سے نکال لو۔ کمرے میں آکر وہ تھوڑی دیر تک کنور کے ساتھ دل بہلاتی رہی تنگ آکر وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور ایاز کے دستانے بننے لگی۔

باہر کار کا ہارن سنائی دیا اور اس کے کان کھڑے ہو گئے ایاز گاڑی لے کر گھر میں داخل ہوا۔ بدر نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

الٰہی تیرا شکر ہے۔ پھر وہ باہر کی طرف بھاگی، اس کے پیچھے پیچھے

کنور بھی شور کرتا ہوا بھاگنے لگا

ابو جی آ گئے ابو جی آ گئے

ایاز جونہی گاڑی سے نکلا۔ بدر بھاگ کر اس سے لپٹ گئی وہ بالکل رونے پہ تلی ہوئی تھی۔ اور واقعی جب ایاز اسے اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کرنے لگا تو وہ رو پڑی۔ لگاتار سسکیاں لینے لگی تھی۔ ایاز پریشان ہو گیا اور اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

خیریت تو ہے نا بدر! تم رو کیوں رہی ہو۔

بدر کا جی چاہا کہ ساری باتیں ایاز سے کہہ دے مگر رضوان کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج گئے۔ تم نے اگر ایاز کو کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ کبھی گھر لوٹ کر نہ آئے گا وہ۔ بیچاری ٹال گئی اور منہ بسورتے ہوئے کہا

آپ دوپہر کا کھانا کھانے گھر کیوں نہیں آئے تھے میں آپ سے نہیں بولوں گی اس نے اپنا چہرہ ایاز کے سینے پہ چھپا لیا ایاز نے ذرا اپنی صفائی پیش کی۔

اندر چلو پھر بتاتا ہوں۔ کیوں دوپہر کو کھانے پہ گھر نہ آسکا تھا۔

کنور بھی آ کر ایاز کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔

ابو جی میرے چیزیں لائے۔

ایاز نے اسے اٹھا لیا اور جیب سے ٹافیاں نکال کر اس کو دیں کنور نے ٹافیاں نکال کر بدر کو دکھاتے ہوئے کہا

امی یہ!

بدر نے اسے چوم لیا۔

کھا لو بیٹا!

کنور نے ایاز سے پوچھا

ابو جی! یہ کھا لوں؟

کھا لو بیٹے، وہ اسے ٹافیاں کھول کھول کر دینے لگا۔

بدر نے ایاز کا ہاتھ پکڑ لیا

چلئے اندر بیٹھیں چل کر

صوفے پر ایاز کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بدر نے کانپتی ہوئی آواز میں میں پوچھا

دوپہر کو آپ کیوں نہیں آئے گھر آپ نہیں آئے تو میں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ آپ وعدہ بھی کر کے گئے تھے کہ دوپہر کے کھانے پہ ضرور آؤں گا پھر بھی آپ نہیں آئے بس میں نہیں آپ سے بولوں گی۔

ایاز بجھ سا گیا

بس ایک حادثہ ہو گیا تھا۔

بدر کی آواز کپکپا رہی تھی کیسا حادثہ ہوا۔ خدا خیر کرے

ایاز نے اسے ٹالنا چاہا۔

چھوڑو ایسی باتوں کو میں تو آج بہت تھک گیا ہوں

بدر نے اپنا سر ایاز کے کندھے پر رکھ دیا

بتائیے نا

گاڑی کا ٹائر پھٹ گیا تھا۔

بدر بوکھلا گئی

کیسے پھٹ گیا ٹائر

میری کسی کے ساتھ دشمنی تو نہیں ہے بدر! آج جب میں منگل پورہ روڈ پر جا رہا تھا تو نیلے رنگ کی ایک کار بڑی تیزی کے ساتھ پیچھے سے آئی اور گولیاں برساتی ہوئی آگے نکل گئی گاڑی کا اور تو کوئی نقصان نہیں ہوا صرف وہیل کا ٹائر پھٹ گیا تھا اندر سواریاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں میں نے بڑی مشکل سے گاڑی بچائی تھی۔ ذرا سی بھی سستی برتتا تو گاڑی الٹ جاتی۔ وہاں سے گاڑی میں ورکشاپ لے گیا تھا اور ٹائر ٹھیک کراتا رہا جس کی وجہ سے گھر نہ آسکا اب تو تمہیں کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہیئے۔

ایاز نے بدر کی طرف دیکھا وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایاز نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔

کیا سوچنے لگ گئی ہو

بدر نے ایک لمبا سانس لیا

سوچ رہی ہوں کس نے گولی چلائی ہمارا تو کوئی ایسا دشمن بھی نہیں۔ اندر ہی اندر بدر رو رہی تھی مگر ظاہری طور پر بچاری اپنا بھرم رکھے ہوئے تھی

ایاز نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ کنور اس کی گود سے نیچے اترا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

ابو گھولی (گھوڑی) بنو!

بدر نے غصے میں کنور کو گھورا

آرام سے بیٹھو کنور! ابو تھکے ہوئے ہیں

کنور ضد کرنے لگا

ابو جی گھولی بنو نا

ایاز فرش پر گھوڑی بن گیا اور کنور اس پر سوار ہو کر چلانے لگا چل گھولی (گھوڑی)

ایاز نے کمرے کا ایک چکر لگایا اور بدر کے پاس آکر رک گیا کنور اپنے پاؤں زور زور سے چلانے لگا۔

چلو گھولی جب ایاز پھر بھی وہاں کھڑا رہا تو کنور نے اس کے بال پکڑ کر کھینچے

ابو جی چلو نا۔

بدر پہلے ہی بچاری بھری بیٹھی تھی۔ اس نے کنور کو ایاز کے اوپر سے کھینچ لیا اور اسے غصے میں جھڑک دیا۔

چپ کر کے بیٹھتے ہو یا نہیں ابو تھکے ہوئے ہیں آرام کرنے دو یا نہیں۔

کنور منہ بسورنے لگا پھر ایاز کے سامنے لیٹ کر رونے لگا۔

ابو امی ماتی (مارتی) ہے

ایاز نے کنور کو اٹھا لیا اور بدر کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا

مارو امی کو!

کنور اپنا ہاتھ زور زور سے بدر کے رانوں پر مارنے لگا

بدر نے پھر گھورا

ماروں گی کنور!

ایاز نے کنور کو بدر کی گود میں بٹھا دیا

کیا ہو گیا ہے تمہیں بچے کے ساتھ ناراض کیوں ہوتی ہو

بدر رو دینے والی تھی

آپ بھی تو اس کے ساتھ بچہ ہو گئے ہیں میرا غم سے دل بیٹھا جا رہا ہے اور آپ کو تو مذاق سوجھی ہوئی ہے۔

ایاز نے اس کی گردن کے گرد بازو ڈال دیا

تم تو یونہی اس حادثے کا اتنا برا اثر لے رہی ہو

بدر بھی شاید اس ماحول سے نکلنا چاہتی تھی۔ کنور کو اٹھا کر اس نے پیار کرتے ہوئے کہا۔

اٹھیے کھانا کھائیے اٹھ کر

نجم آیا کوئی نہیں

کوئی بھی نہیں آیا۔ دوپہر کے کھانے پر بھی آج نہیں آیا تھا۔ اللہ رحم کرے کہیں پھر اس نے شراب نہ پی لی ہو۔ ایاز فکرمند ہو گیا

مجھے بھی یہی خدشہ ہے۔ کئی بار منع کر چکا ہوں پر باز ہی نہیں آتا ڈاکٹر نے کہا ہوا ہے کہ اگر یہ اسی طرح شراب پیتا رہا تو ختم ہو جائے گا۔ ایاز کھڑا ہو گیا۔

تم بیٹھو میں جا کر اسے لے آؤں پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔

بدر بھی کھڑی ہو گئی۔ جلدی آنا جان! مجھے آج خواہ مخواہ ہی ڈر لگ رہا ہے۔

ایاز نے اس کے گال پر چٹکی لے لی

تم بھی بزدل ہی ہو۔ باہر نکلتا نکلتا وہ ریڈیو آن کر گیا اور گاڑی لے کر چلا گیا۔

نجم کو لے کر ایاز جلد ہی واپس آگیا۔ بدر بھاگتی ہوئی گئی

گاڑی کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی ایاز نے جس وقت نجم کو سہارا دے کر باہر نکالا تو وہ بڑبڑا رہا تھا

دنیا نے میرا سب کچھ چھین لیا ہے۔

چور کی طرح مجھے لوٹ لیا اور سانپ کی طرح مجھے ڈس لیا ہے۔ اب میرے پاس کیا رہ گیا ہے یہ خون کے دیوتا میری قربانی مانگنے لگے ہیں۔

مجھے مرنے دو۔ مجھے مرنے دو ایاز۔ زندگی بوجھ ہے پتھر کی طرح وزنی اور سخت۔ میں اب یہ بوجھ اتار پھینکوں گا۔ کون ہے اس بے رحم سنسار میں نفیسہ بک گئی۔ محبت بک گئی۔ جذبات بک گئے عزت اور عصمت بک گئی دولت کے ہاتھوں پہ ———

یہ دولت والے ہی مجھے زہریلا ناگ بن کر ڈس گئے ہیں

یہ زہر اب میرے دل کو چڑھ گیا ہے میں اب بچ نہ سکوں گا میری زندگی جواب دے رہی ہے میرے خون میں زہریلے کیڑے رینگنے لگے ہیں۔ مجھے ختم ہو جانے دو ایاز۔ ڈوب جانے دو۔ مجھے اس زہر میں وہ بیچارہ لڑکھڑا رہا تھا۔

بدر رونے لگی تھی۔ ایاز کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔ اس نے نجم کو اٹھا لیا اور اس کے کمرے میں لے جا کر اس پہ رضائی اوڑھا دی۔ نجم نے آنکھیں بند کر لی تھیں دونوں اس کے پاس

کچھ دیر کھڑے رہے پھر باہر نکل آئے۔ برآمدے میں آ کر بدر نے پوچھا

نجم کھانا نہیں کھائے گا۔

کھانا اس نے ہوٹل سے کھا لیا ہے اس کے بعد شراب پی تھی اس نے۔ دونوں اپنے کمرے میں آئے۔ کنور ادھر ادھر بھاگتے ہوئے کھیل رہا تھا تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ بدر نے ایاز کا لباس تبدیل کرایا اور وہ پلنگ پہ لیٹ گیا۔ کنور بھی اس کے سامنے لیٹ گیا تھا۔

بدر نے برتن سمیٹ کر دروازہ بند کیا اور پلنگ پہ بیٹھ کر وہ ایاز کا سر، کندھے، بازو، رانیں اور پنڈلیاں دبانے لگی۔ ایاز نے اسے منع بھی کیا مگر وہ اسے دباتی رہی۔ بدر کو دیکھ کر کنور بھی اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے وہ بھی ایاز کو دبانے لگا۔

دوسرے روز ایاز جب گاڑی لے کر جانے لگا تو اس کے
پاس ہی کھڑی ہوئی بدر نے کہا۔
جان! کل ایک لڑکی آپ سے ملنے آئی تھی اس حادثے کا مجھ پر
کل کچھ ایسا اثر تھا کہ مجھے بتانا یاد نہ رہا تھا۔
ایاز گاڑی میں بیٹھ گیا۔
کون تھی؟
اس نے اپنا نام سحر بتایا تھا۔
ایاز کچھ گھبرا سا گیا
اور سمجھا
کون تھی وہ۔ بدر کی آواز میں جستجو تھی۔

وہ ہسپتال میں نرس ہے۔ وہ جن دنوں مجھے ٹائیفائڈ ہوا تھا نا
جب تم کالج میں پڑھتی تھی۔ تو اس دوران وہ ہسپتال میں میری
واقف ہو گئی تھی بڑی اچھی لڑکی ہے۔ بیچاری اس نے کچھ کہا تو نہیں
تو نہیں کچھ بھی نہیں کہا اس نے۔ جلدی میں تھی۔ میں نے اسے کہا
بیٹھو۔ پر وہ گھبرائی گھبرائی سی تھی اور چلی گئی۔
گھر سے نکل کر ایاز ہسپتال آیا اور سحر کے ڈیوٹی روم میں
داخل ہوا وہ ٹرالی میں دوائیوں کے ڈبے اور شیشیاں لگا رہی
تھی ایاز کو اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا اور بپھری
ہوئی آواز میں پوچھا
کیا لینے آئے ہو یہاں۔
ایاز بوکھلا گیا
میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں سحر!
میں تمہاری کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔
تمہیں میرے رویے سے دکھ پہنچا ہے مجھے اس کا افسوس ہے
میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے ——————
تم نے شادی کر لی ہے یہی نا
پہلے یہ بھی تو سن لو نا کہ میں نے کیوں اور کن حالات میں شادی
کی ہے۔

میں کیوں سنوں۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ شادی تم نے کی ہے میرا تم سے کیا تعلق۔

ایاز کے الفاظ حلق میں اٹک رہے تھے۔

سحر!

وہ سحر مر گئی جو کبھی تمہاری تھی اور تم پر مرتی تھی۔ میں اور سحر ہوں جو تم جیسے فریبی، دھوکہ باز اور عیار کو نہیں جانتی جاؤ نکل جاؤ یہاں سے

ایاز گم سم کھڑا تھا

سحر زور سے چلائی

جانتے ہو یا بلاؤں لوگوں کو اور دھکے دے کر نکلوا دوں یہاں سے

ایاز بچارے کا سر جھک گیا اور بڑی ہی سست روی سے وہ باہر نکل گیا۔

دوپہر سے ذرا پہلے ہی جب کہ بدر اپنے کمرے میں اکیلی تھی اور کنور کھیل کر سو گیا ہوا تھا۔ رضوان اندر داخل ہوا بدر اسے دیکھتے ہی سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔ اس کے بدن پر سردی کے باوجود ہلکا ہلکا پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔

وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

کیا خیال ہے۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا نا کل میں نے تم سے کئے ہوئے

وعدہ کے مطابق اسے نہیں اس کے ٹائر پر گولی ماری تھی۔ آج بتاؤ کیا ارادہ ہے تمہارا۔ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہو یا چلو گی میرے ساتھ۔

بدر اٹھی اور رضوان کے پاؤں پکڑ لیئے۔

خدا کے لئے مجھ پر رحم کھاؤ۔

میری ہنسی خوشی کی گھریلو زندگی میں طوفان کھڑا نہ کرو

مجھے میرے شوہر سے جدا نہ کرو

مجھے اسی ماحول میں جینے دو۔ جہاں میرا شوہر اور بچہ ہے مجھے ٹھوکریں کھانے پر مجبور نہ کرو۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں مجھے رسوا نہ کرو میرے جانے کے بعد میرے شوہر اور بچے پر کیا گزرے گی یہ بھی تو سوچو۔ تمہیں پیدا کرنے والے کا واسطہ میرا شوہر مجھ سے نہ چھینو۔ میں مر جاؤں گی میں مٹ جاؤں گی۔ میں فنا ہو کر رہ جاؤں گی۔ میرے یہاں سے فرار کے بعد میرا شوہر اور بچہ جی نہ سکیں گے

رضوان نے وحشی اور مکروہ قہقہہ لگایا

وہ اگر تمہارے بغیر جی نہیں سکتے تو میں تمہارے بغیر کیسے جی سکتا ہوں اس سے پہلے تم نے اپنا شوہر ہونے کے حقوق مجھے بخشے تھے اس کے بعد تم نے جا کر کہیں شادی کی

بدر بری طرح رو رہی تھی۔

وہ میری بھول تھی رضوان! زندگی کی سب سے بڑی بھول

تو پھر ایک بھول اور سہی۔ جہاں ایک بار یہ زہر پی چکی ہو وہاں
دوبارہ بھی سہی۔ بدر نے کوئی جواب نہ دیا اور اس کے پاؤں پہ
پڑی روتی رہی۔

رضوان پھر دھاڑا

تم چلتی ہو میرے ساتھ یا نہیں

بدر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کی سمت اوپر دیکھا۔

مجھ پر رحم کرو رضوان خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو

تو تم نہیں جاؤ گی۔

میں تمہارے پاؤں پکڑتی ہوں کہ مجھ پر اتنا بڑا ظلم نہ کرو

رضوان نے فیصلہ کن انداز میں کہا

ٹھیک ہے نا جاؤ تمہیں اپنا شوہر عزیز نہیں میں جا رہا ہوں آج
تمہارے شوہر کی لاش گھر نہ آئی تو میرا بھی نام رضوان نہیں

بدر زاروقطار رو رہی تھی رضوان کمرے میں نکل کر جب
صحن میں آیا تو بدر نے روتی ہوئی آواز میں اسے پکارا

ٹھہرو رضوان!

رضوان رکا اور مڑ کر پیچھے دیکھا

کہو کیا کہتی ہو میرے پاس اب فضول باتوں کا وقت نہیں۔

لا ہو گئی

ے ساتھ چلوں گی

ان مسکراتا ہوا اندر آ گیا۔

ی کا ثبوت دیا ہے تم نے

نے سوئے ہوئے کنور کو چوما اور رضوان کے پاس آئی

یا کوئی سامان ساتھ نہ لو گی۔

رہی تھی

نے کندھے اچکائے

بابا! جیسے تمہاری مرضی

ہ دونوں باہر آئے اور کار میں بیٹھ گئے۔ محلے میں بے شمار
لی میں کار کھڑی دیکھ کر جمع ہو گئے تھے۔ بدر کو رضوان کے
جاتا دیکھ کر وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگ گئے تھے
شام کو ایاز جب گاڑی لے کر واپس آیا اور اپنے گھر داخل
ے لگا تو محلے کے کئی لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور طرح
کی باتیں سنانے لگے۔

ی بیوی فرار ہو گئی۔

اپنے کسی یار کے ساتھ چلی گئی ہے
کوئی پرانا آشنا تھا جس کے ساتھ بھاگ گئی ہے
ابے وہ نیلی کار والا پہلے بھی دو ایک بار یہاں آیا تھا پھر ہمیں
کیا خبر تھی کہ وہ اس کی بیوی کا دوست ہے۔
لوگوں کی طرح طرح کی باتیں سن کر ایاز کے کان پھٹ رہے تھے
وہ گاڑی اپنے گھر لے گیا اور گیٹ بند کر لیا پہلے وہ اپنے کمرے
میں آیا۔ بدر وہاں نہ تھی۔ کنور بھی نہ تھا۔ کمرہ بھائیں بھائیں کر
رہا تھا پھر وہ ساتھ والے کمرے میں آیا۔ اندر نجم بیٹھا تھا۔ اس
کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے کنور کو اس نے اپنی
گود میں لے رکھا تھا بچے کی حالت بھی ایسی تھی جیسے ابھی رو رہا

کر چپ ہوا ہو۔
ایاز کو دیکھتے ہی کنور رونے لگا۔ نجم کی گود سے وہ نکلا اور
بھاگ کر ایاز کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔
ابو جی! امّی۔ وہ سسک رہا تھا
ایاز نے اسے اٹھا لیا۔ کنور نے پھر پوچھا
امی کدھر گئی ہے ابو
ایاز پھر خاموش تھا اس کے سامنے بیٹھے ہوئے نجم کا سر ا
تک جھکا ہوا تھا اور اس کے آنسو اور تیزی سے گرنے لگے تھے

کنور نے روتے ہوئے پھر کہا
امّی لا دو نا ابّو جی!
ایاز نے کنور کو چوم کر دلاسا دیا
امّی تمہارے لئے ٹافیاں لینے گئی ہے بیٹے ابھی آ جاتی ہے
کنور واقعی بہل گیا
امّی چیزیں لائے گی ابو جی!
ہاں بیٹے تمہاری امّی تمہارے لئے مٹھائی لائے گی پھر بیٹھ کر کھائیں
گے۔ ایاز نے کنور کے آنسو پونچھ دیئے اور وہ بیچارہ امی کے آنے
کی آس میں پھر مسکرانے لگا تھا۔
ایاز نجم کے قریب آیا اور گھگھیائی ہوئی آواز میں پوچھا۔
بدر کہاں ہے نجم!
نجم کا سر اسی طرح جھکا رہا
بولتے کیوں نہیں
نجم نے اپنا سر اوپر اٹھایا اس کی آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں
باہر لوگوں نے تمہیں کچھ نہیں بتایا
تو کیا وہ سب سچ ہے
نجم کی آواز ڈوب گئی تھی
ہاں۔

ابا نے کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا پھر اس کی مدھم مدھم
ابھری۔
میں نے اسے تمہاری وجہ سے سہارا دیا۔
تمہارے کہنے پر میں نے اس سے شادی کر لی تھی اور اب
میں خود بھی اس سے محبت کرنے لگا تھا تو وہ دھوکا دے
وہ اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی
وہ نیلی کار یقیناً رضوان کی ہو گی وہ ——— وہ پھر ا
ساتھ چلی گئی ہے جس نے اسے زندگی کی سب سے گند
غلیظ راہ پر ڈالا تھا۔
وہ پھر بھٹک گئی ہے۔
وہ پھر گندگی میں ڈوب گئی ہے
اسے وقتی طور پر سہارا چاہیئے تھا سو وہ اس نے میرا
لے لیا اور دوبارہ اپنی پہلی ڈگر پر چل نکلی ہے بھیڑیے
خون کی چاٹ لگ جاتی ہے تو وہ عادی ہو جاتا ہے، عورت
کرتی ہے تو وہ بھی اس کی عادی ہو جاتی ہے۔
وہ نجم کے اور قریب آ گیا
تم ——— تم نے اسے اپنی بہن کہا تھا۔ میں تم سے
بتاؤ تمہاری بہن کہاں ہے ۔ کس آشنا کے ساتھ بھاگ گئی

کس یار کے ساتھ نکل گئی
کہاں ہے تمہاری بہن ؟
کدھر ہے تمہاری عزت ؟
کہاں کھو گئی ہے تمہاری عزت
نجم کھڑا ہو گیا
مجھے خبر نہ تھی وہ ایسی نیچ اور ارزاں نکلے گی۔
میں نہیں جانتا تھا کہ وہ گناہوں کی اس قدر عادی ہو چکی ہے
مجھے علم نہ تھا کہ بہن کے روپ میں ایک طائف اور رنڈی چھپی
بیٹھی ہے۔
میں نے تمہیں اس سے شادی پر مجبور کیا
میں نے ہی تمہیں اسے سہارا دینے کو کہا
میں نے تم پر زور دیا کہ اسے اپنا لو
میں مجرم اور گنہگار ہوں
میں خطاوار اور قصوروار ہوں
نجم سسک کر رونے لگا۔
مجھے مار دو۔ اتنا مارو کہ میری چمڑی ادھڑ جائے مجھے زندہ رہنے
کا حق نہیں۔ مجھے جینے کا کوئی حق نہیں
میں ——— میں تمہاری تباہی کا باعث ہوں۔

میں تمہاری بربادی کا ذمہ دار ہوں۔
مجھے مار دو ایاز! اتنا مارو کہ میں یہیں ختم ہو جاؤں۔

نجم آگے بڑھا اور ایاز سے لپٹتے ہوئے اس نے اپنا سر ا
کے کندھے پر رکھ دیا اور اونچی آواز میں رونے لگا تھا۔ ایا
کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کا سوتا پھوٹ نکلا تھا کنور بھی ا
کی حالت دیکھ کر رونے لگا تھا

اس رات کسی نے کھانا نہ کھایا تھا۔ نجم بھوکا پیاسا اپ
کمرے میں بند ہو گیا تھا ایاز کافی رات گئے تک ریڈیو آن کر
بیٹھا رہا اس کا ذہن معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ بدر کا چلے جانا ایک
ایسی چوٹ تھی جو اس کی برداشت سے باہر ہو کر رہ گئی تھی۔

رات گیارہ بجے تک وہ ریڈیو کے بیٹھا رہا۔
سگریٹ پی پی کر اس نے اپنے سامنے میز پر ماچ
کی تیلیوں اور سگریٹ کے ٹکڑوں کا ڈھیر لگا دیا تھا۔

گیارہ بجے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
کچھ دیر ادھر ادھر ٹہلتا رہا پھر بلب آف کر کے ا
نے زیرو کا بلب آن کیا اور کنور کے پاس آکر لیٹ
کنور گہری نیند سویا ہوا تھا۔

سویا ہوا تھا ایاز اس کے گال سے گال ملا کر سوچوں میں ڈوب گیا
آدھی رات ہو گئی تھی ایاز ابھی تک جاگ رہا تھا نیند اس
سے کوسوں دور تھی۔ پلکیں کھلی ہوئی تھیں اور ذہن بدر کے گرد
گھوم رہا تھا۔

بدر!
جو اس کی بیوی تھی
جس سے اب وہ بے پناہ محبت کرنے لگا تھا۔

بڑی مایوسی سے وہ بڑبڑایا!
ظالم! اس طرح ہی دھوکہ دینا تھا تو مجھ سے شادی ہی کیوں کی
اس گھر کو یوں آباد ہی کیوں کیا ویسے ہی نجم کی بہن بن کر رہ لیتی
تو بھی میں تمہاری مدد کرتا رہتا۔ کنور اونچے اونچے سانس لینے لگا
تھا لہٰذا وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کنور سسک سسک
کر خواب میں رونے لگا۔ شاید ڈر گیا تھا۔ ایاز نے اس کا کندھا
پکڑ کر ہلایا۔
کنور! او کنور!
کنور نے بدک کر آنکھیں کھولیں اور گھبرائی ہوئی آواز میں
پوچھا۔
ابو جی ہیں؟

ایاز نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا
ہاں بیٹے ! میں تمہارا ابو ہوں
کنور اس سے لپٹ گیا
تم کہیں نہ جانا ابو ! خواب میں ڈرنے سے شاید خوف کھا گیا تھا۔
ایاز نے اپنا بازو اس کے سر کے نیچے رکھ دیا اور دوسرے بازو سے اس نے کنور کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگا لیا۔
کنور پھر سکون سے سو گیا۔ مگر ایاز جاگ رہا تھا۔
اس کی آنکھیں تھکی تھکی تھیں
ذہن جل رہا تھا
دل میں طوفان اٹھ رہے تھے ناامیدیوں اور نامرادیوں کے۔
پورا بدن سرخ انگاروں کی طرح سلگ رہا تھا
وہ جل اٹھا تھا محبت کی ٹھنڈی آگ میں
وہ اپنے بدن میں ایسی اینٹھن سی محسوس کر رہا تھا جس نے اسے مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ رات کٹتی جا رہی تھی مگر اس کی سوچیں طویل ہوتی جا رہی تھیں۔
غموں کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔
باہر سردی تیز ہو گئی تھی۔ مگر اس کے اندر تو دکھ کا گرم الاؤ روشن تھا اس کے دل اور دماغ میں تو غم۔ اور دکھوں کا جہنم آباد ہو گیا تھا

باہر دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور وہ چونک گیا اسے اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا تھا ہمذارہ لیٹے لیٹے اپنا سر بستر سے اٹھا کر دوبارہ آواز سننے کی کوشش کرنے لگا۔ دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔
وہ بستر سے نکلا۔ چپل پہنی اور دروازہ کھولا۔ سامنے نجم کھڑا بری طرح بہک اور کانپ رہا تھا۔ شاید زیادہ شراب پی گیا تھا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ دل پر رکھا ہوا تھا اور بڑی تکلیف کا اظہار کر رہا تھا۔
ایاز اسے پکڑ کر اندر لایا اور جب اس نے اسے چھوڑ کر دروازہ بند کرنا چاہا تو نجم بیچارہ فرش پر گر گیا۔ ایاز دروازہ چھوڑ نجم کو سنبھالنے لگا۔ ایاز کے دیکھتے دیکھتے نجم کو خون کی ابکائی ہوئی اور اس کا جسم بری طرح کانپنے لگا
ایاز اس کی حالت دیکھ کر سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ نجم کی حالت پر اس کا دل رونے لگا تھا۔ ایاز نے جب اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر بستر کی طرف لے جانا چاہا تو نجم نے اٹک اٹک کر اسے کہا
ایاز ! میرا ایک کام کرو گے۔
ایاز نے وہیں بیٹھے بیٹھے اسے اپنی گود میں سمیٹ لیا۔

کہو !

مجھے ——— مجھے باعبا پنروہ سے چلو۔ نفیسہ کے ہاں ———

انکار نہ کرنا۔

لرزتی ہوئی آواز میں ایاز نے کہا۔

تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں چلو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں۔

نجم نے اس کے پاؤں پکڑ لئے۔

نہیں نہیں۔ میں جا رہا ہوں

میری زندگی رخصت ہو رہی ہے

میری روح مجھے الوداع کہہ رہی ہے

جان نکالنے والا فرشتہ میرے گرد منڈلا رہا ہے

میری سانسیں میرا ساتھ چھوڑ رہی ہیں۔

دنیا کے ساتھ میرے سارے رشتے ختم ہو رہے ہیں

دیکھو وہ دیکھو! موت کے سائے جدائی اور فرقت کے سائے کیسے گہرے ہو رہے ہیں۔ تم اگر مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے تو وہاں پہنچنے سے پہلے ہی میں ختم ہو جاؤں گا۔ مجھے تم نفیسہ کے ہاں لے چلو۔ میرے جسم کا خمیر وہیں سے اٹھا تھا اور وہیں اس کا انجام ہو گا ضرور ——— میرا دل کہتا ہے میرا انجام وہاں ہو گا۔

ایاز نے نجم کا سر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور اس کی باتیں سن کر وہ سسک پڑا اور رو دیا

نجم نے ہاتھ لہرا کر اس کے چہرے کا لمس محسوس کرنا چاہا ساتھ ہی اس نے لغزش زدہ آواز میں کہا رو رہے ہو دوست یہ دنیا ——— اس نے اپنا دل زور سے تھام لیا۔

آہ میرے مالک !

اف میرے خدا !

لوگ کس قدر سنگدل ہو گئے ہیں۔

یہ سائنس کا نہیں پتھر کا دور ہے جہاں میرے جیسے سینکڑوں بدنصیبوں کی محبت ان پتھروں سے سر ٹکرا کر اپنی موت آپ مر جاتی ہے۔ ایاز ——— او ایاز! تم ہی میرے بھائی اور دوست ہو۔

تم ہی ماں باپ اور تم ہی بہن بھائی ہو

یہاں اس وقت جب کہ موت میرے سر پہ آکھڑی ہوئی ہے۔ تم ہی میرا سب کچھ ہو۔ ایاز! اس نے روتے ہوئے ایاز کا پاؤں ہلایا او ایاز! روتے کیوں ہو۔ میرے بعد رونا۔ میری لاش پر خوب آنسو بہانا۔ لوگوں سے چلا چلا کر کہنا۔ لوگو! دیکھو! یہ ہے آج کل کے دور میں محبت کرنے کا انجام

ایاز! جب میری ماں میرا پتہ کرنے آئے نا۔

جب میرا باپ میری خیریت پوچھنے آئے۔

جب میرے بہن بھائی میرے متعلق پوچھیں تو ـــــــ تو تم انہیں کیا کہو گے؟

ایاز کھل کر رو دیا

نجم خدا کے لئے چپ رہو۔ میرا دل پھٹ جائے گا۔ میں پہلے ہی جلا بیٹھا ہوں تمہارا دکھ دیکھ کر۔ بس تم سے پہلے اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔

نجم نے پھر اس کے پاؤں پکڑ لیے۔

نہیں نہیں تم زندہ رہو گے۔ آہ بدر! کاش تم ہمارے ساتھ یوں فریب نہ کرتی۔ تم ہمیں یوں دھوکہ نہ دیتی ہمیں یوں چھوڑ کر چلی نہ جاتی۔

اچانک نجم کی تکلیف بڑھ گئی اور اس نے اور زور سے اپنے دل پہ ہاتھ جما دیا۔

ہائے۔ اف۔ او میرے خدا میرے کن گناہوں کی سزا ہے یہ پروردگار!

ایاز! میری ماں، باپ اور بہن بھائی جب تم سے میرا پوچھیں تو کہنا اس نے نفیسہ سے شادی کر لی تھی اور فارن چلا گیا ہے۔ آہستہ آہستہ ان کے دلوں سے میرا غم خود ہی اتر جائے گا۔

ایاز نے اسے اٹھا لیا۔

تم بہک گئے ہو۔ میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں

نجم بیتاب ہو گیا

نہیں ـــــ مجھے ڈاکٹر کے پاس نہ لے ـــــــ نجم نے پھر خون کی قے کی اور ایاز خوف سے کانپ گیا

نجم کی کانپتی ہوئی آواز پھر ابھری

تمہیں خدا کا واسطہ ایاز مجھے نفیسہ کے ہاں لے چلو۔ میں مر رہا ہوں میرا دل تیزی سے تحلیل ہو رہا ہے۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ یہ میری آخری خواہش ہے اسے پورا کر دو۔

ایاز پاگل ہو گیا وہ اسے لے کر باہر آیا اور اپنی گاڑی کی اگلی سیٹ پہ لٹا دیا دوبارہ وہ کمرے میں آیا۔ سوئے ہوئے کنو کو اٹھایا اور رضائی بھی لے لی۔ کنو کو اس نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا کر اوپر رضائی ڈال دی

گاڑی اس نے نکالی اور بڑی تیزی سے وہ باغبانپورہ جا پہنچا۔ ایک چمکتی ہوئی سفید کوٹھی کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ نجم اونچے اونچے سانس لے رہا تھا۔ اکھڑی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا

رک کیوں گئے ہو ایاز

ایاز نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے
نفیسہ کا گھر آ گیا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں
نجم نے اٹھنے کی کوشش کی
مجھے نیچے اتار دو
ایاز اسے لے کر نیچے اترا اور سہارا دے کر کوٹھی کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ گیٹ کے قریب جا کر نجم نے ایاز سے کہا
تم یہیں کھڑے رہو۔ میں اندر جاتا ہوں۔ تم فکر نہ کرنا میں جلد ہی آ جاؤں گا۔
کوٹھی کے گیٹ کو اس نے ابھی تک چھوا ہی نہ تھا کہ وہ تیورا کر گر گیا۔ ایاز پھر بھاگ کر آگے بڑھا اور اسے سنبھال لیا۔ نجم کے منہ سے پھر خون بہہ نکلا تھا۔ پھر اس نے ایک ہچکی لی اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ مر گیا تھا۔ صدمات کے اندھیرے میں ایاز بے چارہ سسک سسک کر رو دیا۔
نجم مجھے اکیلا کیوں چھوڑ گئے۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ نجم کی لاش پر بیٹھا وہ روتا رہا۔ پھر اس کی لاش اٹھائی اور گاڑی میں لا رکھی ایک نگاہ پچھلی سیٹ پہ لیٹے ہوئے کنور پر اس نے ڈالی پھر گاڑی واپس موڑ لی۔
راستے میں کنور جاگ اٹھا اور منہ بسورتے ہوئے کہا

ابو جی بھوک لگی ہے۔
ایاز نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا تھا۔ کنور رضائی سے نکلا اور آگے بڑھ کر اپنا سر ایاز کے کندھے پہ رکھ کر اس نے روتے ہوئے کہا۔
ابو جی بھوک لگی ہے
ایاز نے گاڑی اسٹیشن کی طرف موڑ دی۔ ریٹی سٹال سے اس نے کنور کو بسکٹ کا ایک ڈبہ لے کر دیا اور گاڑی پھر آگے بڑھنے لگی۔ رات کی گہری تاریکی میں گاڑی کی ہیڈ لائٹ کے لمبے لمبے نقوش موت کے ناچتے سائے دکھائی دینے لگے تھے۔

بدر چلی گئی رنجم مرگیا تھا۔ ایاز کی زندگی اب بے حد تلخ، دشوار اور ناگوار سی ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے دل کے دورے پڑنے لگے تھے صبح سویرے ہی وہ ٹیکسی لے کر نکل جاتا۔ سارا دن اپنے آپ کو مشغول رکھ کر دل بہلانے کی کوشش کرتا کنور کو بھی وہ اپنے ساتھ لے جایا کرتا تھا گھر پر وہ اسے رکھتا بھی تو اس کی دیکھ بھال کون کرتا شام کو بچارہ آ کر ویران اور اجڑے ہوئے گھر میں پڑا رہتا۔

آج بھی جب وہ کچھ سواریاں اتار کر شام کے وقت گھر کی طرف جا رہا تھا تو وہ بے حد اداس اور افسردہ تھا۔ کنور اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ سیٹ پر اس نے رنگ برنگی ٹافیاں پھیلا رکھی تھیں

ووان سے وہ کھیل رہا تھا۔

بیڈن روڈ کے موڑ پر آ کر ایاز کا ذہن الجھ گیا۔ پرانی یادیں پھیل گئیں اور اس کے ذہن نے ایک ناقابل برداشت چوٹ ماری ذہن کا کوئی تاریک اور دور افتادہ کونہ پکار اٹھا

میری زندگی بھی بالکل اس بین روڈ کی طرح تھی بالکل ہموار اور خوشحال اس میں کوئی موڑ اور خم نہ تھا۔ سحر میرے سامنے اس طرح کھڑی تھی جس طرح سڑک کے وسط میں کوئی ٹاور کھڑا ہو۔ اور وہاں سڑک بجائے خم کھائے دو برابر حصوں میں تقسیم ہو گئی ہو۔ مگر ——— مگر بدر جب میری زندگی میں داخل ہوئی تو میری زندگی میں بھی ایک موڑ آ گیا بالکل اس بیڈن روڈ کے موڑ کی مانند اور بین روڈ کے وسط میں سحر کی صورت میں نظر آتا ہوا وہ ٹاور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا

یہ موڑ کس قدر خطرناک ثابت ہوا اور یہ موڑ مڑ کر بجائے اس کے کہ میں کسی منزل پر پہنچ جاتا الٹا ایک خوفناک منجدھار میں پھنس گیا ہوں ایاز نے اس موڑ پر ٹیکسی روک دی تھی اور اس نے سیٹ کی پشت پر سر گرا کر سوچنا شروع کر دیا تھا۔

بدر؟

میری زندگی کا ایک عظیم سانحہ اور حادثہ

بدر!

میری زندگی کا ایک بھیانک اور خوفناک موڑ جس نے میرا رخ تباہی اور بربادی کی طرف موڑ دیا وہ بڑے دکھ سے بڑبڑایا

بدر!

آہ میرے مولیٰ وہ ایک فاش غلطی تھی

دھوکہ اور فریب ثابت ہوئی۔

اس کے دل میں درد کی ایک ناقابل برداشت ٹیس اٹھی اور اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ کراہ اٹھا

اف میرے خدایا کیا ہو گیا ہے مجھے۔ اس سے تو بہتر ہے مجھے تو موت دے دے اس کا سارا بدن پسینے میں ڈوب گیا تھا اور چہرے پر شدید اور سخت جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔ کنور نے ساری ٹافیاں اپنے کوٹ کی جیبوں میں ڈال لیں اور اٹھ کر ایاز کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں

ابو چلو نا

ایاز نے کوئی جواب نہ دیا اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

کنور اس کی گود میں آگیا اور بڑے پیار سے کہا

ابو جی! چلو نا۔

ایاز نے جب پھر بھی کوئی جواب نہ دیا تو کنور اس کی گود میں گر گیا

اور زور سے پاؤں ہلاتے ہوئے اس نے روتے ہوئے کہا۔

اوں، اوں۔ ابو چلو نا

ایاز نے آنکھیں کھولیں اور کنور کی طرف دیکھا۔ وہ رو رہا تھا

ایاز نے اسے اٹھایا اور زبردستی مسکراتے ہوئے کہا

بیٹے چپ ہو جاؤ نا۔

کنور روتے روتے مسکرا دیا اور اپنا چہرہ آگے کرتے ہوئے اس نے اپنے ہونٹ ایاز کے ہونٹوں پر رکھنے کے بعد علیحدہ کرتے ہوئے پوچھا

نچ (بس) ابو جی!

ایاز اس کی ان اداؤں پر اور مسکرا دیا تھا

ایک اور بیٹے

کنور نے ایک بار پھر اپنے ہونٹ ایاز کے ہونٹوں سے ملانے کے بعد پوچھا

نچ (بس) ابو جی!

ایاز نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا

بس بیٹے!

ایاز جب گاڑی لے کر گھر داخل ہوا تو کنور نیچے اتر کر بھاگتا ہوا کمرے کی طرف گیا اور زور زور سے پکارنے لگا۔

امی جی! امی!

جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کمرے میں ادھر ادھر دیکھا پھر ایاز کے پاس واپس آیا اور منہ بسورتے ہوئے کہا۔

ابو جی! امی کوئی نہیں

ایاز ٹال گیا۔

تمہارے لئے ٹافیاں لینے گئی ہے بیٹا! جلدی آجائے گی۔

ایاز نے آگے بڑھ کر پہلے اپنا کمرہ کھولا اندر داخل ہوتے اس نے ادھر ادھر دیکھا کمرہ عجیب طرح سے بھائیں بھائیں کر رہا اس کے دل میں پھر وہی خوفناک ہوک اٹھی اور وہ دل پہ ہاتھ ہوئے باہر آگیا اس کی پیشانی پہ پسینہ نمودار ہو گیا تھا اور دل ڈو لگا تھا۔ لڑکھڑاتا ہوا اور گرتا پڑتا وہ نجم کے کمرے کی طرف آیا مشکل سے اس نے تالا کھولا

اس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بھی اسے وہی ٹیس دل کو ایک ناقابل برداشت دھکا لگا کیونکہ اس اور اجڑا ہوا تھا نجم کا۔ ایاز کے جسم میں غم اور دکھ کی ایک ناقابل برداشت سنسنی سر سے پاؤں تک کوند گئی۔ وہ چکرا گیا تھا سہارا لینے لئے وہ دروازے کو پکڑنا چاہتا تھا مگر ایسا نہ کر سکا۔ آنکھوں اندھیرا چھا گیا وہ ڈگمگایا اور پھر غش کھا کر فرش پہ گر گیا۔

دوسرے کمرے میں گڈو نے ریڈیو آن کر دیا اور وہ اسے ادھر ادھر گھماتا ہوا کھیل رہا تھا۔ پھر جب ایاز کے گرنے کی آواز آئی تو وہ کرسی سے اترا اور بھاگتا ہوا دوسرے کمرے کی طرف گیا۔ فرش پہ گرے ہوئے ایاز کو کچھ دیر کھڑا ہو کر وہ دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر اس نے ایاز کی ٹانگ پکڑ کر ہلائی۔

ابو جی! اٹھو نا

ایاز بے ہوش پڑا تھا

گڈو کھڑا ہو گیا اور کس قدر خوش ہوتے ہوئے کہا

اوں اوں، ابو گندے، ابو گندے وہ پھر ایاز کی ٹانگ پکڑ کر ہلانے لگا۔ جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ رو پڑا اور فرش پہ لیٹے ہوئے ایاز کی چھاتی پہ سر رکھتے ہوئے وہ رونے بھی لگا اور زور زور سے پکارنے بھی لگا۔ ابو جی! ابو جی!

کافی دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ ایاز بیہوش پڑا رہا اور گڈو اس کی چھاتی پہ سر رکھ کر روتا رہا۔ اس کے آنسوؤں سے ایاز کی قمیض بھی تر ہو گئی تھی۔ پھر ایاز نے ایک جھرجھری سی لی اور مردہ سی آواز میں بولا

پانی!

گڈو چونک گیا اور دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

ایاز کی آواز پھر ابھری

پانی

اپنی قمیض سے آنسو پونچھتے ہوئے کنور نے پوچھا

مائیں (پانی) پیو گے ابو!

ایاز کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر کنور نے ادھر ادھر دیکھا پھر وہ نلکے کی طرف آیا ایک بالٹی پڑی تھی جس میں پانی تھا اور قریب ہی تین کانچ کے پیالے پڑے تھے۔ کنور نے ایک پیالہ اٹھا کر نلکے کے نیچے رکھا اور نلکا چلانا چاہا مگر چلا نہ سکا بیچارہ بچہ تھا اور نلکا بھاری تھا تھوڑی دیر تک وہ زور لگاتا رہا۔ پھر نلکا اس سے نہ چلا۔ ناچار وہ نلکے سے لٹک گیا۔ نلکے سے تھوڑا سا پانی نکلا مگر پیالہ دھار کی سیدھ میں نہ تھا۔ لہٰذا پانی بیکار بہہ گیا۔

کنور نے پیالہ درست کیا اور پھر نلکے سے لٹک گیا۔ مگر اس بار بھی پانی پیالے سے باہر ہی گر گیا دوبارہ اس نے پیالہ ٹھیک کر کے نلکے سے لٹک کر پانی نکالا اس بار پیالے میں تھوڑا سا پانی جمع ہو گیا۔ کنور خوش ہو گیا تھا اس نے پیالہ اٹھایا اور جونہی وہ واپس مڑنے لگا اس کا پاؤں پھسلا اور دھڑام سے گر گیا۔ پیالہ ٹوٹ گیا اور وہ زور زور سے رونے لگا

ابو جی! ممی! اس نے مارا وہ پیالے کی طرف اشارہ کر رہا تھا

کنور تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر روتا رہا۔ پھر آپ ہی آپ چپ ہو گیا اور ٹوٹے ہوئے پیالے کے ٹکڑے اٹھا کر ایک دوسرے پر مارتے ہوئے وہ کھیلنے لگا۔ ایاز کو پانی پلانا وہ بھول گیا ننھا بچہ جو تھا اسے ذمہ داری کا کیا احساس

ایاز کی آواز پھر سنائی دی

پانی! پانی! وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا

کنور نے بیٹھے ہی بیٹھے مڑ کر ایاز کی طرف دیکھا پھر اس نے دوسرا پیالہ اٹھایا اور جب وہ نلکے کے ہینڈل کی طرف جانے لگا تو اس کی نگاہ بالٹی پر پڑ گئی اس میں پانی تھا کنور نے پیالہ اس میں ڈبویا اور اسے بھر کر وہ پیچھے ہٹا اور اس بار بڑی احتیاط کے ساتھ وہ نلکے کے فرش سے باہر آیا اور ایاز کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا

ابو مائیں (پانی) پیو

ایاز نے کوئی جواب نہ دیا اسی طرح لیٹا رہا

کنور نے زور دے کر کہا

ابو مائیں (پانی) پیو نا۔

ایاز نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ کنور نیچے بیٹھ گیا اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے وہ پیالہ ایاز کے منہ کو لے گیا مگر بیچارہ پیالے کو سنبھال نہ سکا اور پانی ایاز کے چہرے پر گر گیا۔ ایاز نے آنکھیں کھول

دیں اور ٹکٹکی باندھے ایاز کی طرف دیکھنے لگا کنور اس کی آنکھیں کھلی دیکھ کر خوش ہو گیا اور پیار سے پوچھا

ابو! اور پامیں (پانی) لاؤں

ایاز نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ساتھ ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا

کنور بھاگتا ہوا گیا اور ایک پیالہ اور بھر لایا

ایاز نے اس سے پیالہ لے لیا اور پانی پی کر وہ بڑے غور سے کنور کی طرف دیکھنے لگا کنور نے پھر خوش ہوتے ہوئے پوچھا

اور پامیں (پانی) لاؤں ابو!

ایاز نے پیالہ ایک طرف رکھ دیا

نہیں بیٹے!

کنور نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا کر اور سر ایک طرف کرتے ہوئے پوچھا

نچ ربس!!

ہاں بیٹے بس! ایاز نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا اور اس کا منہ، گال اور آنکھیں اور پیشانی بُری طرح چومنے لگا۔

تم بہت اچھے ہو بیٹے

کنور اس کی گردن سے لپٹ گیا اور اپنا سر اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

امی کدھل (کدھر) گئی ہے ابو

ایاز نے اور زور سے کنور کو لپٹا لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ سسک بھی پڑا کنور فوراً علیحدہ ہو گیا

تم لوتے (روتے) ہو ابو!

ایاز نے آنسو پونچھتے ہوئے کنور کو اٹھا لیا

نہیں بیٹے! چلو کھانا کھائیں۔ وہ گاڑی کی طرف آیا۔ اگلا دروازہ کھول کر کھانے کا تھرماس نکالا اور کمرے میں جا کر وہ کنور کو کھانا کھلانے لگا۔ کھانا کھاتے کھاتے کنور پھر بول پڑا۔

تم بھی کاؤ (کھاؤ) نا ابو! ساتھ ہی اس نے روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا توڑا اور اپنے سامنے پڑی ہوئی گوشت کی پلیٹ میں اسے ڈبو کر وہ ایاز کے منہ کے قریب لے گیا

لو کاؤ (کھاؤ) ابو!

کنور کی حرکتیں دیکھ کر ایاز کا دل بھر آیا تھا لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں اس نے کہا

تم کھاؤ بیٹا!

کنور نے ہاتھ بڑھا کر لقمہ ایاز کے منہ میں ڈال دیا ایاز جب لقمہ چبانے لگا تو کنور تالی بجا بجا کر مسکرانے لگا۔

کھانے کے بعد ایاز نے برتن سمیٹ کر نلکے کے پاس رکھے اور پھر انہیں صابن کے ساتھ خوب اچھی طرح مانجھ کر ایک طرف رکھ دیا۔

پھر گاڑی سے ایک لفافہ نکال کر وہ کمرے میں آیا اور اس میں سے سیب نکال کر وہ پلیٹ میں پھیرنے لگا اور ساتھ ہی اس نے کنور کو بھی آواز دی ۔

کنور! آؤ کھائیں

کنور کرسی پہ کھڑا ہو کر ریڈیو کے بٹن گھما رہا تھا

اش (اس) کو چلاؤ ابو!

ایاز نے اٹھ کر ریڈیو آن کر دیا اور کنور تالی بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگا۔ ایاز اسے اٹھا کر میز پہ لایا اور سیب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر اسے کھلانے لگا۔ اس لمحہ محلے کا ایک دوکان دار لطیف اندر آیا اور ایک لفافہ ایاز کو تھما دیا

یہ تار ہے تمہارا تم گھر پہ نہ تھے تو ڈاکیہ مجھے دے گیا۔

ایاز نے تار پڑھا۔ ظہیر کا تھا وہ شام کو خیبر میل سے پہنچ رہا تھا۔ ایاز ہلکا سا مسکرا دیا اور لفافہ تہہ کر کے اس نے جیب میں ڈال لیا

خوشی کا تار ہے کوئی دوکاندار نے پوچھا۔

ہاں میرا ایک دوست فارن گیا ہوا تھا آج وہ اور اس کی بیوی واپس آ رہے ہیں۔

وہ تمہاری بیوی کا کچھ پتہ چلا۔

ایاز مسکراتا مسکراتا پھر بجھ کر راکھ ہو گیا

نہیں!

ایاز کو اداس ہوتا دیکھ کر دوکاندار واپس چلا گیا۔ ایاز پھر غمگین ہو گیا تھا مگر وقت کاٹنے کی خاطر وہ پھر کنور کو سیب کے ٹکڑے کھلانے لگا۔

گاڑی سے نکلتے ہی ظہیر بھاگ کر ایاز سے لپٹ گیا اور کسی قدر
پریشانی سے پوچھا تم تو بہت کمزور ہو گئے ہو ایاز کیا بات ہے۔
ایاز زہریلی ہنسی ہنس دیا۔
تمہاری نظروں کو دھوکا ہے اتنے عرصہ بعد فارن سے لوٹے ہو نا۔ اور
شازیہ کہاں ہے۔ ظہیر کے جواب دینے سے قبل ہی شازیہ گاڑی سے
اتری اور ایاز کو سلام کرتی ہوئی وہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی
ایاز نے پھر پوچھا تم تو کہتے تھے چھ ماہ بعد آؤں گا اور تم تو تین ماہ
بعد ہی لوٹ آئے ہو؟
ابا جان نے خط لکھ کر منگایا ہے۔
کیوں؟

فیکٹری میں مزدوروں نے ہڑتالیں شروع کر دی ہیں اور اس کا سد باب
کرنے کے لئے انہوں نے مجھے بلایا ہے۔ وہ کٹر قسم کے سرمایہ دار ہیں
مزدوروں کے ساتھ ان کا سلوک اچھا نہیں لہذا انہوں نے ہڑتال کر دی
ہو گی۔ جب میں نے انتظامیہ کے فرائض سنبھال رکھے تھے تو میں تو مزدوروں
کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرتا تھا۔ میں نے آج تک کسی مزدور کو
کبھی ناراض نہیں ہونے دیا۔ خواہ مجھے ان سے معافی مانگ کر ہی کبھی خوش
کرنا پڑے پر ابا جان کو کون سمجھائے وہ مزدوروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور
ان سے جانوروں کا سا سلوک کرتے ہیں تم نے گھر والوں کو اپنے آنے
کی اطلاع دی ہے؟
نہیں ان کو صرف اتنا لکھا تھا کہ میں جلدی آ رہا ہوں ویسے ان دنوں وہ
بڑی بیتابی کے ساتھ میرے آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے تم ایسا کرو
نا شازیہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں سیدھا گھر جاتا ہوں اور پھر کل تمہارے
ہاں آؤں گا قلیوں نے ان کا سامان اتار کر پلیٹ فارم پر رکھ دیا تھا ظہیر
نے پھر ایاز سے پوچھا
تو پھر میں جاؤں؟
چلو میں تمہیں اپنی گاڑی میں چھوڑتا جاؤں گا
نہیں اس طرح ٹھیک نہیں تم شازیہ اور سامان لے کر جاؤ میں کوئی ٹیکسی
پکڑ لیتا ہوں ظہیر نے ایک اٹیچی اٹھایا اور چلا گیا۔ ایاز نے قلیوں سے سامان

ٹیکسی پہ رکھا کر انہیں فارغ کر دیا۔ شازیہ پچھلی سیٹ پہ بیٹھ گئی۔
اگلی سیٹ پہ کنور بھی سویا ہوا تھا۔

ایاز نے جب گاڑی سٹارٹ کی تو کنول اٹھ کر بیٹھ گیا ایاز اس کی طرف دیکھنے لگا پہلے وہ آنکھیں ملتا رہا، پھر ایاز کی گود میں آیا اور منہ بسورتے ہوئے کہا۔

ابو لوٹی (روٹی) دو۔

شازیہ حیرت سے کنور کی طرف دیکھ رہی تھی ایاز نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈالا اور کاغذ میں لپٹی ہوئی ڈبل روٹی نکالی پھر اس نے اپنے سامنے پڑی ہوئی تھرماس سے اس کے ڈھکن میں دودھ نکالا اور ڈبل روٹی کاٹ کاٹ وہ دودھ میں ڈبوتے ہوئے کنور کو کھلانے لگا۔

شازیہ نے تجسّس سے پوچھا

یہ بچہ کس کا ہے بھیّا

میرا اپنا

آپ کا؟ شازیہ نے حیرت کا اظہار کیا

ہاں تم لوگوں کے جانے کے بعد میں نے بھی شادی کر لی تھی

سحر سے کیا؟

نہیں ایک اور لڑکی سے ساتھ ہی بدر کے اس نے سارے واقعات بھی سنا دیئے۔

مگر وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ کیوں گئی

خدا بہتر جانتا ہے

بہت سنگدل تھی، بچہ بھی چھوڑ گئی کوئی جگہ جگہ دھکے کھانے کی عادی ہو گی، ورنہ یوں شوہر بچے اور بسے بسائے اور آباد گھر کو کون لڑکی چھوڑ کر جاتی ہے سحر ملتی رہی ہے نا۔

وہ مجھ سے ناراض ہے

اس نے کہیں شادی تو نہیں کر لی

نہیں

بس تو پھر ٹھیک ہے میں کل ہی اس سے بات کروں گی اور دونوں کو راضی کرا کر شادی کرا دوں گی۔

ڈبل روٹی ختم ہو گئی تھی۔ ایاز نے تھرماس میں بچا ہوا دودھ کنور کو پلایا اور اپنے رومال سے اس کا منہ پونچھتے ہوئے پوچھا

بس بیٹے!

کنور اب مسکرا دیا تھا گردن ایک طرف جھکاتے ہوئے اس نے کہا

جی (بس)

کنور ٹکٹکی باندھے شازیہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ شازیہ نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے آ جاؤ منّے!

کنور سوالیہ سے انداز میں ایاز کی طرف دیکھنے لگا

ایاز نے پیار سے اسے پچکارا
جاؤ بیٹے! وہ پھوپھو ہے
کنور شازیہ کے پاس چلا گیا۔ وہ اسے چومنے لگی
تمہاری امی کہاں ہے منے!
کنور نے پٹاخ سے جواب دیا
امی گندی ابو چوہنے (سوہنے ہیں)
شازیہ نے اسے اپنی گود میں سمیٹ لیا
بہت پیارا بچہ ہے بھیّا۔
ایاز نے گاڑی چلا دی
اس کے سہارے ہی تو میں زندہ ہوں۔
دوسرے روز صبح سویرے ہی ایاز نے سحر کے کوارٹر کے سامنے
ٹیکسی روکی شازیہ اس میں سے اتری اور آگے کے دروازے کے پاس
آکر اس نے ایاز سے کہا،
اترو نا نیچے!
ایاز نے پہلو میں بیٹھے ہوئے کنور کو گود میں بٹھا لیا
تم اکیلی ہی جاؤ میرے اندر جانے سے اس کا پارہ اور گرم ہو جائے گا
اگر تم اکیلی جاؤ تو شاید کام ہو جائے میں بھی ساتھ گیا تو سارا کام بگڑ جائے گا
شازیہ اکیلی ہی جب کوارٹر میں داخل ہوئی تو سحر ہسپتال کی سفید

یونیفارم پہن رہی تھی۔ شازیہ کو دیکھتے ہی وہ بھاگی اور اس سے لپٹ گئی
شازیہ اس کے پلنگ پہ بیٹھی اور غور سے اس کی طرف دیکھا۔
ڈیوٹی پہ جا رہی ہو
سحر نے اپنے سر پہ کیپ درست کرتے ہوئے کہا
ہاں
تم ایاز بھائی سے کیوں ناراض ہو
سحر نے بیزاری سے کہا
کوئی اور بات کرو کب آئی ہو تم خانن سے
میں تو آج تم دونوں کو راضی کرنے آئی ہوں
تم بیچ میں نہ آؤ تم میری بہن ہو اور ——
شازیہ نے اس کی بات کاٹ دی۔
اور وہ میرا بھائی ہے میں چاہتی ہوں تم دونوں پھر پہلے کی طرح ایک
دوسرے سے تعلقات بڑھا لو۔
سحر نے بیزاری سے کہا
کوئی ضرورت ہی نہیں اس کی نہ ہی میں اس کی کوئی ضرورت محسوس
کرتی ہوں
تم نے خود ایک بار مجھے کہا تھا کہ تم ایاز سے محبت کرتی ہو
وہ وقت اور تھا

تم اس سے اس لئے خفا ہو کہ اس نے شادی کر لی تھی میں تمہیں
بتاتی ہوں کہ اس نے کیوں اور کن حالات میں شادی کر لی تھی اور
وہ لڑکی اسے چھوڑ کر چلی گئی ہے

سحر غصہ میں آ گئی

میں کچھ سننا نہیں چاہتی

شازیہ بھی فیصلہ کن انداز پر اتر آئی

تو تم اس سے شادی نہیں کرو گی

ہرگز نہیں ۔

پھر سوچ کر جواب دو

اب یہ میرا آخری فیصلہ ہے میں کبھی اس سے شادی نہ کروں گی ۔

اگر میں تم سے التجا کروں تو پھر

تم میری بہن ضرور ہو پر اس معاملے میں تمہاری کوئی بات بھی میں
تسلیم نہیں کروں گی

میں تو بڑی آس کے ساتھ ایاز کو ساتھ لے کر آئی تھی اور
وہ باہر کھڑا میری تم سے بات چیت کے نتائج کا انتظار کر رہا ہے

میں نے تم سے کہا ہے نا کہ اب میں اس سے کسی قسم کا تعلق رکھنا نہیں
چاہتی ۔ وہ سحر مر گئی ہے جو اس سے محبت کرتی تھی ۔

آخری فیصلہ ہے تمہارا

بالکل آخری سحر نے میز پر پڑا ہوا تالا اور چابیاں اٹھائیں شاید وہ
ڈیوٹی پر جانا چاہتی تھی ۔

شازیہ غمگین سی چپ چاپ اٹھی اور باہر آئی دروازہ کھول کر
اندر بیٹھتے ہوئے اس نے بڑے دکھیا سے لہجے میں کہا

چلو ایاز وہ نہیں مانتی ۔ میں نے کافی منت کی ہے پر وہ کسی بات پر
آتی ہی نہیں ۔

ایاز نے گاڑی سٹارٹ کر دی اس کے چہرہ پر تھوڑی دیر کے لئے
اداسی اور درماندگی چھا گئی تھی جس پر وہ جلدی میں قابو پا گیا ۔ اسی
وقت سحر بھی باہر نکلی اور ایاز پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتی ہوئی
ہسپتال کی طرف چلی گئی ایاز نے اپنے سر کو جھٹکا اور گاڑی آگے بڑھا دی

دوپہر کے قریب ظہیر آ گیا تھا ایاز اس وقت نہا رہا تھا اور
شازیہ اندر بیٹھی کنور کے ساتھ کھیل رہی تھی ظہیر اس کے پاس جا
بیٹھ گیا اور حیرت سے پوچھا
یہ بچہ کس کا ہے
شازیہ نے جواب میں ایاز اور بدر کی پوری داستان کہہ دی
ظہیر پریشان ہو گیا
عجیب زندگی ہے اس بچارے کی اوروں کے کام آتا ہے مگر کبھی
اپنا ذاتی دکھ نہیں کہتا خود اندر ہی اندر جلتا ہے اور اوروں کی آگ
بجھانے میں ہر جگہ حاضر ہوتا ہے ایاز نہا کر اندر آ گیا تھا لہٰذا ظہیر
خاموش ہو گیا ایاز تولیے سے بال خشک کرتا ہوا مسکرا کر بولا

آ گئے ہو؟
ہاں
کوئی بات کی ان سے
میں شازیہ کو لینے آیا ہوں وہ اسی ہفتہ میری شادی کر دینے کی تیاری
میں ہیں وہ لڑکی جس کی شادی مجھ سے ہو رہی ہے وہ بھی ہمارے ہاں
آئی ہوئی ہے اس کے ساتھ اس کی امی اور ابو بھی ہیں اس نے تو
شادی سے پہلے ہی ہمارے گھر کا نظام سنبھال لیا ہے۔
ایاز نے فکر مندی سے کہا
انہوں نے شازیہ سے اگر غلط سلوک کیا تو پھر
میرے وہاں ہوتے ہوئے یہ کیسے ہو سکتا ہے
انہوں نے اگر اسے اپنی بہو ہی تسلیم نہ کیا تو پھر
جو گھر اس کو قبول نہ کرے گا اس میں رہنا میں بھی حرام سمجھوں گا۔
بس اب میں مطمئن ہوں
تو پھر چلو ہمیں چھوڑ کر آؤ
ایاز نے جلدی جلدی کپڑے بدلے اور بال درست کر کے وہ
تیار ہو گیا اور پھر وہ انہیں ساتھ لے کر ماڈل ٹاؤن آیا خود تو وہ باہر ہی
کھڑا رہا ظہیر اور شازیہ اندر چلے گئے دونوں کا دل بری طرح دھڑک رہا
تھا سامنے ہی لان میں ظہیر کے ابا عنبر اس کی امی نسیم منگیتر نادرہ اور

اس کے ماں باپ بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ دونوں ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے نسیم نے تیز نگاہوں سے شانزیہ کی طرف گھورتے ہوئے ظہیر سے پوچھا۔

یہ کون ہے ظہیر!

میری بیوی ہے امی اس نے بڑے صاف صاف لفظوں میں جواب دیا

نصیر نے حیرت سے پوچھا

بیوی؟ کب شادی کی ہے تم نے یہ تو اسی مزدور کی لڑکی ہے، نسیم کی طرف دیکھتے ہوئے نصیر نے کہا

فارن جانے سے پہلے اور یہ میرے ساتھ گئی ہوئی تھی

نسیم کی آواز میں غصہ رچ گیا تھا

او! یہ وہی مزدور کی لڑکی ہے نا جس سے تم شادی کرنا چاہتے تھے جی

نصیر فوراً کھڑا ہو گیا

تمہیں شرم نہ آئی ایسی دو کوڑی کی لڑکی سے بیاہ رچاتے ہوئے ایسی آوارہ اور گھٹیا لڑکی کو اپناتے ہوئے تم نے اپنی سوسائٹی میں اس قدر بلند مقام کی طرف بھی نہ دیکھا

ظہیر نے پرزور احتجاج کیا

آپ کو یہ الفاظ زیب نہیں دیتے ابو!

نصیر نے غصے میں اسے جھڑک دیا

خاموش، تمہیں ابھی سب کے سامنے اسے طلاق دینا ہو گی تمہاری شادی ہر حالت میں نادرہ سے ہو گی اور وہ بھی اسی ہفتے میں اس سے انکار کرتا ہوں ابو! جہاں شادی کرنا تھی کر لی ہے ظہیر عجیب جرأت کا مقابلہ کر رہا تھا تمہیں طلاق دینا ہو گی یہ ہمارا حکم ہے۔

میں یہ حکم ماننے سے انکار کرتا ہوں

نصیر نے ایک بھرپور طمانچہ ظہیر کے منہ پر دے مارا

ذلیل تمہاری یہ جرأت

دوسرا طمانچہ وہ مارنا ہی چاہتے تھے کہ شانزیہ بھاگ کر سامنے آ گئی اور منت کرنے لگی خدا را انہیں کچھ نہ کہیے۔ میں قصوروار ہوں مجھے ماریں جتنا مارنا چاہتے ہیں آپ

نصیر نے ایک دھکے کے ساتھ اسے پیچھے گرا دیا اور پھر ظہیر کو مارنے لگے، اتنے میں نسیم اٹھی اور اس نے شانزیہ کو پکڑ لیا اور مارنے لگی۔ نادرہ اور اس کی ماں بھی کھڑی ہو گئیں تینوں نے مل کر شانزیہ کو گھاس پر گرا لیا اور اس پر مکوں اور پاؤں کی ٹھوکروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ظہیر یہ حالت دیکھ کر طیش میں آ گیا تھا۔ نصیر کو اس نے پیچھے ہٹایا اور ان کی طرف بڑھا ایک بھرپور مکہ اس نے نادرہ کی پیٹھ پر مارا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر گھماتے ہوئے اسے دور پھینک دیا اس کی ماں نے اسے دو طمانچے مارے

اور اسے دور ہٹا دیا اپنی ماں کو بھی اس نے دھکا دے کر ایک طرف
گرا دیا۔ شازیہ کو سہارا دے کر اس نے اٹھایا اور اس کے کپڑے جھاڑتے
ہوئے اس نے ان سب کو مخاطب کیا
یہ ہے تمہاری تہذیب اور ترقی پسند ہونے کا مظاہرہ اس طرح تو کتے
بھی نہیں کرتے جس طرح تم لوگوں نے ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے۔
نفیر پھر گرجا
اسے طلاق دے دو ظہیر ورنہ ——
ظہیر نے بھی غصے میں پوچھا
ورنہ کیا؟
تم اس گھر میں نہ رہ سکو گے
میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے گھر پر جہاں انسان ہی نہ بستے ہوں
تو تم اسے طلاق نہیں دو گے۔
بالکل نہیں۔ نہ میں اسے طلاق دوں گا اور نہ ہی اب اس گھر میں رہوں گا
تم لوگ میری شادی نادرہ سے نہیں دولت سے کرنا چاہتے تھے۔ تم — تم
مجھے بیچنا چاہتے ہو یہ شادی نہیں سودا ہے یہ گھر نہیں نیلام گاہ ہے۔ جہاں
تم لوگ مجھے نیلام کرنا چاہتے ہو
دیکھوں گا کتنے دن باہر رہتے ہو
ظہیر نے شازیہ کا ہاتھ پکڑ لیا

میں سڑکوں پر جھاڑو دینا پسند کر لوں گا مگر اس گھر میں لوٹ کر ہرگز نہ آؤں
گا جہاں آپ جیسے دولت پرست لوگ بستے ہیں جہاں بیٹے کی خوشی کو اپنی
خوشی نہیں جانا جاتا ۔ تمہیں بیٹے کی نہیں دولت کی ضرورت ہے سانپ بن کر بیٹھے
رہو دولت پر دیکھتا ہوں کب تک تنہا بیٹھے رہو گے ایک روز تمہیں میری
ضرورت محسوس نہ ہوئی تو ظہیر نہ کہنا اس روز میں تم سے پوچھوں گا کہ دولت
کے ساتھ بیٹے کو تولنے والے بتا کدھر گئی وہ تمہاری فرا ور انانیت
وہ شازیہ کے ساتھ گیٹ کی طرف بڑھ گیا
چلو شازیہ چلیں۔
شازیہ نے اس کی منت کی۔
ایک بار مجھے بھی ان سے بات کر لینے دو میں ان سب سے معافی مانگ
لوں گی وہ ضرور ہمارے ساتھ صلح کر لیں گے۔
ظہیر اسے کھینچتا ہوا آگے بڑھ گیا
کوئی ضرورت نہیں ان سے بات کرنے کی میں انہیں تم سے بہتر جانتا ہوں
چھوڑو ان کو آؤ چلیں۔
دونوں باہر نکلے اور چپ چاپ آکر ایاز کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی
میں جب وہ بیٹھ رہے تھے تو ان کے چہروں سے ایاز بہت کچھ پڑھ چکا
تھا تاہم اطمینان کی خاطر اس نے پوچھا
خیریت ہے نا!

ظہیر ابھی تک غصے میں تھا ۔
تم ٹھیک کہتے ہو ایاز دولت کے نشے میں چنگھاڑتے ہوئے ان اندھے ہاتھیوں نے ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کیا ۔

کیا کہتے ہیں

وہی سرمایہ دارانہ غرور کہ ایک مزدور کی لڑکی سے کیوں شادی کر لی
ایاز نے بھی افسوس کا اظہار کیا

نہ جانے کیا ہو گیا ہے لوگوں کو یہ سرمایہ دار اور غریب کا فرق، ذات پات کی تفریق یہ اونچ نیچ کے تصادم بلندی اور پستی کی یہ دیواریں یہ سب مجہول قسم کے ذہنوں کی پیداوار ہیں، خیر تم فکر نہ کرو میں زندہ ہوں تم لوگ فکر کیوں کرتے ہو ایاز نے سگریٹ کا ایک لمبا کش لگایا ایک نگاہ اپنے پہلو میں سوئے ہوئے کنور پر ڈالی پھر گاڑی آگے بڑھا دی

واپس آتے ہی ظہیر اور شازیہ نے اپنا سامان سمیٹنا شروع کر دیا
ایاز نے پریشانی سے پوچھا کدھر جانے کی تیاری کر رہے ہو تم دونوں
ظہیر نے اپنے سارے اٹیچی ایک جگہ جمع کر دیئے ۔

ایاز ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم شازیہ کے آبائی گھر میں جا کر رہیں گے، اس طرح وہ گھر بھی آباد ہو جائے گا اور ہم دونوں بھی سکون کی زندگی بسر کرنے لگیں گے

یہاں تمہیں کیا تکلیف ہے ۔

دیکھو ایاز تکلیف کوئی نہیں پھر بھی ذرا ٹھیک ہے نا

تم دونوں یہیں رہو میں اپنے لئے کہیں اور کمرہ لے لیتا ہوں یہ تو اچھی بات نہیں کہ تم یہ گھر چھوڑ کر چلے جاؤ نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے

ہم وہاں جانے کے بعد بھی اسی طرح تم سے ملتے رہیں گے، میرے ایک دوست کی موٹر ورکشاپ ہے میں گاڑی کے انجن کا سارا کام بھی جانتا ہوں، کل سے میں اس کے پاس کام کرنا شروع کر دوں گا ر شازیہ کا گھر بھی وہاں سے قریب ہے، ورکشاپ منٹگمری روڈ پر ہے اور گھر قلعہ گوجر سنگھ میں ۔

ایاز نے دکھ سے پوچھا

اور یہاں تمہیں کیا تکلیف ہے

بھئی تکلیف تو کوئی نہیں پر وہ گھر بھی تو آباد کرنا ہے نا ۔

شازیہ بھی بولی ۔

بھیا! تمہارے پہلے ہی ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ ہم سر تک نہیں اٹھا سکتے اور پھر ہم کوئی اتنا دور بھی تو نہیں جا رہے ایک ہی شہر ہے روز ملتے رہا کریں گے ۔

ایاز کا سر جھک گیا تھا اس نے کچھ سوچا پھر پیچھے ہٹا اور ایک اٹیچی کھول کر اس میں سے اس نے بدر کے پانچ ان سلے سوٹ نکالے پھر لوہے کی ایک پیٹی سے پانچ سو روپیہ نکال کر اس نے دونوں چیزیں

شانزیہ کے قریب میز پہ لا کر رکھ دیں
شانزیہ نے تعجب سے پوچھا
یہ کیا ہے بھیا!
ایاز کا سر پھر جھک گیا
ایک بہن اپنے بھائی کے گھر سے خالی ہاتھ کیسے جائے گا
شانزیہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں
نہیں بھیا! میں نہیں لوں گی ہمارے پاس اتنی رقم ضرور ہے کہ اگر یہ کچھ عرصہ نہ بھی کام کریں تو گھر کا خرچ چل سکے۔ یہ رہنے دو بھیا میں اب تم پہ زیادہ بوجھ نہ بنوں گی
ایاز نے اپنا سر آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا
تم میری بہن ہو شانزیہ! اور ظہیر میرا بھائی ہے۔ بہن بھائی کا رشتہ ہمیشہ اٹوٹ رہتا ہے۔ اوّل تو تمہیں یہاں سے جانا نہ چاہیئے تھا اور اگر جانے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو یہ کپڑے اور روپے تمہیں لینا ہوں گے یہ دونوں چیزیں اٹھا کر اپنے اٹیچی میں رکھ لو یہ میری خوشی ہے اور مجھے امید ہے کہ تم بھی میری خوشی کا خیال رکھو گی۔
شانزیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے
رو رہی ہو؟ بڑے دکھ سے ایاز بولا
شانزیہ نے آگے بڑھ کر ایاز کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے

بھیا تم ——— تم ایک ہمدرد بھائی اور غمگسار باپ ہو ———
میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں ——— ایاز بیچ میں بول پڑا۔
ایک بیٹی کو باپ کا ——— اور
اور ایک بہن کو بھائی کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایاز نے جیب سے رومال نکالا اور شانزیہ کو تھما دیا اپنے آنسو پونچھ لو اور سنبھالو یہ سامان۔ شانزیہ اپنی آنکھیں خشک کرنے لگی۔ کمرے کے وسط میں کھڑا ظہیر بھی اپنی نم آلود آنکھیں صاف کر رہا تھا۔
اسی لمحہ ظہیر کے ابا لفیر کمرے میں داخل ہوئے اور کرخت سی آواز میں کہا۔
میں ایک بار پھر تمہیں یہی کہنے آیا ہوں ظہیر کہ جو فیصلہ تم وہاں کر آئے ہو اسے واپس لے لو اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ دو کوڑی کی لڑکی کے پیچھے اپنا مستقبل تباہ نہ کرو۔
ظہیر نے غصے میں غراتے ہوئے کہا
ایک مشفق اور شفیق باپ بن کر آئے ہو تم آرام سے بیٹھ کر بات کرو میں اپنی بیوی کو کسی حالت میں بھی چھوڑ نہیں سکتا اور ——— اور اگر وہی سرمایہ دار اور سیٹھ بن کر میرا فیصلہ بدلنے کے لئے آئے ہو تو کمرے کی دہلیز سے باہر کھڑے ہو کر بات کرو یہ ایک مزدور کے بھائی کا گھر ہے اور مزدور اس وقت تک سرمایہ داروں کے خلاف برسرِپیکار

رہے گا جب تک تم جیسے نا انصاف اور بے رحم دولت مند اس دنیا میں بستے ہیں۔

نصیر تھوڑی دیر کھڑا ہو کر ظہیر کو گھورتا رہا پھر واپس مڑا اور دہلیز کے باہر کھڑے ہوتے ہوئے کہا میں دیکھتا ہوں تم جیسا مزدور کتنے دن بھوک سے زندہ رہتا ہے تم جیسے ہزاروں مزدور ہمارے ٹکڑوں پہ گزارہ کرتے ہیں تمہیں بھی ایک روز جھکنا ہوگا

ظہیر اور طیش میں آ گیا

تم جھوٹ کہتے ہو سیٹھ محنت اور مشقت کرتے کرتے جب مزدور کا پسینہ خوب گاڑھا ہو کر خون بن جاتا ہے تو وہ خون بیچ کر تم بنگلے بناتے ہو۔

انسان خریدتے ہو

ان سے ہی نا انصافی اور ظلم کرتے ہو جن کا خون بیچتے ہو سیٹھ یاد رکھو!

یہ بات اپنے ذہن میں بٹھاؤ کہ تم مزدوروں کا پیٹ نہیں پالتے ہو بلکہ

—— یہ مزدور ہی ہے جو تمہارا پیٹ پالتا ہے

نوٹوں کی وہ موٹی موٹی گٹھیاں جو تم اپنی تجوری میں تہ جا کر رکھتے ہو ان سے مزدور کے خون کی بو آتی ہے تمہارا یہ جسم جو پھول پھول کر کپہ ہو رہا ہے اس میں بھی مزدور کا خون ہے

تمہارے بنگلے کے پتھر

تمہاری کار

تمہارا بینک بیلنس

تمہاری فرم تمہاری فیکٹری سب میں مزدور کا خون رچا ہوا ہے سیٹھ

—— تم تو بھیڑیے ہو

سانپ ہو

لئے گدھ اور کرگدھ مگرمچھ ہو جو شکار کو تلاش کرتے اور ڈستے

رات اپنے پرائے کی تمیز بھول جاتے ہیں، ذرا سوچو تو سیٹھ!

ملک کی سب سے بڑی بڑی اور آسمان سے باتیں کرتی ہوئی عمارتوں

میں لمبی چھوٹی سڑکوں اور پختہ شاہراہوں میں

کھیت کے ہر پودے میں گندم کے ہر گوشے میں

شہروں کی چہل پہل اور رد شبنوں میں

سڑکوں پہ دوڑتی ہوئی اور دندناتی ہوئی ٹیکنیکلر کاروں میں

یہ گھاس کے لان اور پھول اور تناور پودوں میں

دن رات دھواں اگلتی ہوئی ملوں اور فیکٹریوں میں

یہ سینما یہ کلب

یہ مسجد یہ مندر

یہ گردوارے یہ گرجے

ان سب میں —— ہاں سیٹھ ان سب میں کسان اور مزدور کا خون

پسینہ ہے تم —— تم لوگ صرف چند خاندان ہو جو قوم کے شاداب

جسم پہ خونی جونکیں ہو

تم غریبوں کی محنت مشقّت میں ڈھلے ہوئے جسموں پر گندے کھٹمل ہو تم مجھے دھمکی دیتے ہو کہ مَیں زیادہ دن باہر نہیں رہ سکوں گا۔ میں تمہارے سامنے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک روز میں تمہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دوں گا میں نے تمہیں ایک مخلص باپ سمجھ کر اس سے قبل ایک بار شازیہ سے ملنا ترک کر دیا صرف اس امید پہ کہ شاید تم بیٹے کو افسردہ اور اداس دیکھ کر شازیہ سے شادی پر رضا مندی کی حامی بھر لو مگر تم نے الٹا مجھ پہ پہرہ بٹھا دیا مجھے ہمیشہ کے لئے اسے ملنے سے روک دیا میں نے تمہاری منت کی۔

سماجت کی

ہاتھ جوڑے پاؤں تک پکڑے کہ میں کسی اور لڑکی سے شادی نہ کروں گا جسے میں پسند کر چکا ہوں اسے ہی اپناؤں گا مگر میری یہ التجا ٹھکرا دی گئی میری ہر تمنّا اور آرزو کچل دی گئی اور میں ماں باپ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ عرصہ تک شازیہ کو ملنے سے گریز کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ٹی بی کی شکار ہو گئی۔ ظہیر نے ایاز کی طرف اشارہ نہ کیا۔

اگر میرا یہ مزدور بھائی نہ ہوتا تو آج یہ منوں مٹی میں دفن ہو چکی ہوتی مگر اب میں اس کے خلاف تمہاری کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تم سب میری تباہی اور بربادی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہو، جاؤ چلے جاؤ

یہاں سے نصیر نے طنزاً کہا

نئی نئی شادی کی ہے نا جوانی کا نشہ جب اتر جائے گا تو خود گھر کا دروازہ ڈھونڈتے پھرو گے۔

ظہیر غصّے میں پھر دھاڑا

قبل اس کے کہ ایک مزدور کا ہاتھ سرمایہ دار کے گریبان تک جا پہنچے میں تم سے کہتا ہوں کہ چلے جاؤ، جاؤ چلے جاؤ ورنہ —— نصیر پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ ظہیر نے اٹیچی اٹھایا اور ایاز کی گاڑی میں رکھنے کے لئے باہر لے گیا ایاز اور شازیہ بھی سامان اٹھا کر لانے لگے

رضوان اس بار بدر کے ساتھ ہوٹل میں نہ ٹھہرا تھا بلکہ گلبرگ میں اس نے فلموں کے ایکسٹرا اسپلائر جمیل کے ہاں قیام کیا تھا۔ کچھ دن تک بدر کو مکمل آرام کرنے دیا گیا اس کے بعد اسے ایک اسکرپٹ پڑھایا گیا اور اس میں اسے اس کا مرکزی کردار بھی بتا دیا گیا۔ اس کے بعد اس کردار کی شوٹنگ کے لئے اس کی ریہرسل شروع ہو گئی۔ خدا جانے یہ سچی تھی یا جھوٹ موٹ کی بہر حال اس کی باقاعدہ ریہرسل شروع ہو گئی تھی کوٹھی میں کبھی کبھی جوان لڑکیوں کا میلہ سا لگ جاتا اور کبھی بالکل ہی اجڑ جاتی۔ صرف مالی اور دو بوڑھی ملازمائیں، بدر، رضوان اور جمیل ہی وہاں مستقل رہ رہے تھے۔ جمیل اور رضوان بھی سارا دن خبر نہیں کہاں جھک مارتے رہتے رات کو آن گھستے تھے۔ بدر گھر پر اکیلی پڑی رہتی اور اخبار

رسالے پڑھ کر وقت گزار لیا کرتی

کبھی کبھی ریہرسل کی خاطر اسے سٹوڈیو میں لے جایا جاتا۔ ورنہ عام طور پر ریہرسل گھر پر ہی رضوان اور جمیل کی نگرانی میں ہوتی تھی

وہ بچاری مجبور تھی۔

شوہر کی سلامتی کے لئے

اسے زندہ اور خوش دیکھنے کے لئے وہ یہ سب کچھ برداشت کر رہی تھی۔ اکثر وہ ایاز اور کنور کو یاد کر کے ساری ساری رات روتی رہتی یہاں ابھی تک اس کی عزت محفوظ تھی۔ اسے گھر بھی یاد آتا تھا اس کے ذہن میں یہ خیالات بھی گزرتے تھے کہ پتہ نہیں ایاز نے کھانا کھایا ہوگا یا نہیں بچے کو کون سنبھالتا ہوگا ایاز کو سوٹ کون پہناتا ہوگا اسے نہاتے کے لئے صابن تولیہ دینے والا کون ہوگا۔ کپڑے کون دھو کر استری کرتا ہوگا۔ یہ سارے خیالات اس کے ذہن کو الجھا کر رکھ دیتے تھے مگر وہ ایسے حالات میں جکڑی ہوئی تھی۔ جہاں نہ فریاد تھی نہ پکار۔

زندگی کی گھناؤنی تاریکیوں میں ایک بار لٹ چکنے کے بعد وہ اب ایسے عناصر کے ہاتھ چڑھ گئی تھی

جو اس کی عصمت کے قاتل بھی تھے اور غارت بھی

جو معاشرے کے سینے میں گڑھا ہوا زہریلا خنجر بھی تھے اور اس کے جسم پر کوڑھ کا خوفناک داغ بھی جو مالی بھی تھے اور صیاد بھی۔

جو قفس بھی رکھتے تھے اور گلستان بھی۔

زندگی کے سٹیج پر جو فنکار بھی تھے اور گھات لگائے ہوئے رہزن بھی اس کے باوجود وہ معاشرے میں ذی اثر اور بارسوخ تھے مرد جو تھے عورت کی صرف ایک بھول صرف ایک غلطی کی سزا اسے یہ ملی کہ بچے سے دور کر دی گئی۔ اس کا شوہر اس سے دور کر دیا گیا۔ صرف ایک غلطی ہاں صرف ایک غلطی کی اتنی بڑی پاداش۔ مرد اس سے بڑی بڑی سینکڑوں غلطیاں روزانہ کرتا ہے۔ پھر بھی اس کے لئے کوئی سزا نہیں کوئی پاداش نہیں۔

بدر کی شوٹنگ شروع ہونے میں تین دن رہ گئے تھے۔ اس رات بھی وہ بڑی پریشان اور افسردہ تھی وہ اپنے کمرے میں نیم دراز تھی اور رضائی اوپر کھینچ رکھی تھی اس کی سوچیں الجھی ہوئی تھیں ایاز اسے رہ رہ کر یاد آ رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کے سامنے پڑی ہوئی کتاب کو بھگو رہے تھے۔ رات کے بارہ بج رہے تھے مگر وہ ابھی تک جاگ رہی تھی۔ نیند نہ آ رہی تھی کیا کرتی بچاری۔ شوہر کی محبت اور پیار اسے گھن کی طرح اندر ہی اندر کھائے جا رہے تھے۔

کتنی اداس اور مہیب رات تھی۔ ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ کیسی بھیانک اور کھا جانے والی خاموشی تھی اس کے ذہن کا کوئی

افتادہ کو نہ کراہ اٹھا۔ آہ ایاز! تمہارے بغیر میں کیسے جی سکوں تم میری زندگی ہو، میری جان ہو، میرا سب کچھ ہو۔ ہاں ایاز! سبھی تم پھول ہو اور میں تمہاری شبنم اور ——— اور میں شبنم ہو کر بھی پیاسی ہوں تمہیں دیکھنے کو ترس گئی ہوں۔

کمرے کے باہر کھٹکا ہوا اور اس کے خیالات کی مالا ٹوٹ کر منتشر ہو گئی۔ جمیل شراب میں مست ڈگمگاتا ہوا اس کے کمرے میں داخل ہوا اور آتے ہی پلنگ پر لیٹی ہوئی بدر پر گر گیا۔ بدر غصے میں سرخ ہو گئی اس نے اسے دھکا دے کر فرش پر پھینک دیا اور فوراً بستر سے نکل کر کھڑی ہو گئی۔

جمیل پھر اٹھا اور زبردستی بدر کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ بدر نے اپنے آپ کو چھڑانا چاہا مگر اس کی گرفت کافی مضبوط تھی اس نے بدر کو اٹھا کر پھر بستر پر پھینک دیا اور دوبارہ اس پر گر گیا۔ بدر بھی پوری قوت سے اپنا دفاع کر رہی تھی گناہوں کی سی تاریک رات میں ایک بے بس لڑکی گناہوں سے بچنے کی انتہائی کوشش کر رہی تھی اور عین اس وقت جب کہ جمیل اسے بے بس کر کے اس کے سارے کپڑے پھاڑ دینا چاہتا تھا۔ بدر نے اس کے شانے پر اپنے پورے زور سے دانت پیوست کر دیئے۔ جمیل درد کی شدت سے کراہ اٹھا اس کے ساتھ ہی بدر نے اپنے دائیں پاؤں کی ایک بھرپور ٹھوکر اس کے

پیٹ میں جا ئی وہ پھر فرش پہ گر گیا زخمی ناگن کی طرح بدر اٹھی اور اس پہ مکّوں، طمانچوں، اور پاؤں کی ٹھوکروں کی بوچھاڑ کر دی جمیل اٹھا اور بھاگ کر باہر نکل گیا۔

بدر پھر اپنے بستر پہ آئی، رضائی پہ ایک ریوالور پڑا تھا شاید جمیل کا گر گیا تھا، تھوڑی دیر تک وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھتی رہی پھر بڑی احتیاط کے ساتھ اس نے ریوالور کھولا اس میں سات گولیاں بھری ہوئی تھیں، اس نے کچھ سوچا اور ریوالور اپنے تکیے کے نیچے چھپا دیا۔

دروازہ بند کرنے کے لئے جب وہ آگے بڑھی تو رضوان کمرے میں داخل ہوا وہ اس وقت سخت غصّے میں دکھائی دے رہا تھا بدر کو دیکھتے ہی اس نے غصّے میں کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا،

تم نے جمیل کو کیوں مارا

بدر رو پڑنے والی تھی

تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ رات کے اس وقت میرے کمرے میں کیا لینے آیا تھا، میں نے تمہیں پہلے نہ کہا تھا کہ اس کی ہر خواہش کا احترام کرنا،

بدر نے بھی غصّے میں جواب دیا

خواہش کے اس احترام کی آڑ میں اپنی عزت کا میں سودا تو نہیں کر دوں گی،

رضوان نے اسے جھڑک دیا،

تمہیں اس کی ہر بات ماننا ہوگی،

ہر بات مانوں گی مگر اخلاق کے دائرے میں رہ کر، دوبارہ اس نے اگر میری طرف بری نگاہ سے دیکھا تو آج تو وہ بھاگ گیا ہے آئندہ پھر اس کمرے سے اس کی یا میری لاش ہی نکلے گی،

رضوان نے لگا تار تین طمانچے بچاری بدر کے منہ پہ دے مارے، کمینی! بے حیا! بے آبرو! تو نے میرے سامنے بھی زبان کھول لی ہے،

بدر بچاری فرش پہ گر کر رونے لگی،

رضوان پھر دھاڑا،

میں تمہیں ایک دن کی مہلت دے رہا ہوں، کل وہ پھر اسی وقت تمہارے کمرے میں آئے گا اور اگر تم نے پھر اس سے غلط رویہ اختیار کیا تو یاد رکھو میں بھی تمہاری طرف غلط نگاہ سے نہ دیکھنے کی قسم توڑ دوں گا اور پھر تمہارا وہ حشر ہوگا جو ایک بکری کے ساتھ قصائی کرتا ہے

رضوان غصّے میں جھاگ چھوڑتا ہوا چلا گیا، بدر کچھ دیر وہیں بیٹھے بیٹھے روتی رہی پھر اٹھی اور مردہ سی چال چلتی ہوئی وہ اپنے بستر میں آ کر لیٹ گئی،

وہ رات بدر کے لئے سخت عذاب، اذیت اور مصیبت کی رات تھی اس کا ذہن آج بری طرح بکھر گیا تھا، جمیل کا ارادہ گناہ، رضوان

کا سخت اور ناجائز سلوک اس کے دل پر نشتر چلا گئے تھے اس کے
ذہن نے سلگتی ہوئی آہ بھر کر پوچھا
ایاز کہاں ہوگا کون اس کی دیکھ بھال کرتا ہوگا۔
کنور کیسا ہوگا اسے کون سنبھالتا ہوگا
اس کا ذہن چیخ چیخ اٹھا دل پر غم کے طوفان چل نکلے تھے
اس کے ذہن نے پہلی بار اسے ایک چونکا دینے والی ضرب لگائی؟
تم یہاں کیوں پڑی ہو ؟
تم کسی کی بیوی کسی کی عزت ہو
اس طرح تو پھر یہ جس کی بیوی کو چاہیں دھمکی دے کر اپنے
ساتھ لے جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
تمہیں ایاز کو رضوان کی دھمکی سے آگاہ کرنا چاہیئے تھا آخر وہ تمہارا
شوہر ہے تم اس سے بے پناہ محبت بھی کرتی ہو وہ بھی تمہیں چاہتا ہے
وہ تمہارا سہارا اور نگہبان ہے، وہ شہر کے تین تین بدمعاشوں سے
اکیلا ہی مقابلہ کر سکتا ہے تو کیا وہ رضوان کو درست نہ کر دیتا اس کا
ضمیر پوری قوت کے ساتھ چلا اٹھا۔
کیوں نہیں، ایاز اس طرح رضوان کو سیدھا کر دیتا جس طرح
ہتھوڑا سرخ لوہے کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتا چلا جاتا ہے، بدر
نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور چلا اٹھی۔

میں جاؤں گی۔ بس ضرور ایاز کے پاس جاؤں گی میں اس کے پاؤں پکڑ کر
معافی مانگ لوں گی اس نے اپنے آنسو پونچھ لیئے اور پرسکون سی ہو گئی
ساری رات وہ جاگتی رہی اور کتابیں پڑھتی رہی صبح جب
ابھی تھوڑا تھوڑا اندھیرا ہی تھا تو وہ اٹھی اپنا لباس درست کیا
منہ ہاتھ دھو کر تولیے سے پونچھتی ہوئی وہ شیشے کے سامنے آئی اور
بڑے پرسکون انداز میں بال بنائے پھر تکیے کے نیچے سے ریوالور
نکال کر اس نے اسے اپنے لباس میں چھپا لیا اور کمرہ کھلا چھوڑ کر وہ
باہر نکل گئی۔
اپنے گھر کے سامنے وہ رکشہ سے اتری اور اندر چلی گئی ایاز کا
کمرہ کھلا تھا اور کنور پلنگ پر سو رہا تھا اس پر نئی رضائی پڑی تھی
صرف چہرہ ہی ننگا تھا بدر نے آگے بڑھ کر اسے چوم لیا اس نے ادھر
ادھر دیکھا ایاز وہاں نہیں تھا باہر غسل خانے میں جب پانی گرنے کی
آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گئی کہ ایاز نہا رہا ہے، وہ باورچی خانے میں
آئی بالکل گندا پڑا ہوا تھا ایک کونے میں پڑا ہوا جھاڑو اس نے لیا
اور باورچی خانہ صاف کر دیا پھر وہ ایاز کے کمرے میں آئی سارے
کپڑے درست کر کے اس نے وہاں بھی جھاڑو لگائی اور صحن کے نل
سے بالٹیاں بھر بھر کر اس نے کمرہ خوب اچھی طرح صاف کر دیا، جھاڑو
ہاتھ میں لئے وہ کمرے کا پانی باہر نکال رہی تھی کہ ایاز نہا کر نکلا اور

کمرے میں داخل ہوا بدر کو دیکھتے ہی وہ حیرت زدہ سا ہو گیا اور پھر کسی قدر سنبھلتے ہوئے حقارت سے پوچھا۔

تم؟

بدر بیتاب ہو کر اس کی طرف بھاگی وہ اس سے لپٹ جانا چاہتی تھی مگر ایاز نے بڑی ہی بے رحمی سے ہاتھ بڑھا کر اسے پیچھے دھکیل دیا

دور رہو مجھ سے بے حیا، بے آبرو، تمہارا جادو اب مجھ سے اتر چکا ہے میں اب تمہاری شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں کس نے کہا تمہیں یہاں آنے کو، جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے، میرا تمہارا اب کوئی رشتہ نہیں رہا

بدر رو دی۔

میری بات تو سنو ایاز!

ایاز غصے میں چلایا

میں کچھ سننا پسند نہیں کرتا تم چلی جاؤ یہاں سے تم ـــــ تم گناہ کی عادی ہو، میں اب سب سمجھ گیا ہوں ـــــ جاؤ ـــــ

جاؤ اسی یار کے پاس چلی جاؤ جس کے پاس سے آ رہی ہو۔

اسی آشنا کے گھر چلی جاؤ جس کی اتنی عرصہ گود گرم کرتی رہی ہو اب میرے پاس کیا لینے آئی ہو لٹی ہوئی عصمت کا تماشہ دکھانے آئی ہو

ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیں میرے دل میں چبھونے کے لئے آئی ہو اپنی زندگی کا تاریک ملبہ دکھانے آئی ہو۔

لٹ جاؤ ـــــ لوٹ جاؤ اپنی اسی گناہ کی زندگی کی طرف۔ چھپ چھپ کر اور شوہر کی نگاہوں سے دور گناہوں کی گھمبیر راتوں میں بسنے والی! تم ـــــ تم طوائف سے بھی بدتر ہو۔

تم سے وہ رنڈی اچھی جو سرِ عام سب کی نگاہوں کے سامنے اپنی عزت کا سودا کرتی ہے وہ کسی کو دھوکا نہیں دیتی کسی کا حق نہیں مارتی کسی کے دل کا شیشہ نہیں توڑتی۔ کسی کے ارمانوں کو جلتی ہوئی آگ میں نہیں جھونکتی۔ اپنا پیشہ کرتی ہے سر عام اور لائسنس لے کر۔ تم ـــــ تم سے تو وہ کتا اچھا جسے ایک بار روٹی ڈال دو تو صحن میں بیٹھ کر گھر کی رکھوالی کرتا ہے تم دھکے کھا رہی تھیں میں نے تمہیں سہارا دیا۔

تم سڑکوں پر بھٹک رہی تھی میں تمہیں گھر لے آیا

تم ہر ایک کی گاڑی صاف کرتی پھرتی تھی میں نے تمہیں بسے بسائے گھر میں لا آباد کیا۔ تمہاری عصمت پہلے ہی لٹ چکی تھی مگر میں نے اس کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور تم سے شادی کر لی میں نے ـــــ میں نے تمہیں ایک بویا ہوا کھیت سمجھ کر اپنا لیا تھا اور ان سب کے علاوہ میں تمہارا بچہ جو ناجائز تھا اور جس سے میرا کوئی تعلق نہ تھا میں اسے بھی اپنے گھر لے آیا اور اسے ایسی محبت دی جو اس کا حقیقی باپ بھی نہ دیتا۔ تم ماں ہو کر اسے چھوڑ کر بھاگ گئیں مگر میں

اس سے کوئی تعلق نہ ہوتے ہوئے بھی ایک مشفق باپ کی طرح اس کی دیکھ بھال اور پرورش کر رہا ہوں۔

بدر پھر آگے بھاگی اور زبردستی ایاز کے پاؤں پکڑ لئے

معاف کر دو جان! اب کبھی اس گھر کو چھوڑ کر نہ جاؤں گی۔

ایاز تڑپ کر پیچھے ہٹنا چاہتا تھا مگر بدر بری طرح اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی تھی اس کے دونوں گھٹنوں پہ سر رکھ کر روتے ہوئے اس نے کہا۔

جان! صرف ایک بار میری پوری داستان سن لو کہ میں بدقسمت اور بدبخت اپنے بسے بسائے گھر، اپنے محبت کرنے والے شوہر اور اپنے بچے کو چھوڑ کر کیوں چلی گئی۔ پوری کہانی سننے کے بعد انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بھی تم فیصلہ کرو گے میں اسے قبول کر لوں گی۔ ایاز خاموش رہا اور آنکھیں موند لی۔ بدر نے کہنا شروع کیا

جان! جس روز میں یہاں سے چلی گئی تھی اس سے ایک روز پہلے

——— گھر کے صحن میں لوگوں کا ایک شور سا اٹھا اور پھر خاموش ہو گئی۔ ایاز جلدی جلدی باہر آیا بدر اٹھ کر اپنے کپڑے درست کرنے لگی۔

بدر کی پوری کہانی سن کر ایاز بچارہ شاید اسے معاف ہی کر دیتا اور دوبارہ اسے اپنے گھر رہنے کی اجازت دے دیتا۔ پر تقدیر ہی

اس پر ناخوش تھی، حالات ہی اس کے خلاف تھے۔ وقت اور معاشرہ دونوں ہی اس کے حق میں نہ تھے۔

دروازے کے پاس کھڑے ہو کر بدر نے دیکھا صحن میں لوگوں کا ایک جمگھٹا سا لگ گیا تھا اور وہ اپنے سامنے کھڑے ایاز کو قسم قسم کی باتیں کہہ رہے تھے

اسے نکال دو یہاں سے

خبر نہیں کس کے پاس ایک ماہ رہ کر آئی ہے

یہ محلے کی دیگر عورتوں کو بھی خراب کرے گی اسے نکالو باہر ایاز!

اسے کہو چلی جائے اس کے پاس جس کے ساتھ اغوا ہوئی تھی

اسے طلاق دے کر فارغ کر دو ایاز!

یہ بدنامی ہے۔ یہ گندہ کیچڑ ہے۔ یہ بدبو چھوڑتے ہوئے ایسے پانی کی نالی ہے جو جس طرف سے گزرے گی تعفن ہی پھیلاتی جائے گی۔

اسے کہو کوٹھا آباد کرے جا کر

بدر بچاری نے کانوں میں انگلیاں دے کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ مگر آوازیں ——— آوازیں تو ابھی تک اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں بیشک مدھم ہی سہی پر کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ تو انڈیل رہی تھیں نا

مار مار کر اس کی چمڑی ادھیڑ دو ایاز!

سے کہو ڈوب مرے کہیں۔

سب کچھ لٹا چکنے کے بعد اب اس گھر میں آنے کی کیا ضرورت تھی
لوگ اب پہلے کی نسبت زیادہ اونچی آواز میں شور کرنے لگ گئے تھے
ایاز نے ان کی منت کی
اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ میرے بھائیو وہ یہاں نہیں رہے گی
میں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا نہیں چاہتا میں ابھی اور اسی وقت
اسے یہاں سے نکال باہر کر دوں گا۔
لوگ آہستہ آہستہ باہر کھسک گئے۔
ایاز سر جھکا کے واپس مڑا۔ بدرہ ابھی تک دروازے سے ٹیک لگائے
کھڑی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ آٹھ آٹھ آنسو رو رہی تھی
ایاز نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔
چلی جاؤ یہاں سے
بدرہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی
کہاں جاؤں میرا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ایاز! تم ہی میرا سہارا اور محافظ ہو
بتاؤ میں کہاں جاؤں وہ پھر اس کے قدموں میں گر گئی معاف کر دو
ایاز! خدا کے لئے معاف کر دو۔
ایاز پیچھے ہٹ گیا اور غضبیلی آواز میں کہا
جہاں پہلے گئی تھی وہیں چلی جاؤ۔
وہ ایک بھول اور غلط فہمی تھی ایاز! میں تمہیں پوری داستان سناتی ہوں

ایاز نے اس کا بازو پکڑ کر اوپر اٹھایا اور باہر کی طرف زور سے دھکا
دے دیا۔
میں کچھ سننا نہیں چاہتا تم دفع ہو جاؤ یہاں سے چلی جاؤ بجیہ جاگ
پڑا تو میرے لئے اور مصیبت بن جائے گی۔
بدرہ برآمدے کے فرش پہ گر گئی اور پھر منت کی
جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ تو سن لو ایاز!
ایاز اس بار زور سے گرجا
میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ قبل اس کے کہ میرا ہاتھ تم پر اٹھ جائے
دور ہو جاؤ یہاں سے تم اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ نہیں رہ سکتی
سنا؟ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اب تم نے فالتو بات کی تو کھڑی
کھڑی کی چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا اور سارے محلے کو جمع کر کے
زور زور سے کہوں گا۔ لوگو! دیکھو یہ ہے ایک فاحشہ، بدکار اور
گنہگار عورت کا انجام
بدرہ کھڑی ہو گئی اور دکھ سے کہا
میری پھر ڈانگری اور ٹوپی دے دو
ایاز اندر سے ڈانگری اور ٹوپی لے آیا اور اس کے منہ پہ دے ماریں
یہ لو!
بدرہ نے ڈانگری لے لی۔ ایک حسرت بھری نگاہ ایاز پہ ڈالی پھر ڈگمگاتی

ہوئی باہر نکل گئی۔

ایاز دل پہ ہاتھ رکھ کر کمرے میں چلا گیا۔ اس پہ پھر دل کا دورہ پڑ گیا تھا۔ کمرے کے کونے میں وہ آکر گر پڑا۔ پورے بدن سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔ بڑی مشکل سے اس نے دیوار سے ٹیک لگائی اور منہ کھول کر اونچے اونچے سانس لینے لگا۔

ایاز نے آج کئی دن بعد گاڑی نکالی تھی۔ بدر سے اس روز ا بات چیت نے اس پہ گہرا اثر کیا تھا۔ اس نے کافی حد تک پ سادھ لی۔ خاموش ہو کر رہ گیا تھا۔ چوٹ جو کھا چکا تھا۔ بدر ے وہ محبت کرتا تھا اور اس کی وجہ سے اسے دکھ پہنچا تھا۔

گاڑی اس نے اپنے بنگلے پہ لا کھڑی کر دی کنور اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور پلاسٹک کے آواز پیدا کرنے والے کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ ایاز باہر نہ آیا۔ اندر ہی بیٹھا رہا تھا۔ ہوٹل کی طرف ے ناظم اور منو بھاگتے ہوئے اس کی طرف آئے ان کے ساتھ بدر بھی تھی اس نے پھر ڈانگری اور ٹوپی پہن لی تھی۔

ایاز کی گاڑی کے پاس آکر ناظم نے بدر کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے بڑی خوشی کے اظہار میں کہا ۔

دیکھو تو بھیا کون آیا ہے ؟

ایاز نے ایک بار غور سے بدر کی طرف دیکھا پھر سر جھکا لیا ۔

ناظم نے فکرمندی سے پوچھا

کیا بات ہے استاد !

ایاز نے کوئی جواب نہ دیا۔ اداس بیٹھا رہا اتنے میں بدر نے اپنے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے سلام کیا۔ ایاز نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ بدر نے اپنا ہاتھ زبردستی اس کے ہاتھ میں دے دیا اور ناظم کو مطمئن کرنے کی خاطر کہا

شاید یہ ناراض ہے کہ میں اسے بتائے بغیر چلا گیا تھا

ناظم نے بھی اس کی وکالت کی

ہاں! استاد یہ اپنے ایک دور کے رشتہ دار کے ساتھ کراچی چلا گیا ہوا تھا کہ وہاں کہیں سروس کرے گا مگر دھکے کھا کر واپس آ گیا ہے سروس نہیں ملی ایسے نام ہی ہے کہ کراچی میں سروس عام مل جاتی ہے اس سے تو لاہور ہی اچھا ہے ۔

منور نے بھی گرہ لگائی ۔

ہاں بھیا لاہور لاہور ہی ہے

بدر نے عجیب سے اجنبی پن سے ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کنور کی طرف اشارہ کیا ۔

یہ بچہ کس کا ہے ؟

ایاز نے پھر بھی جواب میں کچھ نہ کہا۔ ناظم گاڑی کی دوسری جانب گیا اور کنور کو نکال کر اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا ۔

یہ ایاز بھائی کا بچہ ہے بچارے کی ماں مر گئی ہے۔ ہم تو بھیا سے کہتے ہیں شادی کر لو پر یہ کرتا ہی نہیں ۔

اب بچے کو بھی اسے خود ہی سنبھالنا پڑتا ہے

بدر نے آگے بڑھ کر ناظم سے کنور کو لے لیا اور اسے چومنے لگی

بڑا پیارا بچہ ہے ۔

کنور نے تھوڑی دیر تک بدر کو غور سے دیکھا بھی مگر وہ اسے پہچان نہ سکا تھا۔ ڈانگری اور ٹوپی نے بدر کی ہیئت ہی کو بدل دیا تھا۔ ایاز باہر نکلا اور کنور کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے

آؤ بیٹا! چلیں ۔

کنور کو دے کر بدر پیچھے ہٹ گئی ۔

کہاں جانا ہے

ہوٹل سے ناشتہ کر لیں ہم نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا ۔

بدر کے دل پہ چوٹ سی لگی۔ ایاز کے الفاظ اس کے دل میں پیوست ہو گئے تھے " ہم نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا "

بدر نے عنزدہ سے لہجے میں کہا
آپ جا کر ناشتہ کر آئیں میں منے کو یہیں دودھ اور ڈبل روٹی کھلا دیتا ہوں ۔
ناظم نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی ۔
ٹھیک ہے بھیا منے کو ہم خود یہاں کھلا دیتے ہیں تم ناشتہ کر آؤ ۔
جب ہوٹل کی طرف جانے لگا تو کنور اپنے بازو پھیلا کر چلانے لگا
ابو نہ جاؤ ، نہ جاؤ نا ، وہ رونے لگا ۔
بدر نے اسے پچکار کر چھاتی سے لگا لیا اور مسکرا کر کہا ۔
منے ! ابو جو ہنے دسو ہنے) ای گندی
کنور نے غور سے بدر کی طرف دیکھا پھر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا
ناچار وہ اس کی ڈانگری کے بٹنوں سے کھیلنے لگا ۔ بدر نے پیسے نکال کر ناظم کو دیتے ہوئے کہا ۔
ہوٹل سے ایک ڈبل روٹی اور دودھ لے آؤ ناظم !
بدر کنور کو لے کر گاڑی میں بیٹھ گئی ۔ ناظم دودھ اور ڈبل روٹی لے آیا دودھ کی بڑی چائے دانی بھری ہوئی تھی اور درمیانے سائز ایک ڈبل روٹی کٹی ہوئی تھی اور اسے مکھن بھی لگا ہوا تھا
مکھن لگوا لائے ہو ؟ بدر نے توس علیحدہ کرتے ہوئے پوچھا
ناظم کنور کو پیار کرنے لگا ۔

وہ ایاز بھائی نے ہی لے دی ہے اس نے بدر کی گود میں ایک روپیہ بھی رکھ دیا یہ تمہارا روپیہ ہے بھیا نے کہا ہے سب جا کر کھاؤ
تو پھر آؤ بیٹھو کھاؤ !
تم کھاؤ اور منے کو بھی کھلاؤ ۔ ہم تو صبح ناشتہ گھر سے کر کے آتے ہیں
تم ایسے ہی چلے آتے ہو اور ابھی تک تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا ۔ ناظم منے کے ساتھ گاڑی صاف کرنے لگا بدر اندر بیٹھ کر خود بھی کھانے لگی اور کنور کو بھی کھلانے لگی ۔
ایاز کافی دیر تک ہوٹل میں بیٹھا رہا ۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر بدر باہر آئی کنور کو اس نے اندر ہی رہنے دیا اور کھلونے اس کے سامنے ڈھیر کر دیئے ، خود اس نے بالٹی اٹھائی اور نل سے بھر بھر کر وہ ایاز کی گاڑی صاف کرنے لگی آج اس نے گاڑی پر خوب محنت کی تھی شیشے کی طرح چمکا دی تھی اس نے ۔ اپنی تو سمجھتی تھی ۔ اتنے میں ایک سواری آ گئی اور بدر سے پوچھا ۔ کدھر گیا ہے ٹیکسی والا
بدر نے بالٹی رکھ دی
ادھر ہی ہے
بلاؤ پھر
کہاں جاؤ گے
زنانہ جیل

بدر نے گاڑی کا ہارن دبایا ایاز اٹھ کر باہر آگیا اس نے غور سے بدر کی طرف دیکھا سخت سردی میں اس کی ٹانگیں بھیگی ہوئی تھی قریب ہی بالٹی بھی پڑی تھی اور گاڑی خوب چمک رہی تھی اس نے ایک افسردہ سی نگاہ بدر پر ڈالی اور گاڑی میں بیٹھ گیا دوسرے دروازے کی طرف آتے ہوئے بدر نے پوچھا

میں بھی بیٹھ جاؤں۔

ایاز نے کوئی جواب نہ دیا۔ بدر دروازہ کھول کر بیٹھ گئی اور کنزہ کو گود میں بٹھا لیا۔ سواری کو جیل کے پاس اتارنے کے بعد ایاز منٹگمری روڈ پر آیا اور ایک موٹر ورکشاپ کے سامنے گاڑی اس نے روک دی اندر ظہیر ایک گاڑی کا انجن ٹھیک کر رہا تھا۔ ایاز کو دیکھتے ہی وہ آگے بڑھا اور اسے لپٹا لیا اب تو تم ملنے سے بھی رہے نہ گھر آتے ہو اور نہ ہی یہاں ملتے ہو کتنے دن ہوئے ہوں گے۔

یہی کوئی ہفتہ ہی ہوا ہوگا کہ میں ملنے نہیں آیا۔

پر کیوں نہیں آئے

طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی

تو تم نے بتایا؟

کس کو بتاتا تم مجھے ہی کہتے ہو، تم کب ملنے آئے ہو اور ہاں شبانہ کیسی ہے اس پر بھی مجھے گلہ ہے کہ وہ بھی اب ملنے سے رہی۔

مجبوری ہے۔

کیا مجبوری ہے

وہ تانگے یا گاڑی میں اب سفر نہیں کر سکتی

کیوں؟

سمجھتے کیوں نہیں ہو

خاک سمجھوں، پہیلیاں بجھا رہے ہو۔

ظہیر نے اس کے کان میں کہا

بچہ ہونے والا ہے

ایاز خوشی میں جھوم گیا

اوہ ویل

اچھا تم سناؤ بچہ کہاں ہے

وہ گاڑی میں ہے

اور کون بیٹھا ہے اندر۔

وہ سٹینڈ پر ٹیکسیاں صاف کرنے والا ایک لڑکا ہے وہ بچے سے بے حد پیار کرتا ہے اس لئے کبھی کبھی ساتھ ہی بیٹھ جاتا ہے۔

ظہیر نے ورکشاپ کے ایک ملازم کو چائے لانے کے لئے کہا اور وہ ہاتھ میں پکڑا سیاہ رنگ کا کپڑا ایک طرف پھینک کر باہر نکل گیا۔ ایاز نے بڑی پر امید نگاہوں سے پوچھا۔

گھر والوں سے کچھ صلح ہوئی ہے یا نہیں

ظہیر ماند سا پڑ گیا۔

کوئی نہیں۔ ویسے میں ان کا بندوبست کر رہا ہوں

کیا؟

میں نے فیکٹری کی لیبر یونین اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے۔ اور عنقریب وہاں ہڑتال کرا دوں گا تاکہ اس سیٹھ کو مزدوروں کی اہمیت کا احساس ہو جائے۔ سب فیکٹریوں میں لیبروں کی تنخواہ اور بڑھ گئی ہے اور لوگ بونس بھی دیتے ہیں مگر اس نے اپنے لیبروں کو کچھ نہ دینے کی قسم کھا رکھی ہے۔ عنقریب جب ہڑتال ہو جائے گی اور کاروبار ٹھپ ہو جائے گا تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی ویسے امی دوبارہ یہاں بینہ آئی تھیں۔ بڑا پیار کیا۔ دلاسہ دیا۔ اونچ نیچ سمجھائی کہ کیوں اپنی زندگی تباہ کرتے ہو۔

پھر تم نے کیا جواب دیا

بس میں نے انکار کر دیا۔ بھلا میں اپنی بیوی کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔

ملازم نے چائے لا کر ان کے سامنے رکھ دی دو کپ بنا کر اس نے ایاز اور ظہیر کو دیئے اور پھر ظہیر کے کہنے پر وہ دو کپ لے جا کر بدر کو دے آیا۔ بدر خود بھی پینے لگی اور کنور کو بھی پلانے لگی۔ چائے ختم کر کے ایاز کھڑا ہو گیا۔

مجھے اب اجازت دو میں چلتا ہوں

گھر پہ آؤ گے پھر؟

ضرور آؤں گا۔

کب

آج ہی نو بجے کے قریب اتنے میں باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ ایاز جب باہر آیا تو دو سواریاں پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایاز ان سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ بدر بول پڑی

ریلوے سٹیشن

ایاز نے ان سواریوں کو ریلوے اسٹیشن اتار دیا۔ قلعے کی طرف جاتے ہوئے اسے اور سواریاں مل گئیں۔

دوپہر کے قریب وہ پھر سٹینڈ پہ آیا۔ بدر گاڑی میں ہی بیٹھی رہی اور کنور کے ساتھ کھیلتی رہی کنور اسے امی کہہ کر پکارتا تو نہ تھا پر وہ اس سے کافی حد تک مانوس ضرور ہو گیا تھا۔ وہ ہنس ہنس کر اس کے ساتھ کھیل رہا تھا اور باتیں بھی کر رہا تھا ایاز بھی اندر ہی بیٹھا تھا اس نے اپنا سر سیٹ کی پشت پر پھینک رکھا تھا اور آنکھیں بند کر لی ہوئی تھیں

بدر کافی دیر تک اسے دیکھتی رہی کتنا کمزور اور اداس ہو گیا تھا ایاز اس کے دل سے غم کی ایک لہر اٹھی اور وہ ایک ناقابل برداشت

چوٹ کھا کر رہ گئی۔ اس کا شوہر اس کی جان کیا حالت ہو گئی تھی بیچارے کی۔ ڈرتے ڈرتے اس نے ایاز کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا

ایاز!

اس نے آنکھیں کھول دیں اور گھور کر اسے دیکھا

کیا ہے۔

بدر بچاری آنکھوں میں آنسو لئے اسے دیکھتی رہ گئی اور ایاز نے پھر آنکھیں موند لیں آنسو پونچھتی ہوئی بدر باہر آئی اور ہوٹل سے جا کر کھانا، پانی کا جگ اور گلاس اٹھا لائی ساری چیزیں اس نے گاڑی میں رکھ دیں اور ایاز کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے اس نے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔

کھانا کھا لو ایاز!

ایاز نے آنکھیں کھولیں۔ سیٹ پر کھانا رکھا تھا اور بدر لقمہ بنا کر کنور کے منہ میں ڈال رہی تھی۔ ایاز انہیں خاموشی سے دیکھنے لگا۔ بدر نے پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا

کھاؤ نا کھانا؟

ایاز خاموش ہی رہا اور دوسری طرف منہ پھیر کر وہ دروازے سے باہر دیکھنے لگا۔ اتنے میں کنور اس کی گود میں آکر بیٹھ گیا اور کھانے کا ایک لقمہ جو بدر نے اسے بنا کر دیا تھا وہ اس نے ایاز کے منہ میں ڈال دیا

ابو کھاؤ نا۔

ایاز نے کنور کو پیار کیا۔ بوجھل بوجھل سی نگاہوں سے بدر کی طرف دیکھا اور کچھ سوچ کر وہ کھانا کھانے لگا۔

کھانے کے بعد بدر نے اسے چائے بھی پلائی اور جب برتن اٹھا کر واپس دینے جانے لگی تو ایاز نے دس کا ایک نوٹ نکال کر خاموشی سے اس کی طرف بڑھا دیا

بدر نے بڑے پیار سے کہا۔

میرے پاس پیسے ہیں

ایاز نے زبردستی نوٹ اس کی جیب میں ڈال دیا۔

برتن رکھ کر بدر جب واپس آئی تو ایاز کو تین سواریاں مل گئی تھیں۔ بدر نے کنور کو نیچے اتار لیا اور ایاز سے کہا۔

کنور کو میرے پاس ہی رہنے دیں۔

ایاز خاموشی سے چلا گیا۔ کہیں شام کو وہ پھر سٹینڈ پر آیا۔ اس وقت سٹینڈ کی دیوار کے پاس، بدر، ناظم اور سونو نے آگ جلا رکھی تھی اور اس کے گرد بیٹھے تھے۔ کنور بھی بدر کی گود میں بیٹھا کھیل رہا تھا۔

ایاز ان کے پاس آیا اور کنور کو اٹھا لیا

آؤ بیٹا چلیں

وہ تینوں بھی کھڑے ہو گئے۔ ناظم نے حیرانی سے پوچھا۔

کہاں جا رہے ہو بھیّا !

گھر

کیوں ؟ پہلے تم رات گیارہ بجے جاتے تھے آج اتنی جلدی کیوں

میں نے آج اپنے ایک دوست کے ہاں جانا ہے ۔

ایاز کنور کو لیکر چلا گیا اور بدر بجاری وہیں کھڑے کھڑے انہیں دیکھتی رہ گئی ۔ فضاؤں میں اندھیرا پھیلنے لگا ۔ ٹھنڈک بڑھ گئی تھی ۔ بدر بجاری کا سر جھک گیا اور دوبارہ آگ کے پاس بیٹھ گئی ۔

میکلوڈ روڈ کے بس سٹاپ پر کسی صاحب نے ہاتھ لہرا کر اسے روکا ۔ ایاز نے گاڑی روک دی اور کنور کو اپنی گود میں لیتے ہوئے اس نے اگلا دروازہ کھول دیا ۔ بیٹھئے کہاں جائیں گے ۔

وہ صاحب پچھلے دروازے کی طرف چلے گئے ۔

جانا تو رحمٰن پورہ ہے ۔ پیچھے ہی بیٹھتے ہیں میرے ساتھ میری بیوی بھی ہے اس نے قریب ہی کھڑی ایک خاتون کی طرف اشارہ کیا جو ان کی طرف پشت کیئے ایک دوسری عورت سے باتیں کر رہی تھی ۔ اندر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو آواز دی ۔

سحر ! آؤ نا

سحر کے نام پر ایاز چونک پڑا ! اس کے کان کھڑے ہو گئے سر گھما کر اس نے

اس کی بیوی کی طرف دیکھا، جو اب دروازہ کھول کر اندر بیٹھ رہی تھی۔
وہی سحر تھی۔
ہاں وہی سحر جو اس سے محبت کرتی تھی
جو ہسپتال میں نرس تھی۔
وہی سحر جو اس پر جان نچھاور کرتی تھی
وہی سحر جو اسے اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی تھی
اس کی سوچوں نے اسے ایک بھرپور ضرب لگائی
تو کیا سحر نے شادی کر لی؟
کیا وہ کسی اور کی ہو گئی
کیا وہ کسی اور کی بیوی ہے
میرے ساتھ اب اس کا کوئی تعلق نہیں رہا؟
میری اس کی محبت کہاں کھو گئی؟
کہاں ڈوب گئے وہ پختہ عہد و پیمان؟

اف میرے خدا! آہ میرے مالک تو نے میری اجاڑ زندگی کو کس راہ پر ڈال دیا ہے مجھ جیسے بدبخت کی قسمت میں کیا اب موت بھی نہیں رہی

سحر بھی اندر بیٹھ گئی تھی اس کی نگاہ جب ایاز پر پڑی تو حالت اس کی بھی غیر ہو کر رہ گئی تھی۔ رنگ فق ہو گیا تھا۔
پورا بدن کانپ گیا تھا۔

محبت تو اسے ایاز سے تھی ہی نا، شادی اس نے گھر والوں کے کہنے پر اگر کر لی تھی تو یہ اور بات ہے۔ اس کے دل میں ایاز کی محبت تھی۔
اس کے دل میں ایاز سے ہمدردی تھی۔
ایاز اس کی منزل تھا وہ ایاز کی منزل تھی وقتی طور پر اسے شادی کر لینے کا غصہ ضرور تھا، یہ وہ رفع ہو سکتا تھا اگر ایاز زبردستی اسے لے لیتا، وہ بے شک اسے مارتا اس کی ہڈیاں توڑ کر راضی کر لیتا وہ فوراً مان جاتی۔

مگر ایاز بھی مجبور تھا۔ بدر سے اس نے مجبوری کی حالت میں شادی کی تھی بعد میں وہ بدر کی طرف کھنچتا چلا گیا اور پھر اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا۔ ان حالات میں وہ بیچارا سحر کی طرف کیسے دھیان دے سکتا تھا، دونوں طرف ہی مجبوری تھی۔

ایاز کی حالت دیکھ کر سحر کانپ گئی
میلی قمیض کا پھٹا ہوا کالر
الجھے الجھے اور گرد آلود بال جیسے کبھی نہایا ہی نہ ہو
بڑھی بڑھی شیو
سرخ انگارہ آنکھیں جیسے ابھی ابل پڑیں گی۔ سحر نے آنکھیں بند کر لیں اس کا دل بیٹھنے لگ گیا تھا۔
ایاز ابھی تک سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ آخر سحر کے شوہر زاہد نے

نے اس کا کندھا ہلا کر کہا ۔

اے بھائی ! کہاں کھو گئے ہو ۔ چلو نا ۔ تم نے تو کافی کچھ کما لیا ہو گا ۔ ہمیں لیٹ کیوں کر رہے ہو ۔

سحر نے اپنے شوہر کی یہ بات چیت خاصی ناپسند کی تاہم ایاز سنبھل گیا تھا اور گاڑی چلا چکا تھا ۔

گاڑی ابھی تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ ایاز نے اپنے سامنے شیشے میں سے دیکھا ۔ سحر کا گورا گورا گداز اور مخروطی انگلیوں والا ہاتھ اس کے ران پر پڑا تھا ۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے زاہد نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا تھوڑی دیر وہ اس کے ہاتھ کو سہلاتا رہا سحر نے کوئی اثر نہ لیا تھا پھر اس نے اپنی انگلیاں سحر کی انگلیوں میں ڈال دیں اور اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ منہ کے قریب لے گیا اور سحر کا ہاتھ چوم لیا ۔ سحر نے پھر بھی کوئی اثر نہ لیا وہ جانے نہیں کہاں کھوئی ہوئی تھی

زاہد نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور سحر کا شانہ ہلا کر نکر مندی مگر سرگوشی سے پوچھا کیا بات ہے ؟

سحر چونک پڑی اور سر کو جھٹک دیا

کچھ بھی تو نہیں

یہ منظر ایاز کے لئے دل فگار تھا

اس کا دل ڈوبنے لگا تھا

...ل مجروح ہو گیا تھا ۔ روح تک گھائل ہو گئی تھی

اور اس پہ طرہ ، اضافہ اور تازیانہ یہ کہ سامنے بیڈن روڈ ...رک بھی آگیا تھا جو ایاز کی کمزوری تھا

...ل پر اس کا ذہن منجمد ہو جاتا تھا

...ل اسے اپنی زندگی دو حصوں میں دکھائی دیتی تھی ۔

...ن روڈ جو اسے اس کی موت اور تباہی کا پیغام دیتی تھی

...اسے بدر کی بے وفائی کا احساس دلاتی تھی

...ن روڈ ؟

...کے عین وسط میں سحر اسے ٹاور کی طرح کھڑی نظر آنے لگتی تھی ۔

جوں جوں بیڈن روڈ کا موڑ قریب آ رہا تھا اس کے ذہن میں تپش ...ن کا اضافہ ہوتا جا رہا تھا ۔

...کا دل جیسے پگھل پگھل کر نیچے کی سمت ٹپک رہا ہو اور ختم ہونے کے بعد ...ے جاڑے کے باوجود پسینہ آنا شروع ہو گیا تھا

...ل کے سامنے دو تصویریں رقص کرنے لگی تھیں

...سحر ، سحر ۔ بدر ۔ دونوں اس کی آنکھوں کے سامنے دائرے کی صورت ...چکر لگا رہی تھیں ۔

...ڑ بالکل قریب آگیا تھا ۔

...کا ذہن منجمد ہو گیا تھا

دل ڈوب گیا تھا۔

نگاہوں کے سامنے دھند سی دھند چھا گئی تھی ——— اور ———

اور پھر ایک دھچکے کے ساتھ گاڑی رک گئی ایاز کا سر پشت
کی جانب گر گیا اور ہاتھ بڑی ہی بے بسی کے عالم میں سیٹ پر پھیل گئے

زاہد نے پریشانی سے سحر کی طرف دیکھا

اسے کیا ہو گیا ہے۔

سحر کے چہرے پر مردنی چھا گئی

پتہ نہیں اچانک کیا ہوا ہے اسے؟

زاہد نے ایاز کا شانہ پکڑ کر ہلایا

اے بھائی! کہاں پہنچ گئے ہو، ہمیں گھر تو پہنچاؤ

سحر نے غصے میں کہا۔

کمال کرتے ہیں آپ بھی وہ بچارا بے ہوش پڑا ہے اور آپ کو گھر
پہنچنے کی پڑی ہوئی ہے سحر نے آگے بڑھ کر نبض محسوس کی اور روتی ہوئی
آواز میں زاہد سے کہا

اس پر تو دل کا دورہ پڑا ہے۔

زاہد اور پریشان ہو گیا

پھر اب کیا کریں

انتظار کرتے ہیں ٹھیک ہو جائے گا۔

اُٹھاتا ہوں کوئی دوسری ٹیکسی پکڑ لیں کہیں مر گیا تو ہمارے ذمہ ہی
ا جائے گا۔

سحر کا جی چاہا زاہد کا منہ نوچ لے رگدی سے اس کی زبان کھینچ
ر ایاز کے متعلق ایسے بدشگونی کا اظہار کر رہا تھا۔ تاہم وہ ضبط
ی اور غصے میں کہا

انی ہمدردی بھی کوئی چیز ہے اتنی بھی سنگدلی اور لاتعلقی کیا ہوئی

نے بھی ذہن بدل لیا

دکھی اور حالات کا ستایا ہوا دکھائی دیتا ہے

کی آواز ڈوب گئی تھی

جر

دیکھو تو اس کی قمیض کا کالر پھٹا ہوا ہے کپڑے میلے ہیں یقیناً اس
ی اس سے محبت نہیں کرتی جبھی تو اس کی یہ حالت ہے۔

ہیں کھو گئی۔

یہ اس نے شادی بھی کی ہے یا نہیں

شادی نہیں کی تو اس کے ساتھ یہ بچہ پھر کس کا ہے اسی کی بیوی
ز اس سے ناراض ہو کر چلی گئی ہے یا مر گئی ہے اسی لئے یہ بچے کو
تو ساتھ اٹھائے پھر رہا ہے۔

ور دل پڑنے والی تھی۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے ۔

ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے

کیا ؟

ہو سکتا ہے اسے کسی نے اپنی لڑکی کا رشتہ ہی نہ دیا ہو

یہ نہیں ہو سکتا

کیوں ؟

ایسے خوبصورت اور پر کشش شخصیت کے مالک کو دن میں بیسیوں ر

مل سکتے ہیں تمہاری بات بھی ٹھیک ہے ۔

سحر کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ کنور اٹھا اور ایاز کی گود میں آ

ہو کے اس نے ایاز کی قمیص پکڑ کر کھینچی

ابو ! ابو جی چلو نا

جب ایاز نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے اس کا کندھا دونوں ہاتھ

سے پکڑ کر ہلایا ۔

چلو نا

کوئی جواب نہ پا کر کنور اپنا منہ اس کے منہ کے پاس لے گیا

چما (پیار) لو گے ابو ؟

زاہد اور سحر بڑی توجہ سے اس کی حرکتیں دیکھ رہے تھے

کنور نے ایاز کے دونوں ہونٹ پکڑ کر کھولے

ابو بولو نا

پھر اس نے ایاز کی دونوں آنکھیں کھولیں

ادھر (ادھر) دیکھو ابو !

ایاز کو خاموش پا کر وہ اس کی گود میں بیٹھ گیا اور رونے لگا ۔

پھر اچانک ہی جیسے اس نے کچھ سوچا ہو ایاز کے کندھے پر سر رکھتے

ہوئے بڑے پیار سے پوچھا

ابو ! پالی (پانی) لاؤں

سحر نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے اٹھانا چاہا

بیٹے میرے پاس ۔

کنور نے اس کے ہاتھ پیچھے ہٹا دیئے

نہیں نہیں ۔ میرے ابو ! میں ابو پاش (پاس) رہوں گا

اب کیا کرنا چاہیئے ۔ عجیب سی پریشانی کے عالم میں سحر نے زاہد سے پوچھا

نے پھر کھوکھلے پن سے جواب دیا ۔

کہتا ہوں دوسری ٹیکسی کر لیں ۔

اس کا کیا کریں ۔ سحر نے ایاز کی طرف اشارہ کیا اسے اس حالت

چھوڑ کر جانا بھی تو اچھی بات نہیں ۔ انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز ہے

ادھر یہ بچہ ۔ رو رو کر پاگل ہو جائے گا ۔ میری ایک بات مانیں

آپ ۔

وہ کیا؟

آپ گاڑی تو چلا لیتے ہیں۔ اس کی گاڑی گھر لے چلتے ہیں، وہاں چل کر اس کی کچھ دیکھ بھال کریں گے اور جب ٹھیک ہو جائے گا تو چلا جائے گا۔

زاہد بھی خوش ہو گیا

ہاں یہ ٹھیک ہے

دروازہ کھول کر وہ اگلی سیٹ پر آیا ایاز کو ایک طرف کرنے کے بعد اس نے سٹیرنگ سنبھال لیا۔ سحر نے زبردستی کنور کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا وہ بچارہ بری طرح رو رہا تھا اور سحر اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔

رحمان پورہ میں ایک اوسط درجہ کے مکان کے سامنے گاڑی رک گئی۔ سحر نے زاہد سے کہا

اسے اٹھا کر اندر لے چلیں

زاہد نے اسے باہر نکال کر کندھوں پر بٹھا لیا اور اندر لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔ سحر کنور کو اٹھا کر اندر لے گئی۔ اپنے شوہر کی پرواہ کئے بغیر سحر نے ایاز کے بوٹ اتارے اور جرابیں علیحدہ کر کے وہ اس کے پاؤں سہلانے لگی۔ کنور کو اس نے بستر پر بٹھا دیا تھا اور وہ ابھی تک رو رہا تھا۔ زاہد باہر جا کر گلاس میں پانی لے آیا

اور ایاز کے پاس ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایاز کے منہ پر چھینٹے دیئے۔ دو تین بار ایاز نے لمبا لمبا سانس لیا پھر آنکھیں جھپکا کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا

زاہد نے اس کی چھاتی پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا

کیا ہو گیا ننھا دوست!

ایاز خاموش رہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا کنور سامنے بیٹھا ابھی تک سسک رہا تھا۔ ایاز نے اسے اٹھا کر گود میں بٹھا لیا اور پیار کرنے لگا۔ کنور نے اس کے کندھے پر منہ رکھ دیا اور سسکنے لگا۔

ابو!

جی بیٹے!

گھر چلو نا ابو!

ایاز نے اس کا منہ چوم لیا

چلتے ہیں بیٹا!

یہ نہیں کیا ہو گیا ننھا دوست۔ زاہد نے پھر پوچھا

بجھی بجھی سی آواز میں ایاز نے جواب دیا۔

میں دل کا مریض ہوں کبھی کبھی جب اٹیک ہوتا ہے تو یہ حالت ہو جاتی ہے۔

سحر نے فوراً پوچھ لیا۔

کب سے یہ حالت ہے آپ کی

بس چند ہی ماہ ہوئے ہیں

زاہد نے پھر پوچھا

رہتے کہاں ہو

وحدت کالونی

پھر تو ہمارے نزدیک ہی ہو کتنے افراد ہو گھر کے

صرف دو

زاہد نے حیرت کا اظہار کیا

دو ؟

جی ہاں ایک میں اور ایک یہ بچہ

یہ تمہارا لڑکا ہے ؟

جی

بیوی نہیں ہے تمہاری ؟

کبھی تھی اب تو مر چکی ہے

دوسری شادی کر لی ہوتی

ایاز نے سحر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

ایک لڑکی سے محبت تھی پر اس نے کسی اور سے شادی کر لی ہے

زاہد نے تاسف کیا۔

بڑی بے وفا اور سنگدل تھی

سحر پھر بول پڑی ۔

ہو سکتا ہے آپ کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہو

اگر میری طرف سے زیادتی ہوئی تھی تو اسے ٹھنڈے دماغ سے میری بات تو سننا چاہیئے تھی نا میں اسے بتاتا کہ کن حالات میں میں نے ایک اور لڑکی سے شادی کر لی تھی مگر اس نے مجھے دھتکار دیا اگر وہ میری بات ہمدردی سے سنتی تو میں ضرور اس سے بھی شادی کر لیتا اور اس طرح میری منزل کے دونوں کنارے آپس میں مل جاتے اور میں دنیا کا کامیاب ترین انسان ہوتا ۔

سحر خاموش ہو گئی اور اداسی سے سر جھکا لیا

زاہد نے پوچھا

اب وہ لڑکی کہاں ہے

اس نے ایک اور شخص سے شادی کر لی ہے ۔

پڑھی لکھی بھی ہے

ہاں خاصی پڑھی ہوئی ہے اور سروس بھی کرتی ہے سحر بیچاری سب سمجھ رہی تھی اور جان رہی تھی کہ ایاز اسی پر تیر برسا رہا ہے۔ پھر خاموش رہی بیچاری کہہ اور کر بھی کیا سکتی تھی ۔

تمہارا نام کیا ہے ۔

ایاز۔ اور تمہارا نام؟

میرا نام زاہد ہے

کیا کام کرتے ہو

بینک میں کلرک ہوں

یہ مکان اپنا ہے؟

نہیں۔ ہم دونوں میاں بیوی تو اوکاڑہ کے رہنے والے ہیں یہ مکان کرائے پر لے رکھا ہے۔

کیا کرایہ دیتے ہیں

ڈیڑھ سو روپیہ

تو پھر کیسے گزارا کرتے ہو

ہم دونوں میاں بیوی سروس کرتے ہیں

او خوب

تم دن کا کیا کما لیتے ہو۔

سو تک ہو ہی جاتا ہے

خوش قسمت ہو۔ مکان اپنا ہو گا

ہاں مکان میرا اپنا ہے

پھر تو وہ لڑکی بدقسمت اور بیوقوف تھی جس نے تمہیں چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر لی

یہ تو اس کی اپنی مرضی تھی خیر ہمیں اس نے

کیا سوچا ہو گا سحر کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ہوئے تھے

کچھ پڑھے لکھے بھی ہو

ایم اے انگلش ہوں

او ویری گڈ۔ پھر اس نے تم سے کیوں شادی نہ کی عجیب واہیات قسم کی لڑکی ہو گی وہ۔ کہاں رہتی ہے آج کل؟

لاہور ہی میں ہے اور ایک ہسپتال میں سروس کرتی ہے۔

سحر کانپ گئی اور چونک کر ایاز کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے لہرا رہے تھے۔

اس کا شوہر کیا کرتا ہے

کہیں کلرک ہے

زاہد نے تعجب سے کہا

پھر تو وہ بھی ہم جیسے ہی ہیں یہ میری بیوی سحر بھی ہسپتال میں نرس ہے اور میں بھی کلرک ہوں۔ ہاں ہاں ان کے حالات بھی بالکل آپ لوگوں جیسے ہیں۔

کبھی ملی بھی ہے

کافی دنوں بعد ملی تھی اور وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ میری گاڑی میں بیٹھ کر وہ اپنے گھر گئے تھے۔ تم سے کوئی بات چیت نہیں کی اس نے

ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں کیسے مجھ سے
بات کرتی۔

کیوں اگر اسے تم سے محبت ہے تو وہ اپنے شوہر سے چوری
بھی تم سے بات چیت کر سکتی تھی۔

مگر یہ رویہ تو اچھا نہیں

واہ اچھا کیوں نہیں۔ محبت میں سب کچھ جائز ہے میں اگر تمہاری جگہ
ہوتا تو ضرور اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا۔

سحر کے آنسو بہہ گئے تھے۔ زاہد سے اپنا چہرہ چھپاتی ہوئی
وہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔

ایاز نے جلدی جلدی بوٹ پہنے اور کنور کو اٹھا کر وہ کھڑا ہو گیا۔
میں اب چلتا ہوں۔ میں بے حد مشکور رہوں گا کہ تم دونوں لوگوں نے
میری اس قدر دیکھ بھال کی۔

زاہد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھانا چاہا۔

بیٹھو اب کھانا کھا کر جانا

مہربانی میں اب چلتا ہوں

پھر ملتے رہو گے۔ تمہاری داستان سن کر مجھے تو تم سے خاصی
ہمدردی ہو گئی ہے

ملتا رہوں گا اب۔

ایاز کنور کو اٹھائے جب باہر آیا تو سحر منہ دھو کر تولیے سے
پونچھتی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی

بیٹھئے نا کھانا کھا کر جائیں اب

ایاز نے بالکل اجنبی بن کر کہا۔

شکریہ خاتون! تم دونوں نے جو میری خدمت کی ہے یہی مجھ پہ
بہت بڑا احسان ہے، ویسے مجھے بھوک بھی نہیں ہے۔

چائے بناتی ہوں پھر

مہربانی۔ پھر کبھی سہی۔ اب تو آتا ہی رہوں گا

ایاز کنور کو اٹھائے باہر نکل گیا اور سحر بچاری اسے اس طرح
دیکھتی رہ گئی جیسے اپنے گلہ سے بچھڑی ہوئی ہرن گھبراہٹ میں
ادھر ادھر دیکھتی ہے۔

ٹرن ٹرن، ٹرن۔ ورکشاپ کے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ ظہیر نے
ریسیور اٹھا کر کہا
ورکشاپ!
جی مالک تو یہیں نہیں باہر گئے ہوئے ہیں
میں تو کاریگر بول رہا ہوں۔
کس کی گاڑی خراب ہے؟
سیٹھ نصیر کی؟ وہ جو ڈالرا انجینئرنگ کے مالک ہیں؟
گاڑی اس وقت کہاں ہے؟
تو میں ان کے گھر ہی آ جاؤں کیا؟
ٹھیک ہے میں ابھی پہنچتا ہوں

ظہیر نے ریسیور رکھ دیا اور اپنے ساتھی کاریگر سے کہا
سیٹھ نصیر کی کار خراب ہے۔ میں ٹھیک کرنے جا رہا ہوں
ساتھی نے بڑے تعجب سے کہا
اپنے گھر جاؤ گے؟
تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ ہم لوگ مزدور ہیں۔ مزدور کو تو اپنی مزدوری
سے غرض ہے۔ کام کرانے والے کی شخصیت اور رشتے سے کوئی تعلق نہیں
پھر بھی وہ کیا کہیں گے
کہا کہا ہے۔ میں اپنی مزدوری کرنے جا رہا ہوں
ابھی رپیر میں ہو آتا ہوں۔
دل ہوں میں خود ہی جاؤں گا۔ میں اسے احساس دلاؤں گا کہ مزدور کی
کیا اہمیت ہے۔
ظہیر نے اپنے مزدوری اوزار میلے سے تھیلے میں ڈالے۔
سرخ رنگ کی ایک کار جو شاید ریپیئر کے لئے کسی کی آئی ہوئی تھی اس
میں بیٹھ کر وہ اپنے گھر داخل ہوا اور سیٹھ نصیر کی گاڑی کے پاس جا کر
اس نے کار روکی۔ ایک ملازم بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور بڑی حیرت
سے پوچھا۔
صاحب آپ آ گئے۔ بڑے صاحب اور آپ کی امی آپ کو روز یاد کرتے
ہیں۔ وہ واپس بھاگنے لگا

ایاز نے اسے آواز دی

ٹھہرو! میں انہیں ملنے نہیں آیا انہوں نے ٹیلیفون کیا تھا کہ ان کی گاڑی خراب ہے، میں گاڑی ٹھیک کرنے کے لئے آیا ہوں

ملازم نے تعجب سے پوچھا

آپ گاڑی ٹھیک کرنے آئے ہیں۔

ہاں ہاں میں ہی گاڑی ٹھیک کرنے آیا ہوں، تم اندر جاکر سیٹھ کو اطلاع کرو کہ ورکشاپ سے مستری آیا ہے

ملازم اندر چلا گیا، تھوڑی دیر بعد نصیر باہر آیا اور ظہیر کو دیکھتے ہوئے اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

تم؟ لوٹ آئے ہو، دماغ ٹھکانے آگیا ہو گا نا

ظہیر نے باپ کے ادب کو بالائے طاق رکھ کر کہا

تم نے ورکشاپ سے مستری کو بلایا تھا۔

نصیر اس کے قریب آ کھڑا ہوا

بلایا تھا

تو پھر میں ورکشاپ سے گاڑی ٹھیک کرنے آیا ہوں

نصیر ہکلا کر رہ گیا

تم ــــــ تم ورکشاپ سے آئے ہو؟

بالکل

ں تم سے اپنی گاڑی ٹھیک نہ کراؤں گا

لایا کیوں تھا پھر

نے تمہیں تو نہیں بلایا تھا میں نے کسی کاریگر کو بلایا تھا، تم ــــ
ے تو میں ہرگز اپنی گاڑی ٹھیک نہ کراؤں گا۔

ر نے غصے میں جواب دیا۔

یسے ٹھیک نہ کراؤ گے تو کسی اور کاریگر سے کرا لوگے آخر ٹھیک
ھ جیسا کوئی مزدور ہی کرے گا، تمہاری یہ اکڑ تو نہ رہے گی نا
زدور کے بغیر تمہارا کام چل سکتا ہے، جس طرح آج یہ تمہاری گاڑی
گئی ہے اور تمہیں ایک مزدور کی ضرورت پیش آئی ہے اسی طرح ایک
تمہاری فیکٹری کا سارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا تم مزدوروں کو ڈھونڈتے
روگے مگر کوئی تمہارے نزدیک تک نہ آئے گا۔

یر نے حقارت سے کہا۔

دور؟ ہوں۔ ایک کی ضرورت ہو تو سینکڑوں نہیں ہزاروں لائن
ندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، مزدوروں کی کیا کمی کتے کی طرح دھکے کھاتے
ھرتے ہیں۔

ت پیستے ہوئے ظہیر نے کہا

بان سنبھال کر بات کرو سیٹھ!

مزدور! تم اسے پہچان ہی نہیں سکے، تم اسے سمجھ ہی نہیں پائے

مزدور ہر چیز کا پرزہ ہے
بڑے سے بڑے کارخانے چلاتا ہے
وہ مشینیں حرکت میں لاتا ہے
سڑکوں اور شاہراہوں کا جال بچھاتا ہے
یہ ـــــ یہ فضاؤں میں اڑتے ہوئے طیارے
پانی کو گنگناتے ہوئے بحری جہاز
سڑکوں پر دوڑتی ہوئی گاڑیاں

چاند کی سمت پرواز کرتی ہوئی پیچیدہ چاند گاڑیاں یہ سب مزدور ہی کی بدولت ہیں ویسے تمہارا قصور نہیں آج کل کا انسان بدل گیا ہے اور خاص کر تم جیسے لوگ دولت کی جھلک پا کر بدل گئے ہیں اور میں تو یہ کہتا کہ ایسے لوگ جو تم جیسے ہوں ان سے کتا بہتر ہے اس بیچارے نے اپنی وہی پرانی خو رکھی ہے اور جو اس پر ذرا سا بھی احسان کرتا ہے وہ اس کے ساتھ اپنی پرانی وفاداری کی خو نبھاتا ہے

ظہیر بہک گیا

انسان ہی گر چکا ہے سیٹھ!

تم جیسے لوگوں نے ہی نئی چیزوں کا روپ دھار لیا ہے مزہ تو جب ہے کہ گاڑی اگر مجھ سے ٹھیک نہیں کرائی تو پھر کسی بھی مزدور سے مت کرانا اگر تمہیں مزدوروں سے اتنی ہی نفرت ہے تو پھر ان کا تعاون کیوں حاصل

تے ہوئے

ہر نے اسے خونخوار آنکھوں سے گھورتے ہوئے کہا

ی خدا واسطے کرتا ہے کام، اپنی اجرت لیتا ہے۔

ری یہ بات ذہن میں رکھنا سیٹھ! کہ ایک روز ایسا وقت ضرور آئے جب تمہیں مزدور کی قدر کا احساس ہوگا اور تم اس کے سامنے گھٹنے ٹیک گے، اس روز میں تم سے پوچھوں گا کہ دولت کے پجاری بتاؤ کہاں وہ تمہارا غرور اور مزدوروں سے نفرت

ہیر زور سے غرایا

بدتمیز

ہیر نے سر جھکا کر کہا

بیٹا تم نے سچ کہا ہے جو باپ خوش اخلاق اور شائستہ ہوگا اس کا بیٹا ی خوش اخلاق اور شائستہ ہوگا اور بدقسمتی سے جو باپ بدتمیز ہوگا ر یقیناً اس کا لڑکا بھی بدتمیز ہی ہوگا

ظہیر زور سے چلایا

ہوش میں رہو ظہیر!

اض کیوں ہوتے ہو سیٹھ! آخر باپ کی تربیت کا کچھ تو اثر بیٹے پہ ہوتا ہی ہے نا۔

چلے جاؤ یہاں سے اور پھر کبھی ادھر آنے کی کوشش نہ کرنا

میں خود تھوڑا ہی آیا تھا، تم نے تو ہی بلوایا تھا، ظہیر واپس مڑ گیا ۔

ابھی وہ بیرونی گیٹ کے پاس ہی پہنچا تھا کہ اندر سے اس کی امی باہر نکلی اور تیزی سے باہر آتے ہوئے اس نے ظہیر کو پکارا

ظہیر ٹھہرو میری بات سنو بیٹے !

ظہیر کھڑا ہو گیا اور مڑ کر پیچھے دیکھنے لگا

نسیم نے اس کے قریب آ کر پوچھا اس کے پیچھے پیچھے نادرہ اور اس کی امی بھی تھی۔

کیا بات ہوئی بیٹے !

ظہیر اس سے بھی اجنبیت برت گیا

کچھ نہیں بیگم صاحبہ یہ آپ کے صاحب نے گاڑی ٹھیک کرنے کے لئے ورکشاپ ٹیلیفون کیا تھا اور جب میں گاڑی ٹھیک کرنے لگا تو جھگڑا کرنے لگے۔

نسیم نے بڑی شفقت کے ساتھ سمجھایا

تمہارے ابا ہیں بیٹے ! انہوں نے اگر کوئی سخت بات کہہ بھی دی ہے تو کیا ہوا تم تو بیوی کے پیچھے ماں باپ کو ہی بھول گئے

ظہیر نے کھل کر رنجش کا اظہار کیا

کیسے ماں باپ ؟

کون سے ماں باپ۔

جنہیں بیٹے کی زندگی کا کوئی احساس نہیں

جنہیں بیٹے کی خوشی عزیز نہیں

جو ——— جو بیٹے کی پسند کو اپنی پسند نہیں سمجھتے

جو گھر پہ صرف حکومت چلانا ہی جانتے ہیں

جو بیٹے کو کٹھ پتلی سمجھ کر اسے نچانا چاہتے ہیں۔

جنہیں دولت عزیز ہے بیٹا نہیں

جو اس کی شادی کر کے جہیز کی لمبی لمبی فہرستیں وصول کرنا چاہتے ہیں

جو بیٹے کی شادی کرنا نہیں چاہتے اسے نیلام کرنا چاہتے ہیں

کیا وہی ماں باپ جنہوں نے اس نے اپنے سامنے کھڑی ہوئی نادرہ کی طرف اشارہ کیا اس لڑکی کی خوشی کو دیکھتے ہوئے اپنے اکلوتے بیٹے کو گھر سے نکال دیا۔

کیسے ہیں وہ ماں باپ جو بیٹے کی راہوں میں کانٹے بچھاتے ہیں

ان کا ادب میں کس طرح ملحوظ رکھوں جو میری زندگی کو دعاؤں کی مانند الجھا رکھنا چاہتے ہیں۔

نسیم نے اس بار سختی سے کہا۔

تو تم چھوڑ ہی دو نا شانزیہ کو کیا جاتا ہے تمہارا نادرہ سے شادی کر لو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے اسی میں تمہارے ماں باپ کی خوشنودی بھی ہے۔

مجھے کوئی غرض نہیں ماں باپ کی ایسی غلیظ خوشنودی سے

میں اپنی بیوی کو کسی حالت میں بھی چھوڑ نہیں سکتا
میرا اس کے ساتھ ایک ایسا بندھن ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا
میں ہر چیز سے کنارہ کش ہو جاؤں گا مگر اسے نہ چھوڑوں گا
نسیم نے جھڑک دیا
تو پھر بھٹکتے رہنا ایسے ہی
مجھے بھٹکنے کی کیا ضرورت ہے۔ محنت کرتا ہوں اور کھاتا ہوں خدا مجھے عنقریب بچہ بھی دینے والا ہے اور مجھے کیا چاہیئے ویسے ایک بات بتائیے امی!
کیا ——— کیا آپ نے بھی ابا سے محبت کی شادی نہ کی تھی کیا آپ دونوں کی بھی اپنی اپنی پسند کی شادی نہ تھی
نسیم غصے میں بھڑک گئی
شرم تو نہیں آتی ماں سے ایسی باتیں کرتے ہوئے
شرم کیسی امی جب آپ دونوں نے پسند کی شادی کی تھی تو پھر ——— میری پسند کو بری نگاہ سے کیوں دیکھا جا رہا ہے۔
میری خوشیوں کی راہوں میں اونچی اونچی دیواریں کیوں کھڑی کی جا رہی ہیں
نسیم نے پھر اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی
کچھ عقل سے کام لو ظہیر! فیکٹری میں مزدور آئے دن ہڑتالیں کر رہے ہیں اب تو کئی روز سے فیکٹری بند پڑی ہے مزدور کام پر ہی نہیں آ رہے انہوں نے اپنی تنخواہ بڑھانے کے علاوہ کئی ایک شرائط بھی پیش کر رکھی ہیں

جو تمہارے ابو نہیں مان رہے۔ سارا کاروبار ہی تباہ ہو رہا ہے۔
دانت پیس کر ظہیر نے کہا۔
یہ سیٹھ ہے یہ سرمایہ دار ہے
منافع خور اور ذخیرہ اندوز ہے یہ بھلا کیوں مزدوروں کی شرائط [illegible] کرے گا۔ مگر وہ وقت گذر گیا اسے بتا دو کہ اب تم زیادہ عرصہ تک مزدور کا خون نہ پی سکو گے لوگ تم سے اپنی ہر بربادی کا حساب لیں گے اور یہ وقت اب آن پہنچا ہے۔
شرم کرو ظہیر شرم کرو۔ باپ کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہو
کیسا باپ؟ میرا کوئی تعلق نہیں اس سے
یہ دولت کا پجاری ہے ایک مشین باپ نہیں
اسے دولت چاہیئے خواہ بیٹے کو بیچ کر ہی کیوں نہ ملے۔ میں دیکھوں گا کب تک یہ دولت اس کا ساتھ دیتی ہے اور اس کے بل بوتے پر وہ انسان خریدنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب یہ مزدور کا خون نہ پی سکے گا۔ ملک کے سب مزدوروں نے اپنی تنظیمیں بنا لی ہیں اور وہ ان سرمایہ داروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں حکومت بھی ان کا ساتھ دے رہی ہے انشاءاللہ ایسے خون کے عادی لوگوں کے دن اب تھوڑے ہی رہ گئے ہیں
میں ایک بار پھر تمہیں دعوت دیتی ہوں کہ گھر آ جاؤ اور اپنے کاروبار کو سنبھالو۔

میں لعنت بھیجتا ہوں اس کاروبار پر بیگم صاحبہ
میں ——— میں تو کہتا ہوں آگ لگ جائے اس سیٹھ کی فیکٹری
میں جو مزدوروں کو کتا کہتا پھرتا ہے، اس سیٹھ کو بتا دو بیگم صاحبہ
کہ اگر اس کا رویہ ایسا ہی رہا تو ——— تو ایک روز
مزدور اس کے خون میں ہاتھ رنگ لیں گے
اس کی لاش سڑکوں پر روندھ کر اپنی فتح کا اظہار کریں گے۔ ظہیر واپس
مڑا اور تیزی سے کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ نسیم، نصیر، نادرہ اور
اس کی ماں اسے پریشانی سے دیکھتے رہ گئے۔

زاہد کے گھر کے سامنے ایاز نے ٹیکسی روکی اور ہارن دیا۔ تھوڑی دیر تک جب کوئی باہر نہ نکلا تو اس نے پھر ہارن دیا۔ زاہد نے دروازہ کھولا اور ایاز کو دیکھتے ہوئے اس نے خوشی کے اظہار میں پوچھا

کیسے ہو ایاز! اندر آ جاؤ نا۔ باہر کیوں کھڑے ہو

آفس نہیں چلو گے؟

جانا ہے۔

تو پھر آؤ نا۔

کیوں تکلیف کرتے ہو اس طرح تو ہم تمہاری گاڑی میں جاتے کے عادی ہو جائیں گے۔

تو کیا فرق پڑتا ہے میں نے ویسے بھی ہر روز خالی گاڑی ادھر سے لے

جانی ہوتی ہے۔ تم دونوں کو لے جاتے ہوئے میری آمدنی پر کوئی فرق نہیں
پڑے گا۔

تم بہت بلند ہو

تم دونوں بھی تو بہت بلند ہو جو اس روز مجھے بیہوشی کی حالت میں
اپنے گھر اٹھا لائے تھے۔ وہ تو انسانی فرض تھا۔

یہ بھی انسانی فرض ہے۔ میں روز تم دونوں کو لے بھی جایا کروں گا اور
واپس بھی لے آیا کروں گا۔

یہ تو پھر تمہاری نوازش ہے۔ اندر آ جاؤ۔ ناشتہ تو کرو نا

میں ناشتہ کر آیا ہوں تم دونوں تیار ہو کر جلدی آ جاؤ میں ادھر ہی انتظار
کرتا ہوں۔

پھر اندر تو آ کر بیٹھو نا۔

ایاز نے بہانہ تراش لیا۔

میرے ساتھ بچہ ہے خواہ مخواہ ہی رو پڑے گا

زاہد واپس چلا گیا سحر کمرے میں میز پر ناشتہ لگا رہی تھی

کون تھا اس نے پلیٹیں جماتے ہوئے پوچھا۔

ایاز ہے؟

سحر چونک پڑی۔

کیا کہتا ہے

ابھی گیا نہیں باہر کھڑا ہے۔ کہتا ہے میں تم دونوں کو روز لے بھی
جایا کروں گا اور واپس بھی لے آیا کروں گا۔

آپ نے اسے ناشتہ کو تو پوچھا ہوتا

میں نے تو کہا ہے۔ کہتا ہے میں کر کے آیا ہوں۔

جھوٹ کہتا ہے اس کے گھر میں تو ناشتہ تیار کرنے والا کوئی نہیں۔

ٹھہرو میں خود اسے بلاتی ہوں۔ سحر باہر آئی اور دروازے پر کھڑے
ہوتے ہوئے کہا۔

باہر کیوں بیٹھ گئے ہو ایاز۔ اندر آ کر ناشتہ کرو۔

ایاز نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی طرف ایک بار دیکھا پھر نگاہیں پھیر کر
دوسری جانب دیکھنے لگا۔ سحر بلا جھجک باہر آ گئی اور دروازے سے
ہاتھ بڑھا کر اس نے ایاز کا کندھا ہلایا

چلو نا اندر۔ ضد تو تمہاری مشہور ہے نا

ایاز نے سحر کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں ویرانی ہی ویرانی تھی

سحر اس کی حالت دیکھ کر کانپ گئی۔

دکھ کے ساتھ ایاز نے کہا۔

تم ایک شادی شدہ عورت ہو جاؤ اپنا کام کرو جا کر اس طرح تمہارا
شوہر تم سے مشکوک ہو جائے گا۔

میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں۔

وہ ایاز مر گیا وہ سحر نہ رہی ۔
یوں جانو ہم اجنبی ہیں ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہی نہیں دو
مسافر جب زندگی کے کسی دوراہے پر آ کر مختلف راستوں کو چل نکلتے
ہیں تو مڑ کر پیچھے نہیں دیکھتے اسی منزل کی طرف بڑھتے جاتے ہیں
جس کا تعین کر چکے ہوتے ہیں جاؤ چلی جاؤ

سحر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے جنہیں صاف کرتی ہوئی وہ
اندر چلی گئی ۔

تھوڑی دیر بعد ہی دونوں میاں بیوی باہر نکلے اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ
گئے ۔ گاڑی چلاتے ہوئے ایاز نے زاہد سے پوچھا ۔

کہاں اترو گے ؟

میں تو جاؤں گا نیشنل بینک شاہ عالم مارکیٹ اور تمہاری بھابی جائے گی
سول ہسپتال ۔

ایاز نے زاہد کو بینک کے سامنے اتار دیا اور جب اس نے ہسپتال
میں جا کر گاڑی کھڑی کی تو سحر نے نیچے اترنے کی بجائے اندر ہی بیٹھے ہوئے
کہا ۔

ذرا میرے ساتھ میرے ڈیوٹی روم میں چلو ایاز !

ایاز چپ رہا اور شیشے میں سے باہر دیکھنے لگا

سحر نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا ۔

میں نے کیا کہا ہے ایاز !

ایاز نے پیچھے دیکھا اور روکھائی سے کہا

کیا ہے ۔

سحر کی آواز بھرا گئی

میرے ساتھ ڈیوٹی روم میں چلو ۔

کیوں ؟

میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں کوئی ایک ہفتہ پہلے شازیہ ہسپتال
میں آئی تھی اپنا معائنہ کرانے کے لئے اس کے ہاں بچہ ہونے والا ہے
اس نے مجھے تمہارے متعلق سب کچھ بتایا تھا کہ تم نے کن حالات میں
اس لڑکی سے شادی کی اور کیسے وہ تمہیں چھوڑ کر چلی گئی ہے ۔ اسی سلسلے
میں تم سے میں بات کرنا چاہتی ہوں ۔

بیگانگی برتتے ہوئے ایاز نے کہا

تمہارا اس سے کیا تعلق ؟

تعلق نہ ہوتا تو پوچھتی ہی کیوں ؟

تعلق ہوتا تو شادی ہی کیوں کرتی جس طرح میں تمہارے پاس آتا رہا
تم میری بات غور سے سنتی ، غیروں کی طرح دھتکار کر نہ نکال دیتی

سحر اس پر جھک گئی اور دونوں ہاتھ جوڑ دیئے

غلطی ہوئی معاف کر دو میں آج ہی زاہد سے بات کرتی ہوں کہ میرا

تمہارا جوڑ غلط ہے۔ میں تمہیں اب خوش نہ رکھ سکوں گی میں اس سے طلاق لے کر پھر پہلے راستے پہ آ جاؤں گی۔ اب تو اٹھو نا چلو اندر چل کر باتیں کرتے ہیں آج سے میں تمہاری ہوں اور ہمیشہ تمہاری رہوں گی

میں اندر جا کر کیا کروں گا۔

مجھے پتہ ہے کہ تم دونوں نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا چلو میں ہوٹل سے ناشتہ منگواتی ہوں آرام سے بیٹھ کر کھاؤ۔

تم جاؤ تمہاری مہربانی

تم بھی تو چلو نا جان !

اوں ہوں! میری تمہاری راہیں علیحدہ ہو چکی ہیں

دوبارہ جڑ بھی سکتی ہیں۔

اب ہم بہت دور جا چکے ہیں جہاں اس کے متعلق اب سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

اچھا تم پہلے میرے ساتھ اندر تو چلو نا وہاں چل کر ہی تفصیل سے بات کریں گے۔

میں نہیں جاؤں گا نہ مجھے کوئی ضرورت ہے

سحر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا

چلو بھی نا سحر اور آگے جھک کر اس کے پاؤں پکڑ لیے۔ اب تو چلو نا جان!

ایاز ناراض ہو گیا۔

انا ہیں جاتا۔ بس! تم اب جاؤ ورنہ میں گاڑی چلانے لگا ہوں

کلی ہی بجھ گئی۔ بڑی ہی مردہ دلی سے اس نے دروازہ کھولا اور

ئی کچھ دیر نہایت آرزومندی اور پر ارمان کے انداز میں وہ اسے

ا رہی پھر اس کے پاس سے گزر کر وہ ہسپتال کی سیڑھیاں چڑھتی

ر چلی گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سیڑھیوں پہ ہی گر کر ختم ہو جائے گی

یاز ٹیکسی سٹینڈ پہ لے آیا وہ پھر بجھا ہوا تھا۔ چہرے پہ بے رونقی

اری ہی بیزاری تھی وہ خاموش بیٹھا تھا اور کنور کھلونوں سے

رہا تھا۔ ایاز کا سر سٹیرنگ پہ جھک گیا تھا اور وہ گہری سوچوں

ب گیا ہوا تھا

اس کی ٹیکسی جب سٹینڈ پہ آ کر کھڑی ہوئی تھی بدر اسی وقت

یں چلی گئی اور ناشتے کی ٹرے لے آئی۔ گاڑی کا دروازہ اس نے

پہلے کنور کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیا پھر ایاز اور اپنے درمیان

کی ٹرے رکھ دی کنور اب اس سے کافی مانوس دکھائی دیتا تھا

نے ڈبل روٹی توڑی اور انڈے کے ساتھ لگا کر اس نے لقمہ بنایا

ور کے منہ میں ڈال دیا۔ کنور چپ چاپ کھانے لگ گیا۔ بدر نے

کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

!

نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی اور سرخ تھیں

بدر بچاری اس کی حالت دیکھ کر کانپ گئی اور خوفزدہ سی دکھائی دینے
لگی۔ کانپتی ہوئی آواز میں اس نے پھر کہا

ناشتہ کر لو۔

ایاز نے تیز نگاہوں سے اسے گھورا

کون لایا ہے؟

میں لائی ہوں

واپس کر آؤ اور مت لایا کرو۔ آئندہ ہم دونوں باپ بیٹا ہوٹل سے
ناشتہ کریں گے۔

بدر رو دینے والی تھی۔

میرا بھی تو کچھ حق ہے

کیسا حق؟

میں آپ کی بیوی ہوں

یہ رشتہ تو اسی روز ہی دفن ہو گیا تھا جس روز تم گھر سے بھاگ گئی تھی

پہلے پورے حالات تو سنیئے۔

ایاز نے بیزاری سے جواب دیا

جو سننا چاہتا ہے اسے سناؤ جا کر میرے پاس وقت نہیں ہے۔

آپ نہیں سنیں گے تو اور کون سنے گا آپ کے علاوہ اس دنیا میں میرا
ہے بھی کون۔ آپ میرے شوہر ہیں میں آپ کی بیوی ہوں۔

ں رشتے کو بھی ختم کر دوں گا۔

ونک پڑی

؟

ی سی آواز میں ایاز نے کہا

یں طلاق دے دوں گا

نے ایاز کے پاؤں پکڑ لئے اور رو پڑی۔

کے لئے ایسا نہ کیجئے گا ریں ——— میں جیتے جی ہی مر جاؤں گی۔

لم ہے ایاز سراسر ظلم۔

رے یہ رشتہ نہ چھیننا ایاز۔ اسی تعلق کے سہارے تو اب تک زندہ
وں مجھے اسی طرح اپنے قدموں میں پڑا رہنے دو۔ خدا کے لئے مجھے طلاق
رنا ایاز۔

محنت کر لوں گی مزدوری کر لوں گی۔
لوں ہی ٹیکیاں صاف کر کے زندگی گزار لوں گی۔ میں تمہیں تنگ نہ
روں گی۔ میں تم پر بوجھ نہ بنوں گی۔
میں تمہاری راہ میں رکاوٹ ثابت نہ ہوں گی ——— میں ———
بس اسی احساس پہ زندہ رہ لوں گی کہ تم میرے شوہر ہو اور میں تمہاری
بیوی ہوں۔
بس اسی آس پہ زندگی بسر کر لوں گی کہ اس ظالم اور بے رحم سنسار میں

میرا ابھی ایک مضبوط سہارا اور ساتھی ہے، بے شک ناراض ہی سہی

پر ہے تو میرا ہی نا ——— وعدہ کرو ایاز تم مجھے طلاق نہیں دو گے

میں جانتی ہوں تم مجھ سے خفا ہو

مجھ سے تمہیں ہزاروں شکوے اور گلے ہیں

میری وجہ سے تمہیں دکھ پہنچا ہے

پر وہ ایک مجبوری تھی

ایک غلطی اور بھول تھی

ایک دھوکا تھا ایک بے بسی اور ناچاری تھی

مجھے مارو ایاز خوب مارو،

مجھے لہولہان کر دو میری کھال اتار دو

میری ہڈیاں توڑ دو مجھے پیس کر رکھ دو

پر مجھے طلاق نہ دینا اس نے ایاز کے پاؤں پکڑ کر زور سے ہلائے

وعدہ کرو ایاز تم مجھے طلاق نہ دو گے،

ایاز نے اسے ایسی نگاہوں سے دیکھا جن میں ویرانی ہی ویرانی تھی۔

بدر پگھل گئی دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا اور وہ پھر چلا پڑی

مجھے ایسی نگاہوں سے نہ دیکھو جان!

میں مر جاؤں گی، میں جل جاؤں گی، ان نگاہوں کی میں تاب نہیں لا سکتی

میں پگھل جاؤں گی ایاز، بجھی ہوئی موم بتی کی طرح سلگ اٹھوں گی، مجھے

ی نگاہوں سے نہ دیکھو ۔ میں ——— میں تمہارا غم نہیں دیکھ سکتی

تہیں افسردہ نہیں دیکھ سکتی

میرے سر کے تاج تم میری جان ہو

ری آرزو ہو میری آس ہو۔

یں محبت کو مذاق سمجھتی رہی آپ پہلی ہستی ہیں جسے میں نے زندگی

ا ٹوٹ کر پیار کیا ہے

ہ نے ایاز کے پاؤں پھر ہلائے

رو ایاز تم مجھے طلاق نہیں دو گے

ز اسے پھر گھورنے لگا،

ں کی سی ضد اور پیار سے بدر نے کہا

دو نا ایاز! میری اچھی جان نہیں؟

ز اسے گھورتا رہا

و ایاز انکار نہ کرنا۔ میں یہیں بیٹھی بیٹھی مر جاؤں گی

ز کی مدھم سی آواز ابھری۔

ں تمہیں طلاق نہیں دوں گا

بدر مسکرا اٹھی فوراً اس کے پاؤں پر جھکی اور اس کے جوتے چوم لیے

ں اب مجھے کچھ نہیں چاہیے میرا ابھی سب سے بڑا انعام ہے میں سمجھتی

ں میں نے زندگی کی بازی ہی جیت لی ہے لو اب ناشتہ تو کرو نا

ساتھ ہی اس نے ایک لقمہ بنایا اور ایاز کے منہ کی طرف بڑھایا۔ ایاز کا منہ آپ ہی آپ کھل گیا اور بدر نے لقمہ اس کے منہ میں ڈال دیا تینوں مل کر ناشتہ کرنے لگے۔ عجیب پرسکون سا ماحول ہو گیا ہوا تھا

ناشتے کے بعد بدر جب برتن لے جانے لگی تو ایاز نے جیب سے دو سو روپے نکال کر بدر کی طرف بڑھائے

یہ رکھ لو۔

بدر حیرانگی سے اس کی طرف دیکھنے لگی

رکھ لونا

بدر نے روپے لے کر جیب میں ڈال لئے اور برتن لے کر ہوٹل کی طرف چلی گئی۔ اسی دوران ہی ایاز کو دو سواریاں مل گئیں جنہیں لے کر وہ چلا گیا۔

پچھلے پہر ایاز سحر کو لانے ہسپتال پہنچا اور اس نے گاڑی سیڑھیوں کے پاس کھڑی کی تو ایک ادھیڑ عمر کی عورت جو شاید دائی تھی ایاز کے قریب آئی اور دروازے کے قریب منہ لاتے ہوئے پوچھا۔

تمہارا نام ایاز ہے

ایاز کچھ پریشان ہو گیا

ہاں میرا ہی نام ایاز ہے کہو کیا بات ہے۔

بی بی! تمہیں اندر بلاتی ہے۔

ں بی بی

ہ سحر

سے کہو باہر آ جائے۔ مجھے جلدی ہے۔

ہ عورت اندر آئی اور سحر کے ڈیوٹی روم میں داخل ہو گئی۔ سحر ندر اداس اور فکرمند بیٹھی تھی اس عورت کو دیکھتے ہی وہ چونک پڑی

یا ہے

ہاں آیا ہے

پھر تم نے بلایا نہیں

بلایا تو ہے بی بی۔ وہ نہیں آتا۔ کہتا ہے اسے کہو باہر آ جائے مجھے جلدی ہے

نے کہا تو ہوتا کہ ایک ضروری کام ہے

تو میں نے نہیں کہا بی بی

سحر کھڑی ہو گئی۔

اچھا میں خود ہی اس سے بات کر لوں گی۔ شاید اسے کہیں جلدی جانا ہو گا۔

سحر باہر آئی اور چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ایاز جب گاڑی ہسپتال سے باہر روڈ پر لایا تو سحر نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا

میں نے تمہیں اندر بلایا تھا ایاز تم آئے کیوں نہیں!؟

کوئی کام تھا؟

ہاں ضروری کام تھا

یہیں کہہ لو کیا کہنا ہے

وہاں آتے ہوئے تمہیں شرم آتی تھی

یہی سمجھ لو

روتی گڑگڑاتی ہوئی آواز میں سحر نے کہا

تمہیں کیا ہو گیا ہے ایاز!

اس نے برجستہ کہا

پاگل ہو گیا ہوں۔

سحر نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھ دیئے

مجھے معاف کر دو ایاز! میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی

کیسی معافی؟

میری غلطی یہ تھی میں نے شادی کر کے تمہیں دھوکا دیا ہے۔

ایسے کئی دھوکے تو لڑکیاں مردوں کو روز دیتی ہیں تم نے ایسا کر لیا تو کیا ہو گیا۔ سب لڑکیاں اپنے محبت کرنے والے ساتھی سے کہتی ہیں کہ میں موت تک تمہارا انتظار کروں گی۔ کبھی تم نے بھی ہسپتال میں مجھے کہا تھا کہ میں اب موت تک تمہارا انتظار کروں گی پر اس سے کیا ہوتا ہے یہ الفاظ تو صرف کہنے کے لئے ہوتے ہیں ان پر عمل تھوڑا ہی کیا جاتا ہے یہ زمانے کی ریت ہے۔ دنیا کا دستور ہے اسی طرح

چلتا آ رہا ہے اور چلتا رہے گا نہ تم سے کوئی گلہ نہ کسی اور سے کوئی شکوہ۔

سحر رو پڑی

میں اپنے رویے کی معافی مانگتی ہوں ایاز! اب تم جیسا کہو گے میں ویسا ہی کروں گی میں تم سے علیحدہ نہیں رہ سکتی۔

ایاز نے غصے میں کہا۔

یہ مت بھولو کہ تم ایک بیاہتا عورت ہو

ایک گرہستن بیوی ہو تمہارا شوہر ہے جو تمہاری توجہ کا مرکز ہے مجھے اب بھول جاؤ یہی سمجھنا کہ سب کچھ ایک دھوکا تھا، فریب تھا اور خواب تھا۔ یہی سمجھنا کہ کوئی ایاز تھا ہی نہیں اور اگر تھا تو مر گیا ہے۔

سحر جواب میں کچھ نہ کہہ سکی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

ایاز خاموش تھا کنور سویا ہوا تھا اور گاڑی بڑی تیزی سے شاہ عالم مارکیٹ کی طرف جا رہی تھی۔

ایاز کی ٹیکسی سٹینڈ پر کھڑی تھی۔ اندر بیٹھا وہ کنور کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ باہر بدر گاڑی کی صفائی کر رہی تھی کہ سڑک کے کنارے ظہیر ایک رکشہ سے اترا اور سٹینڈ میں گھس کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ایاز گاڑی سے باہر آیا اور اسے آواز دی۔

ادھر آؤ ظہیر!

ظہیر تقریباً بھاگتا ہوا اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ بدر بھی ان کی گفتگو سننے لگی تھی۔

خیریت ہے نا

ایاز بے حد خوش تھا

سب خیریت ہے تم میرے ساتھ جلدی گھر چلو

کیوں

شازیہ کے لڑکا ہوا ہے۔ ظہیر پھولا نہ سما رہا تھا

ایاز نے اسے لپٹا لیا

مبارک ہو

چلو جلدی چلیں

شازیہ کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو

پچھلے پانچ چھ دن سے سحر وہیں ہوتی ہے اور آج تو وہ صبح سویرے ہی ہسپتال سے وہاں آ گئی تھی بڑی خدمت کی ہے اس نے شازیہ کی۔

سحر کا نام سن کر بدر نے کام چھوڑ دیا اور اداس ہو گئی

ایاز اور ظہیر جب دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے تو کنور نے سر باہر نکال کر بدر سے کہا

آجا آجا۔ بیٹھ۔ اوہل (ادھر) آجاؤ۔ اس نے اپنی سیٹ کی طرف اشارہ کیا بدر جب باہر ہی کھڑی رہی تو کنور نے ایاز سے کہا۔

ابو! اشے (اسے) کہو نا بیٹھے

ظہیر نے کنور کو گود میں لے لیا اور باہر بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

بیٹھ جاؤ دوست ہمارا بیٹا کہہ رہا ہے۔ بیٹھو جلدی کرو۔ بدر چپ چاپ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

گاڑی چلاتے ہوئے ایاز نے پھر پوچھا

گھر والوں کی طرف سے کوئی آیا ہے۔

امی آئی تھی۔ سویرے۔ شازیہ اور بچے کے کپڑے لے کر وہ شازیہ کو اور مجھے گھر بھی لے جانا چاہتی تھی۔

پر میں نے انکار کر دیا ہے۔ میں نے شرط رکھی ہے کہ ابا خود یہاں آئیں اپنے پچھلے رویے کی تلافی کریں اور میری موجودگی میں شازیہ کو اپنی بیٹی بنا کر گھر لے جائیں پھر میں ان کے ساتھ جانے کو تیار ہوں گا۔

پھر کیا کہا امی نے ؟

پہلے تو وہ کہتی تھی کہ تم میری ذمہ داری میں چلو لیکن میں نے انکار کر دیا اب وہ کپڑے وغیرہ تو دے کر گئی ہیں اور ابو کو لینے گئی ہوئی ہیں کافی دیر ہو گئی ہے میرا خیال ہے انہیں سمجھا رہی ہوں گی ویسے بھی آج کل ان کی حالت بے حد پتلی ہو گئی ہوئی ہے۔ پچھلے کئی ماہ سے مزدوروں نے فیکٹری میں ہڑتال کر رکھی ہے۔ پیداوار بالکل بند ہو گئی ہے اور انہیں سٹاف کے عملہ کو گھر سے تنخواہ دینا پڑ رہی ہے۔ اس کے علاوہ مزدور کبھی کبھی فیکٹری میں آن گھستے ہیں اور توڑ پھوڑ کر کے چلے جاتے ہیں۔

تمہارا پھر کیا خیال ہے اب

ابا نے اگر خلوص سے شازیہ کو اپنی بہو تسلیم کر لیا۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ میں گھر چلا جاؤں گا۔ ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ صلح اچھی ہوتی ہے

ک بات کہوں ایاز !

ہر

شادی کر لو

ایاز اداس ہو گیا

یک بار کر تو لی تھی

رے وہ کوئی شادی تھوڑا ہی تھی۔ تم اب دوسری شادی کر لو۔

اگر تمہاری مرضی ہو تو میں تمہارے لئے کوئی اچھی سی لڑکی تلاش کر دوں

نے اپنے غلط فیصلے سے سحر کو بھی کھو دیا ہے بہر حال اب بھی

کچھ نہیں گیا۔ دوسری شادی کر لو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاں بھی

ئی خوبصورت سا بچہ ہو۔

پیچھے بیٹھی ہوئی بدر عنبر وہ اداس پیلی ہو گئی ہوئی تھی۔

ایاز نے کنور کی طرف اشارہ کیا

یہ میرا بچہ ہے تو

ٹھیک ہے تم اسے اپنا ہی سمجھتے ہو پر تمہارا کوئی اپنا بھی تو لڑکا

ہونا چاہیئے

بدر رو رہی تھی

ظہیر نے پھر پوچھا

بدر کا کچھ پتہ چلا ؟

ایاز نفی میں سر ہلا گیا

نہیں

کیسی سنگدل لڑکی تھی جو شوہر اور بچے کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔ یہ لڑکیاں بھی عجیب عقل رکھتی ہیں۔ اب اسی کو دیکھو نا بسا بسایا گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ ادھر ہی رہتی تو شاید ایک خوبصورت بچے کی ماں ہوتی۔ سحر کہہ رہی تھی کہ بدر بے حد خوبصورت اور اعلیٰ شخصیت کی لڑکی تھی۔

بدر منہ پر رومال رکھ کر اور زیادہ رونے لگی تھی

ایاز نے ان باتوں سے چھٹکارا چاہا

کوئی اور بات کرو ایاز

شازیہ نے میرے سامنے ایک نیا انکشاف کیا ہے

وہ کیا؟

وہ کہہ رہی تھی کہ وہ ——— وہ سحر ہے نا ———

ہاں ہاں کہو نا کیا ہے اسے ؟

سنا ہے وہ اپنے شوہر سے طلاق لے کر پھر تمہاری طرف ہاتھ بڑھانا چاہتی ہے۔ شازیہ کہہ رہی تھی کہ سحر نے اسے کہا تھا کہ میں ایاز سے شادی کرلوں گی بشرطیکہ وہ مان جائے

بدر، اندیشوں، خوف اور دھڑکوں میں ڈوب کر اور مضمحل ہوگئی تھی

ایاز اس موضوع پر شاید تھکن اور تکان محسوس کر رہا تھا۔ لہٰذا اس نے ظہیر سے کہا کوئی اور بات کرو کیا گھسا پٹا موضوع لیکر بیٹھ گئے ہو پھر خاموش ہو گیا۔

ظہیر کے گھر کے سامنے ایاز نے گاڑی روکی۔ پہلے وہ سب ڈرائنگ روم میں آئے۔ ظہیر نے بدر سے کہا۔

دوست تم تھوڑی دیر یہیں بیٹھو۔ ہم کچھ دیر تک آتے ہیں۔ پھر اس نے ایاز کا ہاتھ پکڑ لیا اور کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا

لو اندر چلیں۔ ذرا دل تھام کر جانا۔ سحر بھی اندر بیٹھی ہوئی ہے

بدر کی حالت اور نازک ہو گئی تھی۔

ایاز ظہیر اور کنور دوسرے کمرے میں گئے سامنے بستر پر شازیہ لیٹی تھی اس کے پہلو میں بچہ تھا اور قریب ہی کرسی پر سحر بیٹھی ہوئی تھی اندر آتے ہی ایاز نے شازیہ کو مبارکباد دی وہ کچھ شرمائی اور کچھ کچھ مسکرا کر رہ گئی۔

ایاز بھی ظہیر کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گیا پھر جیب سے سو روپے کا ایک نوٹ نکالا اور کنور کو پکڑاتے ہوئے اس نے پیار سے اسے سمجھایا۔ یہ پیسے اس منے کے پاس جا کر رکھ آؤ ایاز نے شازیہ کے پہلو میں لیٹے ہوئے بچے کی طرف اشارہ کیا۔

ظہیر زور سے بول پڑا

یہ زیادہ ہیں ایاز! زیادہ سے زیادہ دس روپے دے دو بس۔
دوسرے کمرے میں بدر بھی ان کی ساری گفتگو سن رہی تھی
شازیہ بھی بولی
بھائی جان آپ رہنے دیں۔ کوئی ضرورت نہیں کچھ دینے کی آپ تو گھر کے فرد ہیں نا۔
ایاز نے دونوں کو جھڑک دیا
تم دونوں بالکل چپ رہو۔ اس معاملے میں تم بولتے اچھے نہیں لگتے۔ اس نے پھر کنور سے کہا۔
جاؤ بیٹا یہ پیسے وہاں رکھ آؤ
کنور نوٹ لے کر آگے بڑھا اور پپے کے سر کے پاس رکھتے ہوئے اس نے ایاز سے پوچھا
ادھل (ادھر) رکھوں ابو!
ہاں رکھ دو بیٹا!
کنور نے نوٹ وہاں رکھ دیا اور پھر بھاگ کر ایاز کی گود میں آکر بیٹھ گیا
شازیہ نے سحر سے کہا
سحر اچھا اور کنور کو اٹھ کر جائے اور مٹھائی دو نا
سحر خاموشی سے اٹھی مٹھائی کی دو پلیٹیں اس نے ایک ایاز اور ایک کنور کے سامنے رکھ دی۔ ایاز کے سامنے برتن رکھتے ہوئے اس بچاری

کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے پھر اس نے ان کے سامنے چائے دانی اور پیالیاں بھی رکھ دیں۔
ایک پلیٹ اور رکھ دو سحر! ڈرائنگ روم میں ایاز کا ایک ساتھی بھی ہے
ظہیر نے سحر سے کہا۔
مگر ایاز نے منع کر دیا۔
کوئی ضرورت نہیں یہ دو پلیٹیں ہیں اور ایک پلیٹ اسے بھجوا دیتے ہیں ہم تو مشکل سے ایک ہی پلیٹ کھائیں گے۔ پھر اس نے ایک پلیٹ کنور کو تھماتے ہوئے کہا۔
یہ جا کر اس بھیا کو دے آؤ وہ کالے کپڑوں والا جو گاڑی صاف کرتا ہے۔ کنور منہ سے تو کچھ نہ بولا پلیٹ لے کر مسکرا دیا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دیا۔ ایاز نے پھر اسے آواز دی اور جلدی آؤ۔ اس کے لئے یہ چائے بھی لے جانا ایاز نے ایک پیالی میں چائے ڈال دی
کنور پلیٹ اٹھائے ڈرائنگ روم میں آیا اور اسے بدر کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کاؤ (کھاؤ)
بدر نے اسے پکڑ لیا اور اپنے پاس بٹھاتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں اس کے کان میں اس نے کہا
تم بھی کھاؤ بیٹا!
کنور نے اس کی آواز پہ چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

میں چائے لاؤں نا۔

وہ پھر دوسرے کمرے میں گیا اور چائے کا کپ لے آیا۔ بدر نے پھر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ خود بھی وہ کھانے لگی اور کنور کو بھی کھلانے لگی۔

کنور جب کچھ دیر تک نہ آیا تو ایاز اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف آیا۔ میں دیکھوں تو کنور کدھر گیا ہے کہیں باہر ہی نہ نکل گیا ہو

وہ جب ڈرائنگ روم میں آیا تو بدر اور کنور دونوں ماں بیٹا مٹھائی کھا رہے تھے۔ ایاز نے کنور سے کہا۔

تم یہاں بیٹھے ہو بیٹا!

اپنے منہ سے چائے کی پیالی علیحدہ کرتے ہوئے کنور نے مٹھائی کی طرف اشارہ کیا

یہ کانا (کھانا) ہوں ابو!

آ بیٹھئے نا۔ بدر نے بڑی آس سے کہا۔

ایاز واپس مڑ گیا۔ میں تم دونوں کے لئے چائے لے آؤں

ایاز چائے دانی اور ایک پیالی اٹھا لایا اور دونوں پیالیاں چائے سے بھرتے ہوئے اس نے پوچھا

مٹھائی اور لاؤں؟

بدر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

کی ضرورت نہیں۔ آپ بیٹھیں

ایاز اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔ بدر نے مٹھائی کی پلیٹ اس کی طرف سرکائی۔

کھائیے

تم دونوں کھاؤ میں تو اپنا حصہ کھا آیا ہوں

بدر نے پرامید ہو کر کہا

میرے ساتھ بھی کھائیے نا۔ ساتھ ہی اس نے مٹھائی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور ایاز کے منہ کی طرف بڑھایا۔ ایاز سحر زدہ سا ہو گیا تھا۔ آپ ہی آپ اس کا منہ کھلا اور بدر نے مسکراتے ہوئے مٹھائی اس کے منہ میں ڈال دی۔

کنور تالی بجانے لگا

اور، اور، ابو کھا گئے۔

بدر نے چائے کی پیالی اٹھا کر اس کے منہ سے لگائی اور وہ چائے بھی پینے لگا۔

اتنے میں مکان کے باہر کار رکنے کی آواز سنائی دی۔ ایاز کھڑا ہو گیا

شاید ظہیر کے ابو اور امی آ گئے ہیں۔

وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد نصیر اور نسیم دونوں اندر داخل ہوئے۔ ظہیر نے آگے بڑھ کر ان دونوں کا خیر مقدم کیا

اور ساتھ ہی انہیں ایاز اور سحر سے متعارف کرایا۔ نصیر شازیہ کے
پاس آیا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا

مبارک ہو بیٹی !

لفظ بیٹی پر شازیہ چونکی اور دبی دبی مسکراہٹ میں اس نے ان کو مبارک
کا جواب دیا۔ نصیر جھک کر بچے کو چومنے لگ گیا۔ نسیم نے فخریہ انداز میں
ظہیر سے کہا۔

اب تمہاری کیا رائے ہے بیٹا ! اب تو تمہارے ابو بھی تمہیں لینے آ گئے ہیں

نصیر نے کہا

جو ہوا سو ہوا سب اسے بھول جاؤ۔ اب تم دونوں اپنے گھر چلو
میں ——— میں سچے دل سے شازیہ کو اپنی بہو تسلیم کرتا ہوں

یہ میری بیٹی ہے۔ میری بہو ہے

بچہ میرا پوتا ہے اور اس گھر کا مالک ہے۔ بھول سب سے ہوتی ہے
سو ہم سے بھی ہوتی۔

ظہیر اور شازیہ دونوں مسکرا رہے تھے

نصیر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے بولے

ارے تم دونوں خاموش ہو کچھ منہ سے تو بولو نا۔ اگر تم کہتے ہو تو میں اٹھ
کر تم دونوں سے معافی بھی مانگ لیتا ہوں۔ ہم ہارے تم دونوں جیت گئے

ظہیر نے بڑی انکساری سے کہا۔

اس کی کوئی ضرورت نہیں ابو !

ظہیر کچھ جواب تو دو نا

جیسا آپ کہیں گے ہم ویسا ہی کریں گے

ظہیر اٹھو گھر چلیں۔ شازیہ اور بچے کو کار میں لے چلتے ہیں تم جا کر
ٹرک لے آؤ اور سامان بھی سارا لے چلتے ہیں۔ یہ مکان کرائے پر چڑھا
دیں گے۔ ظہیر کھڑا ہو گیا اور ایاز کی طرف دیکھا

اٹھو ایاز پھر ٹرک لے کر آئیں

کمرے سے نکل کر دونوں ڈرائنگ روم میں آئے ایاز نے بدر سے کہا

چلو چلیں

بدر کنول کو اٹھا کر ان کے ساتھ ہو لی ایاز کی گاڑی میں پہلے وہ ٹیکسی
سٹینڈ پر آئے بدر کو وہاں اتار دیا گیا بدر نے کنول کو بھی اپنے پاس رکھ
لیا تھا ایاز اور ظہیر ٹرک کا بندوبست کرنے کے لئے چلے گئے۔

رات گیارہ بجے جب وہ نشاط روڈ سے ہوتا ہوا گھر جا رہا تھا کہ دو جوانوں نے ہاتھ ہلا کر اسے روکا ایاز نے ٹیکسی روکی اور سر باہر نکال کر پوچھا

کہاں جاؤ گے بھائی ؟

وہ دونوں پہلے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے بعد میں جواب دیا

یونیورسٹی کیمپس

نئی یا پرانی ؟

ایک ذرا اکھڑے ہوئے مزاج میں بولا

نئی۔ جدھر جا رہے ہو۔

ایاز کو ان سے خطرے کی بو آ رہی تھی اس نے گاڑی کی ساری لائٹیں

آن کر دیں شیشہ اپنے سامنے درست کر لیا اور ان پر نگاہ رکھی۔ یونیورسٹی کے سامنے انہوں نے اسے مین روڈ سے بائیں جانب مڑنے کو کہا وہ ایک کچی سڑک تھی اور اندھیرے میں خبر نہیں کدھر کو جاتی تھی ایاز صاف انکار کر گیا۔

یہیں اتر جاؤ میں ادھر نہیں جاؤں گا

ان میں سے ایک نے پستول نکال کر ایاز کی گردن پر رکھ دیا

نیچے اترو یہیں بتاتے ہیں تمہیں کہ کیسے تم آگے جانے سے انکار کرتے ہو

ایاز نے اپنے پاؤں کے قریب پڑا ہوا جیک کا آہنی ہینڈل بڑی آہستگی سے اٹھایا اور دروازہ کھول کر فوراً باہر آ کھڑا ہوا جس بدمعاش نے پستول پکڑ رکھا تھا جونہی وہ باہر آیا ایاز نے کھلے ہوئے دروازے کے نیچے سے ہاتھ ہلا کر ہینڈل اس کے ہاتھ پر دے مارا پستول اس کے ہاتھ سے گر گیا ایاز نے لگاتار تین ہینڈل اس کی پیٹھ، گردن اور رانوں پر دے مارے وہ نڈھال ہو کر زمین پر گر گیا ایاز نے پستول اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔

دوسرا بدمعاش چوکنا ہو گیا تھا اس نے دوسری سمت اترنا چاہا مگر وہ دروازہ بند تھا ناچار وہ اسی طرف آیا مگر ایاز کو دروازے کے سامنے کھڑا دیکھ کر وہ پھر اندر ہی دبک گیا اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا خنجر تھا۔

ایاز ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا
باہر آجاؤ۔ میں تم پر گاڑی سے نکلتے ہوئے وار نہیں کروں گا۔ جونہی ایاز پیچھے ہٹا وہ باہر آگیا اور خنجر ہوا میں لہرانے لگا۔
ایاز نے طنز کیا
بچے! فلموں جیسی ایکٹنگ نہ کرو۔ مجھے صرف پستول کا خطرہ تھا۔ تم جیسے خنجر رکھنے والے بھوکے اور گھٹیا بدمعاش میں نے بہت دیکھے ہیں۔
ایاز نے لوہے کا ہینڈل پھینک دیا اور آگے بڑھا۔
چلاؤ خنجر دیکھتا ہوں کیا بگاڑتے ہو تم۔
اس بدمعاش نے ایاز پر ایک بھرپور وار کیا ایاز تو اپنی جگہ پر پنکھے کی مانند تیزی سے گھوم گیا اور [illegible] خالی چلا گیا تھا۔ وہ بدمعاش کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔ رات کی تاریکی میں ایاز کا خوفناک اور مہیب قہقہہ بلند ہوا
بس کتے کی اولاد!
اس غنڈے نے جب چوتھی بار وار کیا تو ایاز نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اس قدر تیزی اور زور سے مروڑا کہ اس کا سر زمین کی طرف جھک گیا۔ ایاز نے اس کے ہاتھ سے خنجر کھینچ کر دور پھینک دیا ساتھ ہی اس نے اپنی کہنی کی ایک بھرپور ضرب اس کی پیٹھ پر لگائی۔
لے بے شہدے بدمعاش۔ اوباش۔ حرام خور

وہ زمین پر گر گیا۔
ایاز نے پھر اسے اٹھایا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے گھماتے ہوئے اس نے اس بدمعاش کا سر ٹیکسی کے دروازے پر دے مارا
رات کی تاریکی میں بدمعاش کی کراہ بلند ہوئی
ہائے میرا اللہ مر گیا
ایاز نے اس کی گردن پر زور سے مکا مارا
بدمعاشی اور اوباشی بھی کرتے ہو اور ہائے اللہ بھی پکارتے ہو
ایاز نے اسے پیچھے کھینچا اور ایک بار پھر اچھی خاصی توانائی کے ساتھ اسے گاڑی پر دے مارا
وہ بدمعاش پھر کراہ اٹھا اور ہانپتے ہوئے کہا
خدا کے لئے معاف کر دو ہمیں کیا خبر تھی تم اتنے خونخوار نکلو گے۔ وہ بدمعاش جب دوسری بار گاڑی سے ٹکرایا تو اندر سویا ہوا کنور جاگ اٹھا اور رونے لگا
ایاز نے اس بدمعاش کو سیدھا کیا اور اس کا گریبان پکڑ لیا
بتاؤ آج تک تم دونوں نے کتنے بے گناہ ٹیکسی ڈرائیوروں کو لوٹا ہے
اس نے ایاز کے ہاتھ پکڑ لیئے
ہم نے آج تک کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور کو نہیں لوٹا
ایاز غصے میں آ گیا۔

تم ایسے نہیں بتاؤ گے۔

ایاز نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر لے گیا اور اس کا گلا دبانے لگا

وہ چلا اٹھا

بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ مجھے یوں نہ مارو۔

ایاز نے اپنے ہاتھ ڈھیلے کر دیئے۔

بتاؤ پھر

ہم نے کسی بھی ٹیکسی کو آج تک نہیں لوٹا رہیں تو اس بدمعاش شوکت نے جسے لوگ شیش ناگ کہتے ہیں اس شرط پر ایک ہزار روپیہ دینا کیا تھا کہ ہم تمہیں خوب ماریں پستول بھی ہمیں اسی نے دیا تھا۔

ایاز نے ایک بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر مار دیا

ذلیلو! تو تم دونوں نے ایک انسان کی قیمت صرف ایک ہزار روپیہ لگائی کس قدر سستا اور ارزاں جان لیا ہے تم لوگوں نے انسان کو

بتاؤ اب کیا حشر کروں تمہارا

اس نے ہاتھ جوڑ دیئے

معاف کر دو پھر کبھی ایسی غلطی نہ کریں گے

تم لوگوں کا کیا اعتبار

پیدا کرنے والے کی قسم کھاتا ہوں کہ کبھی اس کاروبار کی طرف دھیان نہ دیں گے۔

اچھا اٹھاؤ اپنے ساتھی کو

اس نے اپنے ساتھی کو اٹھا کر کھڑا کیا وہ ابھی تک نڈھال تھا اور نیم بیہوشی کی حالت میں تھا اس نے فکرمند سے لہجے میں کہا

لوہا مار کر تم نے تو شاید اس کی کمر توڑ دی ہے۔

تم دونوں رہتے کہاں ہو

ٹکسالی

ایاز نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا

بیٹھو دونوں میں تمہیں چھوڑ آؤں

وہ کانپ گیا

نہیں نہیں تم ہمیں تھانے لے جاؤ گے

مجھ پر اعتماد رکھو میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا

اس نے پھر منت کی

تم ہمیں یہیں اسی حالت میں ہی چھوڑ جاؤ تو تمہاری مہربانی ہے

ایاز دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا

تمہاری مرضی ہے اور ہاں تم دونوں کے نام کیا ہیں

مسعود اور احسان

کنور ابھی تک رو رہا تھا ایاز نے اسے گود میں لے کر پچکارا

کیا بات ہے بیٹے؟

کنور نے سسکارتے ہوئے ان بدمعاشوں کی طرف اشارہ کیا

وہ ماتے (مارتے) ہیں ابو!

ایاز نے اسے چھاتی سے لگا لیا

میں نے انہیں مارا ہے بیٹے!

کنور نے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا

تم نے مارا ابو!

ہاں بیٹے میں نے انہیں مارا ہے

وہ لوتے (روتے) ہیں ابو!؟

ہاں بیٹے وہ روتے ہیں

کنور تالی بجاتے لگا

ابو چوہنے (سوہنے) ابو چوہنے (سوہنے) ایاز نے گاڑی چلا دی

دوسرے روز ایاز نے صبح سویرے ہی گاڑی نکالی اور کنور کو اپنی گود میں لیتے ہوئے کہا

بیٹے کہو بسم اللہ

کنور اس کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگا

کہو نا بیٹے! کہو بسم اللہ

کنور نے توتلی زبان میں کہا

ربحلا

شاباش اب ایک چما بھی دو

کنور نے اپنے ہونٹ ایاز کے ہونٹوں پر رکھ کر علیحدہ کر لیے

بچ (بس) ابو!

بس بیٹے! ایاز نے اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا اور گاڑی گیٹ سے باہر نکل گئی

ایاز نے گاڑی سٹینڈ پر کھڑی کی بدر بھاگتی ہوئی آئی اور دروازے میں سے سر اندر لے جا کر ایاز کو میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

ایاز نے کوئی اثر نہ لیا۔ بدر بجھ گئی اور اداس ہو کر رہ گئی

ایاز نیچے اترا اور شوکت کی گاڑی کے پاس آ کر اس نے بڑی متانت سے کہا۔

باہر آؤ

شوکت چپ چاپ باہر آ گیا ایاز نے پھر کہا

میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے

شوکت گھبرا گیا

کچھ بھی تو نہیں

پھر تم میری جان کیوں لینا چاہتے ہو۔ بدر سر سے پاؤں تک کانپ گئی

شوکت نے کانوں کو ہاتھ لگائے

توبہ توبہ، میری توبہ میں کس طرح اتنی بڑی جرأت کر سکتا ہوں
ایاز نے جیب سے پستول نکال کر اسے دکھایا
یہ پستول کس کا ہے بدر نے ہائے اللہ کہہ کر چھاتی پر دونوں ہاتھ رکھ لیئے
پتہ نہیں کس کا ہے
ایاز کا مزاج برہم ہو رہا تھا
تم مسعود اور احسان کو بھی نہیں جانتے ہو
ہرگز نہیں جانتا
تم نے انہیں ایک ہزار روپے کے لالچ میں مجھے مارنے کو نہ کہا تھا بدر
پھر دھیمے سے بڑبڑاتی رہائے میں مر گئی۔
ایاز نے پورے زور کا ایک گھونسہ اس کے جبڑے پر دے مارا
ذلیل کتے سچ بتاؤ ورنہ آج میں تمہیں کچا چبا جاؤں گا شوکت زمین
پر گر گیا ایاز نے اسے اٹھایا اور درخت سے پٹخ دیا
ابھی وقت ہے سچ بولو ورنہ پیس کر رکھ دوں گا۔ شوکت چپ رہا
ایاز غصے میں بپھر گیا اور اس کے سر، گردن کے پٹھوں اور پیٹ میں
اس نے سخت آہنی اور فولادی ٹھوکریں لگائی ساتھ ہی وہ زور سے
دھاڑا ابھی
دیکھتا ہوں کیسے نہیں بتاتے
شوکت اس کے پاؤں پر گر گیا میں بھی اور تم بھی دونوں ٹیکسی ڈرائیور

ہیں اصل میں تمہیں سمجھا نہ تھا۔ معاف کرو غلطی ہو گئی تھی۔ آج سے
لینڈ پر میں تمہاری بالادستی تسلیم کرتا ہوں۔ میں غلطی پر تھا۔
ایاز نے اسے اوپر اٹھایا
لے ہی مان جاتے تو یہ نوبت ہی کیوں آتی۔ اب بتاؤ میں نے تمہیں
یا دکھ دیا ہے جس کا تم یہ انتقام لینا چاہتے تھے۔ شروع میں
یرا اور تمہارا جو جھگڑا ہوا تھا وہ بھی تمہاری ہی غلطی تھی۔
شوکت نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اب تم میرے بھائی ہو تمہارے خلاف
چھ کروں تو اپنے باپ کا بیٹا نہیں جو ہوا سو ہوا۔ اب مجھے سب کے
سامنے ذلیل نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسی کوئی غلطی نہ کروں گا
اب مجھے جانے دو وہ دیکھو سواریاں آگئی ہیں اور نمبر بھی میرا ہے ایاز
نے اسے چھوڑ دیا اور وہ سواریاں لے کر چلا گیا۔ ایاز دوبارہ اپنی گاڑی
میں آکر بیٹھ گیا کنور اندر بیٹھا کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔
بدر بھی آکر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور گاڑی کے سارے پردے
کھینچ کر اس نے بڑے پیار سے پوچھا۔
کیا بات ہوئی ہے ایاز!
ایاز نے تلخی اور غصے میں کہا
نہیں اس سے کیا تم میرے معاملات میں مت دخل دیا کرو
بدر بجھ گئی اور افسردگی سے پوچھا

تم مجھ سے کیوں ناراض ہوتے ہو، میں نے کیا کیا ہے؟

ایاز نے طنزاً کہا۔

تم نے کچھ نہیں کیا ——— تم نے ——— تم نے میری زندگی برباد
کر دی ہے

میرا سکون لوٹ لیا۔

مجھے دل کا مریض بنا دیا ہے

میرا بسا بسایا گھر تباہ کر دیا

مجھے سبز باغ دکھا کر اندھے کنوئیں میں پھینک دیا ہے

مجھے رنگین محلوں کے مناظر دکھا کر ٹوٹے مزاروں میں پھینک دیا ہے

بدر نے پردہ ہٹا کر شیشے میں سے باہر دیکھا اور اردگرد دیکھتے
ہوئے کہا۔

جان! راضی ہوتے ہوتے پھر ناراض ہو جاتے ہو

ایاز پھر برس پڑا

میں کسی کی جان نہیں

میں تم سے کوئی راضی نہیں

میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں

بدر رو پڑی

تم سے نہیں واسطہ تو اور کس سے ہے؟

ہاری بیوی، تم میرے شوہر ہو۔ رہی ناراضگی تو وہ سب میں
ہوتی رہتی ہے

ز اور بپھر گیا

ہا تمہارا شوہر نہ تم میری بیوی، اگر ——— اگر ایسا ہوتا تو
——— تو تم مجھے چھوڑ کر نہ چلی جاتی۔

نے شوہر پر ایک آشنا کو ترجیح دی

نے شریک حیات پر اپنے عاشق کو ترجیح دی

نے شوہر کو چھوڑ کر تم اپنے یار کے پاس چلی گئیں اور اپنی عزت
صمت کی بھی پرواہ نہ کی

ر روتے روتے چلا پڑی

ھوٹ اور بہتان ہے۔

ہمت اور الزام ہے ایاز

را کوئی عاشق اور آشنا نہیں

را کوئی یار اور دوست نہیں، میرے سب کچھ ہی تم ہو، شادی کے
ہی میرا دامن صاف اور پاک ہے۔

از پتہ نہیں آج کیوں اس قدر غصہ کر رہا تھا

م غلط کہتی ہو

م جھوٹ بولتی ہو۔

تم فاحشہ اور بے آبرو ہو۔

تم بدکار اور آوارہ ہو

بدر نے ایک زوردار تھپڑ ایاز کے منہ پر دے مارا

یہ جھوٹ ہے۔ میں فاحشہ۔ بے آبرو۔ بدکار اور آوارہ نہیں

ایاز نے دکھ سے کہا

بس یہی کسر رہ گئی تھی جو آج تم نے پوری کر دی ہے۔ بدر زور زور سے رونے لگی۔ اتنے میں چار سواریاں آ گئیں تھیں۔ بدر نیچے اتر گئی اور سواریاں گاڑی میں بیٹھنے لگیں ناظم اور منو بھی ہوٹل سے نکل کر اس طرف آ رہے تھے۔ بدر کے پاس آ کر ناظم نے بڑی ہمدردی سے کہا

جھگڑا ہوا ہے ایاز سے؟

بدر آنسو پونچھتی ہوئی اور روتی ہوئی درخت کے پاس جا کھڑی ہوئی

یونہی رعب ڈالتا رہتا ہے اور ناراض ہوتا ہے

ناظم نے پریشانی سے کہا

ایاز بھیا ایسا تو نہیں۔ وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ بدر رو رہی تھی اور ایاز گاڑی لے جا چکا تھا۔

اپر مال پر ایاز سواریوں کو اتار کر جب واپس لوٹ رہا تھا تو اس کا ذہن پھر بھٹکنا شروع ہو گیا تھا۔ بدر سے جھگڑے کے باعث وہ پہلے ہی ذہنی طور پر مجروح تھا اور اب تو بیڈن روڈ کا موڑ بھی

آ گیا تھا

ذہن چلاتے لگا تھا۔

زندگی کا ہیبت اور دہشتناک موڑ

ن روڈ؟

کا بھیانک اور خوفناک موڑ

کے ذہن میں پھر تصویروں کا چکر چل گیا تھا

بدر اور کبھی سحر دونوں نے اسے مفلوج کر دیا تھا اس کے

یک اور دھندلائے ہوئے ذہن کے کسی جاگتے ہوئے پہلو نے

ٹھوکر لگائی۔

جھوٹ اور فریب ہے تمہیں اب سحر سے کوئی محبت اور لگاؤ نہیں

جذبہ آپ ہی آپ ختم ہو چکا ہے تم ——— بدر سے بے پناہ

ت کرتے ہو۔

ہ وہ گھر سے بھاگ گئی

ٹھیک ہے اس نے تمہیں دھوکہ دیا

ہر ——— پر اس کے باوجود تمہیں اس سے محبت ہے اس کے

بغیر تم زندہ نہیں رہ سکتے۔

وہ تمہاری منزل اور آرزو ہے

وہ تمہاری بیوی اور غمگسار ہے۔

وہ تمہاری جان ہے۔ تمہارے بغیر وہ ادھوری ہے تم اس کے بغیر
نامکمل ہو۔

وہ شبنم ہوتے ہوئے بھی پیاسی ہے وہ تم سے قریب ہوتے ہوئے
بھی دور ہے۔ اب بھی وقت ہے اس کا ہاتھ تھام لو اور اسے گلے
لگا لو۔ وہ تمہاری بیوی ہے۔

تمہاری عزت اور آن ہے
کب تک وہ یونہی بھٹکتی رہے گی
کب تک اسطرح ٹھوکریں کھاتی رہے گی۔
کسی کی بیوی ٹیکسیاں صاف کرتی پھرے یہ اچھی بات ہے
ٹکے ٹکے کی مزدوری کرتی رہے، یہ کوئی شرافت ہے
وہ ——— وہ تو ایک کروڑ پتی کی لڑکی ہے ناز و نعم میں پلی ہوئی
ایک آرام طلب دوشیزہ ہے
وہ خوبصورت اور حسین ہے لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک
وہ پرکشش ہے پتھروں کے ڈھیر میں چمکتا ہوا ایک موتی
وہ پیار کی سیپ ہے
وہ چاہت کا ہار ہے۔

وہ اکیلی ہی تو نہیں بھٹکی ہزاروں نہیں لاکھوں لڑکیاں بھٹک جاتی

ہاں نرس کا پیشہ کتنا عظیم ہے۔ مگر نرسیں بدنام ہیں لوگ کہتے ہیں کوئی
ہی نرس ہو جس کی عزت بچی ہوئی ہو۔ کالج کی لڑکی کے متعلق کیا کچھ
نہیں کہا جاتا۔ اس پر بھی جنسی بے راہروی کی کہانیاں تراشی جاتی ہیں
ایر ہوسٹس! اسے دیکھو لوگ اس پر بھی کیا کیا اور کیسے کیچڑ اچھالتے
اور تھاپتے ہیں۔

اس کے ذہن نے اسے اور بری طرح کھینچا
آج اس نے ٹھیک کیا ہے تمہیں تھپیڑ مارا ہے۔ تم ——— تم نے کیوں
اسے ناشدنہ، بے آبرو، بدکار، آوارہ کہا۔
آج کئی روز سے وہ تمہیں کہہ رہی ہے کہ میری پوری کہانی تو سنو
تم نے اس کی بات پر کبھی دھیان نہ دیا
تم نے اس کی پوری کہانی کبھی سنی؟ ہو سکتا ہے گھر سے بھاگنے میں
کوئی راز ہی ہو۔
کوئی مجبوری ہی ہو۔ وہ پہلے ہی زندگی میں کافی ٹھوکریں کھا چکی ہے
زندگی میں لاکھوں لڑکیاں بدری کی مانند بھٹکتی ہیں اور ٹھوکر کھاتی ہیں
ان کی بھی تو کسی سے شادی ہوتی ہی ہے نا
نرس بدنام ہے آخر وہ بھی تو کسی کی بیوی بنتی ہے نا
کالج کی لڑکی پر گندگی کا لیبل لگایا جاتا ہے پر وہ بھی کسی کی شریک حیات
بنتی ہے۔

ایئر ہوسٹس پر لوگ کیچڑ اچھالتے ہیں وہ بھی تو کسی کی بیٹی اور بہن ہوتی ہے۔

ابھی وقت ہے کچھ نہیں گیا، بدر کو سنبھال لو اسے جگہ جگہ دھکے نہ کھانے دو تمہیں یہی خطرہ ہے کہ محلے والے اس کو وہاں نہ رہنے دیں گے۔ جہنم میں جائیں، تم اپنا مکان کرائے پر دے کر کہیں اور کرائے کا مکان لے لو اور بدر کے ساتھ سکون، آرام اور عیش کی ازدواجی زندگی بسر کرو یہی تمہاری آرزو ہے یہی تمہاری خواہش ہے

تمہارے زخمی دل کا علاج یہی ہے۔

تمہارے منتشر ذہن کو بحال کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے

ایاز زور سے چلایا

بدر! میری جان! میری روح تم کہاں ہو؟

کنور اس کی چیخ سے جاگ اٹھا سامنے ہی بیڈن روڈ کا موڑ آگیا ہوا تھا ایاز کا ذہن بھٹکا ہوا تھا اسے کچھ ہوش نہ تھا ٹیکسی بڑی تیزی سے جا رہی تھی موڑ پر آ کر اس کا ذہن اور بکھر گیا اور فوراً اس نے گاڑی کو بریک لگا دی پیچھے سے ایک تیز رفتار گاڑی اسکی ٹیکسی سے آ کر زور سے ٹکرائی اور ایک زور دھماکہ ہوا، ایاز کی ٹیکسی الٹ گئی۔ کنور موقع پر ہی مر گیا ایاز کے جگہ جگہ چوٹیں آئیں تھیں اور بیہوش ہو گیا تھا بہت سے ٹیکسی ڈرائیور اتر اتر کر گاڑی کے گرد جمع ہونے لگے اور ایاز کو اندر سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔

...سٹینڈ پر درخت کے نیچے تنے سے ٹیک لگائے اور اپنا سر گھٹنوں میں چھپائے بدر رو رہی تھی کہ ناظم اور منو دونوں بھاگتے ہوئے آئے وہ سخت گھبرائے ہوئے تھے، ناظم نے آتے ہی اسے جھنجوڑا

بدر! او بدر!

بدر نے سر اوپر اٹھایا اس کی آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں، منہ بسورتے ہوئے اس نے پوچھا

کیا ہے؟

کچھ سنا تم نے ایاز بچارے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے

بدر پریشان ہو کر کھڑی ہو گئی اور دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا

ہائے میرے اللہ، کہاں ہوا ایکسیڈنٹ

بیڈن روڈ پر اس بچارے کا بچہ مر گیا ہے اور خود بھی کافی زخمی ہوا ہے
بدر، الم سم، حیران اور ششدر کھڑی رہی اس نے کوئی جواب نہ دیا
بچاری پر سکتہ طاری ہو گیا تھا ناظم نے اسے پکڑ کر ہلایا
کہاں کھو گئے ہو، چلو ہسپتال چلیں وہ دونوں اسے کھینچتے ہوئے سڑک پر لے آئے اور رکشہ میں بیٹھ گئے، بدر ابھی تک کھوئی کھوئی سی تھی
ہسپتال آکر وہ پوچھتے پچھاتے ایاز کے پاس پہنچے وہ ایک علیحدہ کمرے میں بیڈ پر پڑا تھا اس کے ارد گرد ظہیر، شازیہ، نصیر اور نسیم بیٹھے تھے اور اس کے سر کے اوپر سحر کھڑی غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس کی بھی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں روتی رہی ہو گی۔ بچاری، بدر بھی ناظم اور منو کے ساتھ ایک طرف جا کر کھڑی ہو گئی
سحر چند لمحوں تک بدر کو گھورتی رہی پھر اس کے چہرے پر پریشانی اور حیرانگی کی موٹی تہہ جم گئی، شاید وہ بدر کو پہچان گئی تھی، بدر ایاز کے سرہانے آکر کھڑی ہوئی بڑی ہی بچارگی اور مایوسی کے ساتھ وہ ایاز کو ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگی۔
وہ جھیل کی طرح خاموش ——— اور ——— اور ———
ستاروں کی مانند چپ تھی۔
وہ اس سمندر کی طرح کھڑی تھی جس کی تہہ میں ہزاروں خوفناک مہیب اور تباہ کن طوفان مچل رہے ہوں مگر سطح ابھی تک پرسکون ہی ہو۔

——— پھر ——— آپ ہی آپ طوفان چل نکلا
سطح متزلزل ہو گئی۔
پہلے بدر کی آنکھیں بھیگ گئیں پھر آنسوؤں کا ایک سوتا پھوٹ نکلا اس کی خوبصورت سیاہ آنکھیں ہائے اللہ جیسے جھیل کے بند ٹوٹ گئے ہوں اور کئی دریا ایک ساتھ بہہ نکلے ہوں، ممکن تھا وہ دھاڑیں مار مار کر ایاز سے لپٹ جاتی پر اتنے لوگوں کی موجودگی کو دیکھتے ہی وہ بچاری ضبط کر گئی اور آنسو پونچھتی ہوئی فرش پر اس طرف جا کر بیٹھ گئی جہاں ناظم اور منو بیٹھے ہوئے تھے سحر کو اس کی حالت دیکھ کر عجیب سا دکھ ہو رہا تھا، بدر بھی سحر کو پہچان گئی تھی مگر اسے تو اپنے آپ کا ہوش تک نہ تھا کسی سے وہ بات کیسے کرتی۔
شام تک وہ بے سدھ سی وہیں پڑی رہی اس وقت وہ چونکی جب ناظم نے اسے جھنجھوڑا۔
اٹھو اب چلیں کافی دیر ہو گئی ہے۔
بدر نے آنکھیں کھول کر دیکھا باہر اندھیرا چھا گیا تھا اور کمرے کی بجلی آن تھی اس نے ناظم سے کہا
تم دونوں جاؤ
اور تم؟
میں یہیں رہوں گا۔

نصیر بھی کھڑے ہو گئے اور ظہیر سے کہا

اب چلنا چاہیئے

ظہیر نے فکرمندی سے پوچھا

یہاں کون رہے گا

سحر فوراً بول پڑی

میں نے آج اپنی نائٹ ڈیوٹی لگوائی ہے میں رات ان کے پاس ہی رہوں گی۔آپ لوگ بے فکر ہو کر چلے جائیں۔

بدر بھی اٹھ کر ان کے پاس آ کھڑی ہوئی

ایاز کے پاس رات کو میں رہوں گا

ظہیر نے حیرت سے پوچھا

تم رہو گے؟

ہاں آپ کو کوئی اعتراض ہے کیا؟

اعتراض تو نہیں۔میرا مطلب ہے جب سحر یہاں رہ رہی ہے تو پھر تمہارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔ایاز کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ٹکٹکی باندھے بدر کو دیکھ رہا تھا۔بدر نے پھر کہا

آپ ایاز سے پوچھ لیں جس کا نام وہ لے گا وہی اس کے پاس رہے گا

ظہیر نے فوراً ایاز سے پوچھ لیا

رات تمہارے پاس کس کو چھوڑیں ایاز!

اس نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ بدر نے منت کے انداز میں اپنی چھاتی پر اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ایک لمحہ کے لئے ایاز کے لب مسکرا اٹھے اور اس نے نیچی سی آواز میں بدر کی طرف اشارہ کر دیا

میرے پاس رات کو یہ اکیلا ہی کافی ہے۔

بدر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ کھیل گئی۔

سب لوگ چلے گئے۔سحر ابھی تک وہاں کھڑی تھی وہ بھی سر جھکائے آہستہ آہستہ باہر نکلی اور دروازے کے پاس آ کر وہ مڑی اور ہاتھ کے اشارے سے بدر کو باہر بلایا بدر اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

کیا بات ہے؟

سحر نے دکھ سے کہا۔

مجھے پہچانا نہیں تو میں پہچان گئی ہوں۔تم بدر ہو۔

میں بھی تمہیں پہچان چکی ہوں

تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے

بدر اداس ہو گئی

یہ ایک لمبی داستان ہے

وہی تو میں سننا چاہتی ہوں۔تم ذرا میرے ساتھ ڈیوٹی روم میں آؤ

بدر نے فکرمندی سے کہا

ایاز اکیلا ہے میں کیسے چھوڑ کر اسے جاؤں میں اسے ذرا دیکھ لوں

پھر ٹھہر کر آؤں گی۔ مجھے بتا جاؤ تمہارا کمرہ کہاں ہے ایاز کا تم فکر نہ کرو اس کو کوئی اتنی خطرناک چوٹیں نہیں آئیں۔ بچ گیا ہے زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ دن ہسپتال میں رہے گا پھر فارغ کر دیا جائے گا وہ بالکل ٹھیک ہے، تم آؤ میرے ساتھ

بدر نے گردن جھکا لی

چلو پھر

ڈیوٹی روم میں آکر وہ آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ سحر نے ایک لمبا سانس لیا۔ اب سناؤ اپنی داستان

بدر نے روتے دھوتے پوری کہانی کہہ دی

سحر غمزدہ ہو گئی اور گردن جھکا لی

بہت دکھ اٹھائے ہیں تم نے، تم رضوان کی باتوں میں آئی ہی کیوں بس بھول جو ہوئی اور وہ بھی زندگی کی پہلی اور آخری بھول۔ اس میں قصور صرف میرا نہیں معاشرے کے اور بہت سے ہاتھوں کا بھی ہے مثلاً سب سے پہلے آتے ہیں میرے ابّو اور امّی میں ایک ایسے باپ کی بیٹی ہوں جس کا شمار ہمارے ملک کے ان خاندانوں میں ہوتا ہے جنہیں لوگ بائیس خاندان کہہ کر پکارتے ہیں۔ ایک ایسے گھر میں میں نے جنم لیا جہاں گھر کے ہر فرد کے لئے ایک علیحدہ کار ہوتی ہے اب اس میں میرے ماں باپ کا قصور یہ ہے کہ وہ اگر ہر روز نہیں تو ہر دوسرے روز فلم ضرور

دیکھتے ہیں، کبھی انگلش اور کبھی اردو پنجابی اب اس موقع پر ہم بھی ساتھ ہوتے تھے میں چار بھائیوں کی اکیلی بہن ہوں جو سب اپنے کاروبار کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اب لازمی طور پر اس ماحول کا اثر مجھ پر بھی ہوا اور میں بھی فلموں کی اندھی شوقین بن گئی

میرے والدین کی دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے مجھے ڈاکٹری پڑھنے کو لائلپور سے یہاں تو بھیج دیا مگر کبھی میری خبر نہ لی صرف خط وکتابت یا ٹیلیفون پر ہی بات ہو جایا کرتی ان کا خیال تھا کہ زمانہ بڑا ایڈوانس ہو گیا ہوا ہے، ان کی بیٹی ماڈرن ہے اور وہ اپنے متعلق خود بہتر فیصلہ کر سکتی ہے ان کی اس سوچ نے مجھے بھی زیادہ ڈھیل دے دی اور میں اپنی حدود کو پھلانگ کر آگے نکل گئی یہ تو ہے معاشرے کے ایک پہلو کی دکھتی رگ۔ اب دوسرے پہلو کی جانب آؤ یہ پہلو وہ مرد ہیں۔ ہاں وہ بے غیرت مرد جو معصوم لڑکیوں کے گرد گناہ کے جال بنتے ہیں انہیں پھانسنے کے لئے طرح طرح کے جال بنتے ہیں۔

کبھی بہن بنا کر جال پھینکتے ہیں۔

کا ہے اس کی خواہش اور دبی ہوئی آرزو کے مطابق لالچ دے کر اسے پھانسنے کی کوشش کرتے ہیں

اسی پہلو ہی کا عکس وہ لڑکیاں بھی ہیں جو ——— جو میری طرح

ناعاقبت اندیش اور کوتاہ عقل ہوتی ہیں ۔
جو اپنی ایک معمولی خواہش کے پیچھے مردوں کے ساتھ بہت دور نکل جاتی ہیں اور اپنی عزت عصمت اور سب کچھ کھو کر معاشرہ میں درخت کی ٹوٹی ہوئی ٹہنی کی مانند بن کر رہ جاتی ہیں میں بھی ان ہی بے عزت لڑکیوں میں سے ایک ہوں جس نے ایک مرد پر اس حد تک بھروسہ کر لیا صرف اس لئے کہ وہ مجھے فلموں میں ہیروئن کا کردار دلوا دیگا
اب میرے معاملے میں بھی معاشرے کے یہ دونوں پہلو کارفرما ہوتے ہیں میرے والدین نے اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث مجھ میں فلموں میں کام کرنے کا اندھا جذبہ پیدا کیا اور ایک بے غیرت مرد نے اسی جذبے کا سہارا لے کر میری عصمت لوٹ لی ۔ بدر کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے اور وہ خاموش ہو گئی

سحر نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا

۔ بابر تم سے ناراض ہے

بدر اپنے آنسو پونچھنے لگی

ہاں

تم دونوں کی صلح کے لئے کوشش کروں ؟

بدر نے نفی میں سر ہلا دیا

نہیں ، وہ میرے شوہر اور میں ان کی بیوی ہوں اگر مجھے ان سے محبت

ہے اور ان کے دل میں میاں بیوی کے رشتے کا تھوڑا بہت بھی جذبہ ہے تو میں ضرور خود ان سے صلح کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی ۔ آخر وہ میرے شوہر ہیں آپس میں ناراضگی ہو ہی جاتی ہے

دکھتے دل سے سحر نے پوچھا

کیا حقیقت میں تمہیں ان سے محبت تھی یا یوں ہی سہارا لینے کی خاطر ان سے شادی کر لی ۔

مجھے ان سے اتنی محبت ہے جس کی گہرائی کا اندازہ آج تک میں خود بھی نہیں لگا سکی ۔

کیا وہ بھی تم سے محبت کرتے ہیں

بالکل کرتے ہیں ۔ جب شادی کے بعد ہم دونوں اکٹھے رہتے تھے تو وہ میرے بغیر ایک پل بھی نہ رہ سکتے تھے شادی کے پورے ایک ماہ بعد تک انہوں نے گاڑی ہی نہیں چلائی بس ہمہ وقت میرے پاس رہتے تھے اس کے بعد جب انہوں نے گاڑی چلانا شروع کی تو وہ شام سے قبل ہی گھر واپس آ جایا کرتے تھے ۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ رات گیارہ بارہ بجے گھر لوٹا کرتے تھے ان سب باتوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے

اور اب ؟

اب بھی انہیں مجھ سے محبت ہے

کیسے جانا تم نے

کبھی وہ مجھ سے راضی ہو جاتے ہیں اور کبھی بے پناہ غصّے کا اظہار کرتے ہیں اس سے ان کی مجھ سے محبت واضح ہوتی ہے راضی اس لئے ہو جاتے ہیں کہ انہیں مجھ سے پیار ہے اور غصّہ اس لئے کرتے ہیں کہ جس دور سے وہ گزر رہے ہیں ان حالات میں انہیں بیوی کے پیار اور محبت کی ضرورت ہے جو قدم قدم پر ان کی ہر ضرورت اور خواہش کا خیال رکھے مگر میں چونکہ ابھی ایسا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لئے ناراض ہو جاتے ہیں

سحر نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا

اگر یہ بات ہے تو وہ تمہیں اپنے ساتھ گھر کیوں نہیں لے جاتے

گھر کیسے لے جائیں محلے والے وہاں مجھے ان کے ساتھ رہنے ہی نہیں دیتے اس ایکسٹرا اسپلائر جمیل کے گھر سے بھاگ کر جب میں ایاز کے پاس آئی تھی تو یقیناً وہ مجھے رکھنے پر آمادہ ہو جاتے میں انہیں پورے حالات سناتی کہ کس طرح میں آپ کی سلامتی اور خوشی کو مدنظر رکھ کر چلی گئی تھی تو وہ ضرور پہلا سا پیار اور محبت دے دیتے مگر محلے والوں نے انہیں بہت زیادہ باتیں سنائیں اور دھمکی دی کہ اگر تم اسے اپنے گھر پر رکھو گے تو ہم تمہیں بھی اس محلے سے نکال باہر کریں گے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے مجبور ہو کر مجھے گھر سے نکال دیا

انکہ وہ ایسا نہیں چاہتے تھے۔

اگر وہ تم سے راضی بھی ہو جائیں تو پھر کہاں رہو گے تم لوگ

کا دوسری جگہ جا رہیں گے اور یہ مکان کرائے پر دے دیں گے

ں یہ بھی ٹھیک ہے

ہے امید ہے اب وہ مجھ سے راضی ہو جائیں گے

رہ تمہیں یہ ٹیکسیاں صاف کرنے کے کام سے منع کیوں نہیں کرتے

ر پھر آنسو بہانے لگی

ئے کیسے کریں ناراض جو ہیں

ری طرف سے ابھی تک ان کے دل میں غبار رہا ہے

کے ذہن میں ابھی تک یہی شبہ ہے کہ ——————

اپنے کسی آشنا کے ساتھ بھاگ گئی تھی بدر سسکیاں لے لے کر

نے لگی —————— وہ

ہ مجھے بدکار اور آوارہ سمجھتے ہیں

ئشہ اور بے آبرو جانتے ہیں

ہی باتوں سے ناراض ہو کر آج میں نے انہیں تھپڑ بھی دے

را تھا۔

ر کچھ نہ کہا اس نے

ر اتنا کہا تھا کہ یہی کسر رہ گئی تھی جو تم نے آج پوری کر دی ہے

اور انہوں نے یہ الفاظ کچھ اس انداز سے کہے تھے کہ ان کی خلش اور
آنچ اب بھی میں اپنے دل میں محسوس کرتی ہوں
سنا ہے تم نے ڈاکٹری کے آخری سال میں چھوڑا تھا
بدر آنسو پونچھنے لگی
ہاں
ان بکھیڑوں میں نہ پڑتی تو آج کسی ہسپتال میں کامیاب ڈاکٹر ہوتی
بدر پھیکی سی پڑ گئی
تقدیر کو کچھ اس طرح ہی منظور تھا جو ہو گیا اب تو میرا ایک ہی
مقصد حیات ہے کہ اپنے شوہر کو راضی کرنا اور پھر اس کے ساتھ
ایک کامیاب ازدواجی زندگی بسر کرنا ——— بس ———
یہی میری آرزو اور مقصد ہے
یہی میری منزل اور انتہا ہے۔ اب میں جاؤں ایاز کے پاس بدر نے
منت کے انداز میں پوچھا صرف چند منٹ ٹھہر جاؤ۔ ایک بات اور
بتاتی جاؤ

پوچھو؟
ایاز نے تمہارے سامنے کبھی میرا بھی ذکر کیا ہے
نہیں
اگر میں یہ کہوں کہ میں ان سے محبت کرتی ہوں اور کبھی وہ بھی مجھ سے

ا محبت کرتے تھے۔
ر کھلا گئی
ہو سکتا ہے
ریسے جس طرح اسے تم سے محبت ہو گئی
یا ہی کیا ہو
ھی نہیں
رہ غلط بات کہنے کا مطلب۔ بدر نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا
ا نہیں بدر! اس ڈرامے کے سٹیج پر اس کہانی کی سکرین پر تم
پہلے میں نمودار ہوئی تھی یہ وہ وقت تھا کہ جب ایاز مجھ سے
پناہ محبت کرتا تھا۔ ہم نے ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی
لیا تھا اور ہم ایک دوسرے کے بغیر جینے کا سوچ بھی نہ سکتے

ئے۔
ر کیا ہوا؟
ر خلاؤں میں کھو گئی
ا ——— بس یوں سمجھو کہ دو پرندے جو ایک دوسرے سے بے پناہ
ت کرتے تھے فضاؤں میں اکٹھے پہلو سے پہلو ملائے اپنی
ل کی طرف سفر کر رہے تھے کہ اچانک اس سفر کے دوران طوفان
ا اٹھا ہو۔ اتنی تیز ——— اتنی تیز آندھیاں چلیں کہ وہ بچارے

جھٹک کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور دونوں نے اپنی ایک علیحدہ علیحدہ کائنات بسالی۔

کانپتے ہوئے بدر نے پوچھا

تو تم نے شادی کر لی ہے

ہاں شادی تو کر لی ہے مگر میں سوچا تھا میں اپنے شوہر سے طلاق لے کر ایاز سے شادی کر لوں گی۔

بدر فکر مند ہو گئی اور گردن جھک گئی

سحر کہتی رہی

مگر اب ——— اب ایک دوسرا طوفان میری زندگی میں اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ یہ پہلے طوفان سے بھی زیادہ بھیانک اور خوفناک طوفان ہے تم فکر نہ کرو میں تمہارے راستے کی رکاوٹ نہ بنوں گی تمہاری راہ میں دیوار نہ کھڑی کروں گی ——— میں ——— میں تمہارا شوہر تمہیں سونپتی ہوں جو پیار اور محبت میں اس سے کرتی تھی میں اسے ہمیشہ کے لئے دفن کر دوں گی۔ میں ——— میں ساری زندگی گیلی لکڑی کی طرح سلگتی رہوں گی۔ خشک اور خزاں زدہ پتوں کی مانند محبت کے اس میدان میں ٹھوکریں کھاتی رہوں گی مگر تم دونوں کو علیحدہ ہوتے نہ دیکھ سکوں گی۔ میں نرس ہوں میرا تو پیشہ بھی یہی ہے کہ دوسروں

کے جذبات کا خیال رکھوں۔ جاؤ ——— چلی جاؤ ایاز ہارا انتظار کر رہا ہو گا۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ تم جیت گئی ہو میں اپنی زندگی کی بازی ہار گئی ہوں۔

بدر اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ سحر نے اپنا سر میز پر گرا دیا اور سسک سسک کر رونے لگی

بدر تقریباً بھاگتی ہوئی ایاز کے پاس آئی تو اس نے آنکھیں
بند کر رکھی تھیں اور وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا بدر
اس کے سرہانے کھڑی ہو گئی اور سننے کی کوشش کرنے لگی ایاز
کہہ رہا تھا

کنور! میرے بیٹے! میرے بچے تم کہاں ہو؟

بدر نے دیکھا ایاز کی آنکھوں سے آنسو نکل کر تکیے پر گر رہے تھے
کنور کی یاد آتے ہی بدر بھی رونے لگی

ایاز کی آواز پھر سنائی دی۔

میں ——— میں تمہارا قاتل ہوں بیٹے! میں تمہارا مجرم ہوں
نہ ایکسیڈنٹ ہوتا اور نہ تم مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاتے۔

بدر تو پہلے ہی مجھ سے روٹھ گئی ہے اب تم بھی روٹھ گئے ہو بیٹا!
تم میرا سہارا تھے
تمہاری آس میں تو میں جی رہا تھا
اب گھر سونا سونا اور اداس ہو گا
میں کس سے رات کے وقت باتیں کروں گا بیٹے تم تو میری لاٹھی
اور میری زبان تھے۔

ایاز سسک پڑا

اب کون مجھے ابو جی کہہ کر پکارے گا
کون میرے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھے گا
میرے منہ میں روٹی توڑ کر کون ڈالا کرے گا
اور ——— اور جب مجھ پر پھر کبھی دل کا دورہ پڑا تو مجھے
پانی کون پلایا کرے گا۔ بیٹا۔ ایاز بری طرح سسک پڑا تھا
آہ کنور! میری کمر ٹوٹ گئی ہے
میں اب بچ نہ سکوں گا۔
تمہارے بغیر اس سنسار میں کیسے جیوں گا زندگی کیسی پھیکی ہو گئی ہے
کنور کہاں ہو
بیٹا! کدھر ہو تم! مجھے آواز دو۔ مجھے زور زور سے ابو کہہ کر پکارو
میں تمہاری آواز کو ترس جاؤں گا۔ میرا دم گھٹ جائے گا۔

اس نے تکیے پر [illegible] سر ٹیخ دیا
مجھے آواز دو بیٹا۔ مجھے ابو کہہ کر پکارو میں مر جاؤں گا
نہ تم رہیے نہ بدر رہی۔
آہ بدر! تم نے بھی میرے ساتھ دھوکا کیا ——— میں ———
میں نے تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہا
مگر تم نے میرے ساتھ بھی فریب کیا۔ تمہاری خاطر ———
صرف تمہاری خاطر میں نے سحر کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ میں اس سے
محبت کرتا تھا
مگر میں نے اسے بھلا دیا اور تمہیں سہارا دیا
اس کا پیار اس کی محبت میں نے ہمیشہ کے لئے دفن کر دیئے
اور تمہارے سلوک اور پیار سے متاثر ہو کر میں بھی تم سے بے پناہ
محبت کرنے لگا ——— پھر تم نے مجھے کیا دیا
دائمی جدائی اور [illegible] جلن۔
اختلاج قلب اور جگر میں جلتی ہوئی آگ
بتاؤ بدر! بتاؤ کیا دیا تم نے مجھے ——— میں
میں نے تمہیں سہارا دیا۔
شوہر کا پیار اور محبت دی
تمہارے لئے گھر بھر ہر چیز مہیا کی

تمہارے بیٹے کو جو کسی اور کا تھا اپنا بیٹا بنا لیا
اس سے بڑی قربانی کیا ہو سکتی تھی

بدر اس کے آگے کچھ نہ سن سکی اور روتے روتے وہ نڈھال ہی ہو گئی اور غش کھا کر فرش پر دھڑام سے گر گئی۔ ایاز چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے پلنگ کے دائیں جانب بدر بیہوش پڑی تھی اس کے سر سے ٹوپی اتر گئی تھی اور خوبصورت بال اس کے کندھوں پر بکھر گئے تھے۔ ایاز نے رضائی ہٹائی اور بستر سے باہر نکلا اس کے بائیں شانے، بائیں بازو اور دائیں ٹانگ پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں جو خون سے کچھ کچھ بھیگی ہوئی تھیں

پلنگ سے اتر کر اس نے پاؤں پر بوجھ ڈالتے ہوئے یہ اندازہ لگایا کہ وہ چل بھی سکتا ہے یا نہیں پھر وہ لنگڑاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا اور اسے بند کر کے اندر سے کنڈی لگا کر واپس مڑا بدر کے پاس اس نے بیٹھنے کی کوشش کی مگر بیٹھ نہ سکا آخر وہ نیچے جھکا اور بدر کا بازو پکڑ کر اس نے اسے اوپر اٹھایا اور اس کی ٹوپی اٹھا لی۔ سہارا دے کر وہ اسے پلنگ کے پاس لایا مگر اس کا بدن بری طرح کانپ رہا تھا، سانس تیز ہو گئی تھی آنکھوں کے آگے تارے ناچ رہے تھے خون نکل جانے سے کمزوری جو ہو گئی ہوئی تھی

وہ گرتے گرتے بچا اور پلنگ پر لیٹتے ہوئے اس نے بدر کو پلنگ

پر بٹھا کر اس کا سر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں
پھیرتے ہوئے اس نے بدر کو پکارا

بدر! اے بدر!

اس نے تین چار بار جھنجوڑ کر بدر کو پکارا مگر اس نے کوئی
جواب نہ دیا۔ ایاز پریشان ہو گیا گھبرا کر اس نے اس کے دل پر ہاتھ
رکھ دیا وہ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ ایاز نے اس کے دونوں ہونٹ
ہٹا کر دیکھے اس کے دانت آپس میں جکڑ گئے تھے ایاز نے اس کا ناک
زور سے دبا کر سانس بند کر دیا بدر نے ایک جھرجھری لی اور آنکھیں
کھول دیں۔ کچھ دیر تک ٹکر ٹکر وہ ایاز کو دیکھتی رہی پھر رو پڑی اور
اس کی چھاتی سے لپٹتے ہوئے وہ چلا اٹھی

میرا بیٹا کہاں ہے؟

بتائیے میرا کنور کہاں ہے؟

میں نے اسے آپ کو سونپا تھا

اسے میں نے آپ کے حوالے کیا تھا

بدر نے اسے جھنجھوڑ دیا

بتائیے نا

کہاں ہے میرا بیٹا۔ کدھر ہے میرا بچہ

بدر نے روتے ہوئے ایاز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اس نے

دیکھا ایاز بھی رو رہا تھا اس بار اس نے بڑے پیار اور لاڈ سے کہا
بتائیے نا جان! کہاں گیا میرا کنور!

ایاز اچانک پھٹ پڑا اور آنسو بہاتے ہوئے کہا

میں ———— میں کنور کا قاتل ہوں

میں تمہارا مجرم ہوں

میں تمہارا گنہگار ہوں

میرا گلا گھونٹ دو مجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں

میرے سینے میں سیسے کی بے شمار گرم گولیاں اتار دو تاکہ میری لاش
بھی نہ پہنچائی جا سکے مجھے مار دو اتنا مارو کہ میری ہڈیاں تک ٹوٹ جائیں

بدر پوری قوت کے ساتھ اس سے لپٹ گئی

نہیں نہیں آپ میرے شوہر ہیں

میری جان اور میری منزل ہیں

میری آرزو اور میری امید ہیں

ایاز نے آنسو پونچھے

تمہارے بیٹے کا قاتل بھی ہوں

بدر نے بھی اپنے آنسو پونچھ لیے

اس کی عمر ہی اتنی تھی۔ آپ کا کیا دوش۔ تقدیر نے ہمارے ساتھ بڑا ہی
مذاق کیا ہے جان! کہاں سے اٹھا کہاں پھینک دیا ہے ہمیں۔

بسا بسایا گھر برباد ہو گیا۔

بچہ مر گیا

آپ زخمی ہو گئے

اور ——— اور میں در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو گئی۔ بدر
نے اپنے ہاتھ سے ایاز کے آنسو پونچھے اور اپنا گال اس کے گال
پر رکھتے ہوئے اس نے پیار سے پوچھا

کدھر کدھر چوٹیں آئی ہیں جان!

بڑی ہی مایوسی سے ایاز نے جواب دیا

بچ گیا ہوں مر جاتا تو اچھا تھا

بدر نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا

یوں نہ کہو جان! میں مر جاؤں گی۔

بدر نے رضائی ہٹا کر اس کے سارے زخم دیکھے، اس کے چہرے
پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ ایاز کو تھوڑی دیر تک وہ گھورتی رہی
پھر کھڑی ہو گئی

میں آپ کے لیے کھانا لے آؤں

کھانا آ گیا ہے

کہاں ہے۔

وہ ادھر ایک کونے پر ایاز نے میز کی طرف اشارہ کیا، ظہیر دے گیا ہے

ایک تھرماس میں کھانا اور دوسرے میں چائے ہے، تم سحر کے پاس
گئیں تھیں تو بعد میں آ کر وہ دے گیا تھا

تو میں پھر اپنا بستر ہی لے آؤں

ایاز نے اپنے پلنگ کے نیچے اشارہ کیا۔

یہ کیا ہے؟

بدر نے دیکھا بستر بند میں بندھا ہوا بستر وہاں پڑا تھا۔ یہ کون دے گیا

ظہیر ہی لایا ہے تمہارے لیے

بدر میز اٹھا کر پلنگ کے پاس لائی سارے ڈبے نکال کر کھانا
لگایا پھر وہ ایاز کے پلنگ پر آئی اور اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے
خود اس کے پیچھے بیٹھ گئی اور اسے کھانا کھلانے لگی

لقمہ جب اس نے ایاز کے منہ میں ڈالا تو اس نے بدر کا ہاتھ پکڑ لیا

تم بھی تو کھاؤ نا۔

میں بعد میں کھاؤں گی جان!

اوں ہوں، پھر میں بھی نہیں کھاتا تم میرے سامنے آ کر بیٹھو اور کھانا
کھاؤ۔

بدر نے اپنا بازو اس کی چھاتی کے گرد سختی سے لپیٹ دیا

اچھا جان میں بھی کھاتی ہوں

وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے خود بھی کھانا کھایا اور ایاز کو بھی کھلایا اس

کے بعد دونوں نے چائے پی

بدر نے ایاز کو اسی طرح لٹا دیا پہلے اٹھ کر سارے برتن سمیٹے
پھر دوبارہ وہ پلنگ پر آکر بیٹھ گئی اور بڑے پیار سے پوچھا

کسی چیز پہ دل کرتا ہے جان!

کیا لاؤ گی

جو بھی آپ کہیں گے

پیسے ہیں تمہارے پاس

بالکل ہیں

دکھاؤ

بدر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر روپے اسے دکھا دیئے۔ ۳۰۰ روپے
سے زیادہ ہیں

کہاں سے لئے تم نے

وہ جو آپ دیتے رہے ہیں

تو تم خرچ نہیں کرتی رہی ہو

اوں، ہوں

کنجوس

کیا کھائیں گے پھر بتائیے نا

کچھ بھی نہیں، چپ کر کے یہیں بیٹھی رہو اور یہ رضائی اوپر لو سردی ہے

بدر نے تھوڑی سی رضائی اوپر سے لی ایاز نے اس کے دونوں پاؤں
پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیئے۔

ٹھیک طرح رضائی لو نا پھر

بدر نے خدشہ ظاہر کیا

ہوا لگے گی آپ کو

نہیں لگتی

بدر اور زیادہ رضائی میں گھس گئی ایاز نے پھر اس کے دونوں
پاؤں اپنے ہاتھ میں لے لئے وہی بھرے بھرے، گداز، چکنے اور ملائم
پاؤں تھے۔ وہ انہیں سہلانے لگا

دیکھو تو تمہارے پاؤں کتنے ٹھنڈے ہیں

بدر ایاز کو آہستہ آہستہ دبانے لگی۔

ٹھیک ہو جائیں گے

سحر کیا کہتی تھی

کچھ بھی نہیں

کچھ تو کہتی ہو گی آخر تم اتنی دیر اس کے پاس بیٹھی رہی ہو

بس ادھر ادھر کی ہی کرتی رہی ہے

میرا بھی ذکر آیا ہو گا

ضرور آیا تھا

کیا ؟
کہتی تھی میں ایاز سے محبت کرتی ہوں
کرتی ہو گی
اور آپ
محبت تو میں بھی کرتا ہوں مگر کسی اور سے
بدر نے نشیلی سی آنکھوں سے پوچھا
کس سے
بدر سے
بدر اسے گہری اور میٹھی نگاہوں سے دیکھنے لگی
کیوں یقین نہیں آتا ؟
بدر نے اپنا سر ایاز کی چھاتی پر رکھ دیا
یقین کیوں نہیں ہے جان ! آپ ہی تو میرا سب کچھ ہیں
ایاز کی چھاتی پر سر رکھے ہی رکھے بدر اس کے بالوں میں اپنی
نرم و ملائم انگلیاں پھیرنے لگی اور ان کے سحر انگیز اثر سے اسے نیند
آگئی اور وہ سو گیا
صبح ابھی اندھیرا ہی تھا کہ ایاز کی آنکھ کھل گئی اس نے دیکھا
کہ بدر اس کے پلنگ کے بالکل ساتھ ہی فرش پر بستر لگا کر لیٹی ہوئی
تھی اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ چھت کی طرف دیکھ رہی تھی

ایاز نے اسے پکارا
بدر !
وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی
ہاں جان !
یہ کیوں لیٹی ہوئی ہو
کوئی بات نہیں
ایاز نے اپنا ہاتھ لیٹے لیٹے آگے بڑھا دیا
اٹھو پلنگ پر آؤ
بدر نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایاز کا ہاتھ تھام لیا اور سہلانے لگی
نہیں ٹھیک ہوں جان
تم اٹھو نا
بدر اٹھ کر پلنگ پر آ گئی
ایاز اٹھ کر بیٹھ گیا
میں اب بیٹھتا ہوں تم لیٹو
بدر نے زبردستی اسے لٹا دیا
مجھے اب نیند نہیں آئے گی جان
نیند کیوں نہیں آئے گی دیکھو کیسی بوجھل ہو رہی ہیں تمہاری آنکھیں
دل کو سوں لوں گی تو ٹھیک ہو جائیں گی ۔

میں تو کہتا ہوں سو جاؤ

نہیں جان ضد نہ کرو

ایاز کو اچانک کوئی خیال آگیا اور اپنے سامنے لٹکتے ہوئے اس نے اپنے کوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

بدر! ذرا اٹھ کر میرے اس کوٹ میں دیکھنا پیسے ہیں

بدر اٹھی کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ڈھیر سارے نوٹ باہر نکال کر ایاز کو دکھائے یہ ہیں نا جان،

اپنے پاس رکھ لو

بدر نے نوٹ اپنی جیب میں ڈال لیئے دوبارہ وہ ایاز کے پاس آ کر بیٹھ گئی اپنا جسم رضائی سے خوب اچھی طرح ڈھانپ لیا اور آہستہ آہستہ ایاز کا بدن دبانے لگی۔

ایاز ہسپتال سے فارغ ہو کر جا چکا تھا۔ بدر پھر اسی طرح ٹیکسیاں ...رنے لگی۔ وہ ہر روز بڑی بیتابی سے اس کا انتظار کرتی مگر وہ ...تین چار روز سے سٹینڈ پر آ ہی نہ رہا تھا۔ وہ بڑی کوفت محسوس ...ہی تھی۔ ایاز کے بغیر سٹینڈ پر اس کا اب دل نہ لگ رہا تھا۔ ...کے دل پر ایک ناقابل برداشت بوجھ سا سوار تھا جس نے اسے ...پیز سے بیگانہ کر دیا تھا

آج بھی وہ درخت کے نیچے اداس اور مغموم بیٹھی ہوئی تھی۔ ناظم اور ...ٹیکسیاں صاف کر رہے تھے مگر وہ اپنے ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی ...کی گڑگڑاہٹ سن کر چونکی اور سامنے دیکھنے لگی۔ ایاز کی گاڑی ...اور وہ پارک کر رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بھاگی اور گاڑی کے دروازے

کے پاس کھڑے ہو کر اس نے پوچھا

میں اندر آجاؤں؟

ایاز مسکرا دیا

تمہیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

بدر دروازہ کھول کر اندر ہو بیٹھی ایاز نے اس کے پاؤں کے پاس پڑا کھانے کا خالی تھرماس اٹھا کر پچھلی سیٹ پر رکھ دیا اور پیار سے اس نے کہا

ادھر کونے میں کیوں بیٹھ گئی ہو نزدیک ہو کر بیٹھو نا

بدر پھول کی طرح کھل گئی اور اس کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ گئی اور ذرا منت کے انداز میں کہا

میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں گھر سے کیوں چلی گئی تھی میرے دل پر یہ ایک ناقابلِ برداشت بوجھ ہے۔ آپ سنیں گے نا؟

ایاز نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے

آج میں تمہاری ہر بات سنوں گا

بدر کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ کھیل گئی ایاز نے گاڑی کے پردے جلدی جلدی کھینچے اور پھر بدر کی طرف متوجہ ہوا

اب کہو؟

میری زبان پر آپ کو اعتبار آجائے گا۔

ں نہیں آئے گا

جان جس روز میں گھر سے گئی تھی اس سے ایک روز قبل رضوان ہارے ہاں آیا تھا اس کو خبر نہیں کیسے ہمارے گھر کا پتہ چل گیا ھا اس نے مجھ پر زور دیا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں نے انکار کر دیا س نے مجھے دھمکی دی کہ اگر تم میرے ساتھ نہ گئی تو میں تمہارے وہر کو قتل کر دوں گا اس کے اس ارادے پر میں بوکھلا گئی تاہم میں ے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا وہ جاتے جاتے مجھے دھمکی دے کر آج میں تمہارے شوہر کی گاڑی کے ٹائر پر گولی مار کر اسے پھاڑ ں گا تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ میں تمہارے شوہر پر بھی حملہ کر سکتا ہوں

جان! اس روز واقعی آپ کی گاڑی کا ٹائر اس نے گولی مار کر اڑ دیا تھا۔ میں اس روز سخت پریشان تھی میں یہ سارا واقعہ آپ بتانا چاہتی تھی مگر وہ مجھے دھمکی دے گیا ہوا تھا کہ اس واقعہ کی طلاع تم نے اپنے شوہر کو دی تو پھر بھی ہم اسے قتل کر دیں گے لہٰذا ں خاموش رہی۔

دوسرے روز وہ پھر آیا اور دھمکی دی کہ اگر تم آج میرے ساتھ ہ گئی تو میں تمہارے شوہر کو قتل کر دوں گا، تو جان میں صرف آپ ی سلامتی کی خاطر صرف آپ کو زندہ اور خوش دیکھنے کے لئے اس کے ساتھ چلی گئی۔

وہاں میری عزت بالکل محفوظ تھی اس نے مجھے گلبرگ میں ایک ایکسٹرا اسپلائر جمیل کے ہاں رکھا اور ایک فلم کے لئے میرا معاہدہ بھی کرا دیا اور میری باقاعدہ ریہرسل شروع ہو گئی میں اب ان فلموں کی شوقین نہ تھی صرف آپ کو زندہ دیکھنے کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کر رہی تھی۔

پھر ایک روز جمیل نے میری عزت لوٹنا چاہی وہ شراب پئے ہوئے تھا میں نے اسے مارا اور بڑی مشکل سے اپنی عصمت بچائی اس رات رضوان نے مجھے بہت مارا کہ تم نے جمیل کی خواہش کا احترام کیوں نہیں کیا۔ وہ رات میں نے بڑی کرب میں گزاری اور صبح سویرے ہی بھاگ کر آپ کے پاس آ گئی۔

بدر خاموش ہو گئی اور آنسو پونچھنے لگی

ایاز نے غصے میں کہا

تمہیں یہ سب کچھ مجھے ضرور بتانا چاہیئے تھا

بس غلطی ہو گئی جان!

ایاز نے گاڑی سٹارٹ کر دی

چلو مجھے بتاؤ کہاں رہتے ہیں وہ بدمعاش۔ میں ان سے بات کرتا ہوں کہ کس طرح دوسروں کی عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے

بدر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیئے

نہیں جان! ہمیں کوئی ضرورت نہیں جھگڑا کرنے کی

نہیں بدر میں آج ان سے ضرور بات کروں گا

بدر نے اس کی ٹھوڑی پکڑ لی

میری خاطر صبر سے کام لیں جان! ان کا کیا جائے گا۔ بدنام ہم ہوں گے۔ اور پھر جان یہ بھی تو سوچو نا کہ اگر ان سے جھگڑا ہوا تو آپ پولیس کے چکر میں پھنس جائیں گے پھر میں کس کے سہارے جیوں گی جو ہوا سو ہوا۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ شادی کے بعد میرا دامن گناہ سے صاف ہے مجھے آپ سے محبت ہے اور میں آپ کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔

ایاز نے بدر کو اپنی گود میں کھینچ لیا اور پھر اس نے اس کے ہونٹ، گال، آنکھیں، گردن اور پیشانی بری طرح چوم لئے اس نے بدر کو اپنے ساتھ لپٹا لیا

تم میری جان

میری روح

اور میری زندگی ہو بدر!

بدر اس کی گردن کے گرد بازو ڈال کر پوری قوت کے ساتھ اس سے لپٹ گئی

آپ بھی تو میری جان اور میری روح ہیں۔

ایاز اس کی پیٹھ سہلانے لگا
تم یہ واقعہ آج سناتی یا نہ سناتی پھر بھی میں تم سے راضی ہو گیا ہوا
تھا اور میں نے اکٹھے رہنے کا حل بھی ڈھونڈھ لیا ہے
وہ کیا؟
تمہیں پتہ ہے نا محلے والے ہمیں اپنے گھر میں رہنے نہ دیں گے میں نے
ظہیر سے کہہ دیا ہے کہ وہ ہمارے لئے کوئی مکان تلاش کرے ہم اپنا
گھر کرائے پر چڑھا دیں گے اور دونوں نئے مکان میں رہ لیں گے ٹھیک
ہے نا ہے تو ٹھیک جان! پر کب تک ملیگا مکان
جلدی ہی مل جائے گا
پر میں اب آپ کے بغیر یہ دن کیسے گزاروں گی
اس کا بھی ایک حل ہے
کیا؟
دن کے وقت ہم اکٹھے گاڑی چلایا کریں گے رات نو بجے گھر لوٹا کریں گے
تم اسی ڈانگری میں گھر جانا وہاں جا کر کپڑے بدل لینا اور صبح پھر
ڈانگری پہن کر میرے ساتھ چلی آیا کرنا جب تک مکان نہیں ملتا
اسی طرح ہم اکٹھے رہ لیں گے۔ کیا خیال ہے۔
بدر پھر ایاز سے لپٹ گئی
بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اسے کچھ خیال آگیا اور علیحدہ ہوتے ہوئے پوچھا

جان! پر آپ تین چار روز کہاں رہے میں نے اتنی مشکل سے
کاٹے ہیں یہ دن ہر روز اس درخت کے نیچے بیٹھ کر آپ کا انتظار
کیا کرتی تھی اور شام کو مایوس لوٹ جاتی تھی۔
مجھے ظہیر اپنے گھر لے گیا تھا اور اتنے دن گاڑی نہ چلانے دی رہیں
آج کھانے کا تھرماس لے آیا ہوں دوپہر کا کھانا لے کر دونوں اکٹھے کھائیں
گے۔ شام کا کھانا گھر لے جائیں گے اور سکون سے بیٹھ کر اکٹھے کھائیں
گے۔

بدر نے اس کے شانے پر سر رکھ دیا
بس اب مجھے کچھ نہیں چاہیئے جان! میں سمجھتی ہوں زندگی میں
ایک نئی بہار آ گئی ہے۔
اچھا اب پردے سمیٹو تاکہ کوئی سواری آئے
بدر نے پردے سمیٹ دیئے اور دونوں باہر دیکھنے لگے سامنے سڑک
کے کنارے ایک ہی مرد اور ایک عورت کھڑے تھے شاید دونوں میاں
بیوی تھے کافی لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تھے اور ان کی نیلی نیلی
پتلونوں پر عجیب وضع کی شرٹ کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ پھر
شوکت ان دونوں کو لے کر ایاز کے پاس آیا اور ان دونوں کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
ایاز دیکھنا یہ کیا کہتے ہیں۔ انگریزی بولتے ہیں ہمارے پلے تو کچھ

پڑتا ہیں شاید یہ کہیں جانا چاہتے ہیں، ایاز نے بڑی روانی اور منجھے ہوئے تلفظ میں پوچھا ۔

WHAT IS THE MATTER کیا بات ہے ؟

ہپی مرد نے جواب دیا

WE WANT TO VISIT HISTORICAL PLACES OF LAHORE IF WE ENGAGE YOUR TAXI FOR THE WHOLE DAY, WHAT WILL BE YOUR CHARGES.

ہم لاہور شہر کے تاریخی مقامات دیکھنا چاہتے ہیں، تم پورے دن کا ٹیکسی کا کیا کرایہ لوگے۔

ONE HUNDRED ایک سو روپیہ

وہ دونوں پیچھے بیٹھ گئے

ایاز نے گاڑی چلا دی اور پھر پوچھا

WHERE WOULD YOU LIKE TO GO FIRST

پہلے کدھر جاؤ گے

FIRST COUNT HISTORCIAL PLACES

پہلے بتاؤ کون کون سے تاریخی مقامات ہیں

THERE ARE, SHALIMAR GARDEN, SHAHI MOSQUE, TOMB OF KING JAHANGIR, QUEEN NOOR JAHAN, KING QATAB UDDIN ABIK, SHAHI FORT, TOMB OF AYAZ IQBAL AND SO MANY OTHER PLACE OF HISTORICAL IMPORTANCE

شالیمار باغ ہے، شاہی مسجد، شہنشاہ جہانگیر، ملکہ نور جہاں قطب الدین ایبک کے مزار، شاہی قلعہ ایاز اور اقبال کا مزار ہیں ۔

FIRST SHALIMAR GARDEN پہلے شالیمار باغ چلو

گاڑی جب گرانڈ ٹرنک روڈ پر جا رہی تھی تو اس ہپی لڑکی نے بدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا

VERY VERY HANSOM CHAP

بڑا ہی خوبصورت لڑکا ہے

ہپی مرد نے ایاز سے پوچھا

کیا یہ تمہارا کلینر ہے ؟

IS HE YOUR CLEANER ?

ایاز مسکرا کر بدر کی طرف دیکھنے لگا، بدر خود ہی انگریزی میں بول پڑی

ہاں میں اس کا کلینر ہوں

YES I am HIS CLEANER.

یہ روزانہ تمہیں کیا دیتا ہے

WHAT HE GIVE YOU DAILY

بدر مسکرا دی

کچھ بھی نہیں — NOTHING

کیوں ؟ اس کے لہجے میں حیرت تھی — WHY

میں اس کی بیوی ہوں — I AM HIS WIFE

وہ حیران ہو گیا

تم لڑکی اور اس کی بیوی ہو

ARE YOU GIRL AND HIS WIFE

بدر نے سر سے ٹوپی اتار دی اور اس کے بال بکھر گئے

بالکل — YES OF COURSE

تمہاری تعلیم کیا ہے

WHAT IS YOUR QUALIFICATION

میں نے ایم بی بی ایس کے آخری سال میں کالج چھوڑ دیا تھا

I LEFT COLLEGE IN THE LAST YEAR OF MBBS

تعجب ہے۔ — WONDERFUL

تمہارے شوہر کی تعلیم

YOUR HUSBANDS QUALIFICATION

ایم اے انگلش — M.A ENGLISH

ہپی لڑکی نے کندھے اچکا کر کہا

کمال ہے — EXCELLENCE

ہپی مرد نے بھی حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں کہا

YOU ARE THE WORLD'S MOST BEAUTIFUL AND LUCKY CONSORT

تم دنیا کا حسین ترین اور خوش قسمت جوڑا ہو

بدر کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز مسکرا دیا

شکریہ — THANKS

شالیمار باغ آگیا تھا وہ دونوں اندر چلے گئے ایاز اور بدر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے لگے۔ شالیمار باغ کے بعد وہ انہیں جہانگیر کے مقبرہ پھر نور جہاں کے مقبرے اور بعد میں وہ شاہی مسجد آئے

ایاز نے قلعے اور مسجد کے درمیان گاڑی روک دی اور ان دونوں سے کہا۔

THIS IS SHAHI MOSQUE, LEFT SIDE TO
THE GATE - THERE IS TOMB OF IQBAL
THE FAMOUS POET OF THE EAST AND
THERE ON THE LEFT SIDE IS
SHAHI FORT - YOU ENJOY HERE FULLY, WE
BOTH ARE GOING TO ARRANGE OUR MEAL,
WE WILL BE BACK AFTER ONE HOUR.

یہ شاہی مسجد ہے گیٹ کے بائیں جانب شاعرِ مشرق علامہ اقبال
کا مزار ہے اور بائیں ہاتھ شاہی قلعہ ہے تم جی بھر کر ان کی سیر
کرو ہم دونوں ذرا اپنے کھانے کا بندوبست کرنے جا رہے ہیں
ایک گھنٹے تک واپس آ جائیں گے

ایاز نے وہاں سے ٹیکسی نکالی اور ایک اونچے درجے کے ہوٹل
کے سامنے لا کھڑی کی پچھلی سیٹ سے اس نے کھانے کا تھرماس اٹھایا
اور بدر سے پوچھا

کیا لاؤں جان!

بدر نے اپنے سر پہ ٹوپی رکھ لی

جو مرضی ہے لے آئیں

پھر بھی تمہارا کاہے پہ جی چاہتا ہے

جان! آپ کی پسند میری پسند ہے

ساتھ چٹنی اچار بھی ہو؟

بدر تھوک نگلنے لگی

ایاز نے اس کے ہونٹوں پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا

تمہارے منہ میں تو پانی آ گیا

بدر ہنس دی

اچھا لے آیئے جو آپ کا جی چاہتا ہے

کھانے کا تھرماس لے کر ایاز ہوٹل میں گیا۔ دو فل پلیٹیں مرغی
کی لیں ایک ڈبے میں دہی اور دوسرے ڈبے میں چٹنی ڈالوائی، روٹیاں
اس نے رومال میں باندھ لیں گاڑی کے پاس جب وہ آیا تو بدر نے
دروازہ کھول کر اس سے ساری چیزیں لے لیں۔ ایاز نے پھر بدر
سے پوچھا

فروٹ بھی لے آؤں

بدر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچا

چھوڑو جان آؤ چلیں

لے آتا ہوں جان!

ایاز نے قریب ہی فروٹ کی ایک دکان سے نارنگیاں خریدیں
اور دوبارہ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے پوچھا

کہاں کھائیں کھانا

بدر نے اس سے فردٹ کا لفافہ لے کر اپنی گود میں رکھ لیا۔
یادگار پاکستان چلتے ہیں۔

ایاز نے گاڑی چلا دی، یادگار کے باہر اس نے گاڑی روکی دونوں نے کھانے کا سارا سامان اٹھایا اور اندر چلے گئے پہلے پانی کے نل پر دونوں نے منہ ہاتھ دھویا پھر گھاس کے پلاٹ پر کھانے کے سارے برتن پھیلائے اور دونوں مل کر کھانے لگے

رات نو بجے ایاز اور بدر دونوں اپنے گھر آئے ایاز نے گاڑی ے اتر کر بیرونی دروازہ بند کرکے اندر سے کنڈی لگا دی، بدر کھانے ا تھرماس اٹھائے اندر چلی گئی اس نے تھرماس میز پر رکھا اور کمرے ا جائزہ لینے لگی کپڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے وہ اٹھا اٹھا ر ایک طرف رکھنے لگی پھر جھاڑو اٹھایا اور کمرہ صاف کرنے لگی، ایاز ندر آیا اور حیرت سے پوچھا یہ تم آتے ہی کیا کرنے لگ گئی ہو، ایاز نے س کا ہاتھ پکڑ لیا چھوڑ دو جان!

بدر دوسرے ہاتھ سے جھاڑو دینے لگی۔

جان کمرے میں گند پڑا ہے ذرا صفائی کر لوں پھر پرسکون ماحول میں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے

ہاں نہالیں آپ جلدی جلدی پھر میں بھی نہاؤں گی۔

ایاز جلدی جلدی نہا کر جب باہر نکلا تو بدر کمرے کی صفائی کر کے کمرے کی ہر چیز کو جھاڑ چکی تھی اور اب وہ ایاز کے بکھرے ہوئے کپڑے درست کر رہی تھی۔ کمرے میں آتے ہوئے اس نے بدر سے کہا۔

چھوڑ اب کام کو نہالو اٹھ کر۔

بدر جب باہر جانے لگی تو ایاز نے پوچھا

کدھر چلی ہو؟

بدر نے مڑ کر دیکھا

نہالوں نا

اپنے دوسرے کپڑے تو نکال لو نا۔ اب اتارو اس ڈانگری کو آج اپنے وہ نئے کپڑے پہنو جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہیں بدر نے اپنا سب سے قیمتی سوٹ نکالا اور غسل خانے میں چلی گئی۔

ایاز نے کپڑے تبدیل کر کے کنگھی کی پہلے ریڈیو آن کیا پھر صوفے پر بیٹھ کر وہ سگریٹ کے کش لگانے لگا

بدر بھی نہا کر کمرے میں آئی اس نے سوٹ نئی چپل پہن رکھے تھے اور بال بڑے خوبصورت اور موہ لینے والے طریقے سے تولیے میں باندھ رکھے تھے ابھی وہ دروازے پر ہی تھی کہ ایاز نے سگریٹ پھینکتے

ے کہا۔

یرے مولا! شکر ہے میرے مالک آج تو گھر میں چاند چڑھ آیا ہے

خوبصورت تو تم پہلے کبھی دکھائی نہ دی تھی جان

پھ کچھ شرما گئی

یٹ

بھی کبھی جھوٹ بولا ہے

ا باتیں نہ بنایئے اٹھیے کھانا کھائیں اٹھ کر

بال تو بنا لو جان!

بدر نے پہلے تولیے سے بال خوب خشک کئے پھر کنگھی کی اور دونوں ر پہ آمنے سامنے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ بڑا پرسکون اور رشک خیز ل تھا

دوسرے روز بدر اندھیرے ہی اندھیرے اٹھی پہلے گھر کے سارے کپڑے دھو کر ایک خالی کمرے میں رسی باندھ کر اس پر لٹکا ے پھر سارے کمروں کو جھاڑ کر فرش پانی سے خوب رگڑ رگڑ کر دھو بعد میں اس نے غسل کیا اور بال تولیے میں باندھ کر کمرے میں آئی رج اب چڑھ آیا تھا اس نے ایاز کا بازو پکڑ کر آہستہ آہستہ

یار

ن! جان!

ایاز نے آنکھیں کھول دیں

اٹھئے نا

ایاز نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا

تم نے اتنی سردی میں نہا بھی لیا پانی گرم کر لیا ہوتا

چولھے میں .تیل ہی نہیں ہے جان اور نہ ہی لکڑی ہے ورنہ آپ کے لئے پانی تو گرم کر دیتی،

ایاز نے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

تم نے کمرہ بھی دھو دیا ہے سردی ہو گئی تو پھر روتی رہو گی

نہیں ہوتی جان اٹھئے نہائیں اٹھ کر پھر چلیں

ایاز اٹھ کر باہر آیا اس نے دیکھا برآمدہ بھی دھلا ہوا تھا آگے بڑھ کر اس نے سارے کمرے دیکھے۔ بیسن کے قریب دھلے ہوئے کپڑے لٹک رہے تھے۔

ایاز دوبارہ کمرے میں آیا

جان تم تو رات ہی رات گھر میں انقلاب لے آئی ہو اتنی سردی میں تم نے سارا گھر دھو ڈالا ہے۔

خدا نہ کرے سردی ہو جاتی تو پھر

آپ میری اس قدر فکر نہ کیا کریں میں اتنی نازک نہیں۔ صاف ستھرا گھر ہی اچھا لگتا ہے جب گھر میرا ہے تو مجھے ہی یہ سب کام کرنا ہوں گے

ہمان سے اتر کر تو یہ سارے کام کوئی کر کے دے گا نہیں

از غسل خانے کی طرف بڑھ گیا

یک ہے جناب جیسے آپ کی مرضی

را ٹھہرنا جان

یاز رک گیا

بدر نے بکس سے اسے نیا تولیہ نکال کر دیا اور وہ نہانے لگ گیا

از جب نہا کر نکلا تو بدر کپڑے اتار کر ڈانگری پہن چکی تھی اور شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے سر پہ ٹوپی جما رہی تھی

ایاز نے بھی جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ اتنے میں بدر سارے روں کو تالے لگانے لگی تھی اور ایاز گاڑی میں بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا تھا سارے کمرے بند کرنے کے بعد بدر بھی اس کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی اور اس کے منہ سے سگریٹ نکال کر باہر پھینک دیا

بح سویرے ہی نہ کچھ کھایا نہ پیا اور سگریٹ پینے لگ گئے ہیں اب چھوڑیں ان کو۔

ایاز نے گاڑی چلا دی

اچھا جناب چھوڑ دوں گا

سٹینڈ پہ آکر ایاز نے گاڑی کھڑی کر دی اور بدر سے کہا "ناشتہ کریں جان

بدر دروازہ کھول کر باہر نکل آئی

چلیئے

یہی منگوالیں یا ______

کیا ضرورت ہے وہیں ہوٹل میں جا کر کھا لیتے ہیں

دونوں ہوٹل میں آئے، بدر نے خود کھانے کا آرڈر دیا، دونوں نے مل کر ناشتہ کیا اور ابھی وہ چائے پی رہے تھے کہ ہوٹل میں رضوان جمیل اور اس کا ملازم داخل ہوئے، بدر انہیں دیکھتے ہی کانپ اٹھی اور اپنا چہرہ چھپانے لگی مگر وہ تینوں اسے دیکھ چکے تھے اور پہچان چکے تھے

ایاز نے ابھی تک انہیں نہ دیکھا تھا کیونکہ اس کی ان کی طرف بیٹھ تھی، جمیل نے رضوان سے کہا

وہ بیٹھی ہے دیکھو! اس نے ٹھیک ہی بتایا تھا کہ وہ ٹیکسی سٹینڈ پر کام کرتی ہے دیکھو نو سالی تے سیاہ ڈانگری پہن رکھی ہے اور کیسی خوبصورت لگ رہی ہے۔

رضوان نے چور نگاہوں سے بدر کو دیکھتے ہوئے کہا

اس کا شوہر بھی اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے

اس سے کیا ہوتا ہے اسے بھی آج ٹھیک کر لیتے ہیں۔

ہوٹل میں صرف ایاز اور بدر ہی بیٹھے ہوئے تھے سٹینڈ پر ان کی ٹیکسی

کے علاوہ ایک اور ٹیکسی بھی کھڑی تھی، ناظم اور منو بھی ابھی تک نہ آئے تھے

وہ تینوں ایاز اور بدر کے ساتھ والے ٹیبل پر بیٹھ گئے بدر کے ہاتھ کانپ رہے تھے اچانک اس کے ہاتھ سے پیالی گر گئی اور فرش سے ٹکرا کر چکنا چور ہو گئی، ایاز نے دیکھا اس کا رنگ پیلا ہو گیا ہوا تھا اور وہ کانپ رہی تھی، ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پیار سے پوچھا،

کیا ہوا جان!

بدر رو دینے والی تھی اچانک ایاز نے جب مڑ کر دیکھا تو اس کی نگاہ رضوان پر پڑ گئی وہ برابر بدر کو گھورے جا رہا تھا ایاز کھڑا ہو گیا اور اس کے قریب آ کر غصے میں پوچھا

کیا بات ہے؟

کوئی جواب دینے کی بجائے وہ تینوں اس پر ٹوٹ پڑے ایاز بھی ڈٹ گیا تھا اور ان پر مکوں کی بارش کر دی، رضوان نے کرسی اٹھا کر ایاز کے دے ماری ایاز نے کافی بچنا چاہا مگر کرسی پھر بھی اس کی ران پر لگ گئی، تاہم وہ ان تینوں کو بری طرح پیٹ رہا تھا، بدر اسی دوران باہر کھسک گئی تھی۔

ہوٹل والا بھی اٹھ گیا اور ایاز کی طرف سے لڑنے لگا، ایاز کا

پلہ کافی بھاری تھا اس کا ایک ایک مکا ہتھوڑا بن کر برس رہا تھا۔ اتنے میں شوکت آگیا وہ بھی گاڑی باہر کھڑی کر کے بھاگتا ہوا ہوٹل میں آیا پہلے باہر ہی کھڑے ہو کر لڑائی کا جائزہ لیا پھر وہ بھی آگے بڑھا اور جمیل پر گھونسوں کی بوچھاڑ کر دی۔

لڑائی ابھی زوروں پر تھی کہ ناظم اور منو آگئے اور وہ بھی ایاز کی طرف سے لڑنے لگے ان تینوں کو انہوں نے مار مار کر بدحال کر دیا تھا اتنے میں ہوٹل کے باہر ایک پولیس انسپکٹر اور دو سپاہی آ کھڑے ہوئے۔ انسپکٹر نے بڑی کھردری آواز میں پوچھا

یہ ٹیکسی کس کی ہے

ایاز کپڑے درست کرتا ہوا باہر آگیا۔

میری ہے جناب

چلو ہمیں کچہری چھوڑ کر آؤ

ایاز کچھ سوچنے لگ گیا اس نے ادھر ادھر دیکھا بدر کہیں دکھائی نہ دے رہی تھی وہ کچھ پریشان ہو گیا۔

سوچتے کیا ہو جلدی کرو وہ ٹیکسی کی طرف بڑھ گئے

ایاز نے پیچھے مڑ کر شوکت کو آہستہ سی آواز میں کہا

انہیں یہیں روک کر رکھنا شوکت! جانے نہ دینا میں واپس آ کر ان سے بات کرتا ہوں یہ بدمعاش اور لٹیرے ہیں بھاگنے کی کوشش کریں

تو ہڈیاں توڑ دو ان کی، میں پولیس والوں کو اتار کر ابھی آتا ہوں۔ ایاز گاڑی لے کر چلا گیا۔

وہ تینوں ہوٹل کے فرش پر پڑے بری طرح ہانپ رہے تھے، شوکت نے بڑے سخت لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا

تم نے ایاز سے کیوں جھگڑا کیا؟

رضوان نے اپنی سانس پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا

اس نے ہماری ایک لڑکی زبردستی اپنے پاس رکھی ہوئی ہے ہم فلموں کے ایکسٹرا سپلائرز ہیں وہ لڑکی پہلے ہمارے پاس تھی ایک فلم میں اس کا معاہدہ بھی ہو چکا تھا اور وہ کچھ پوز بھی دے چکی تھی۔ اب اس نے اسے خواہ مخواہ ہی اپنے پاس رکھا ہوا ہے آج ہم تینوں جب اسے لینے یہاں آئے تو وہ ہم سے الجھ گیا اور جھگڑا ہو گیا۔

شوکت نے پریشانی سے پوچھا

کون سی لڑکی؟

وہی جس کا نام بدر ہے

شوکت چونک پڑا

تو کیا بدر لڑکی ہے؟

ناظم اور منو بھی چونک گئے اور بیک آواز پوچھا

بدر لڑکی ہے؟

شوکت اٹھ کر باہر آیا

وہ ہے کدھر؟ اس نے ادھر ادھر دیکھا پر بدر کہیں بھی اسے دکھائی نہ دی، وہ دوبارہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور زہر آلود لہجے میں کہا۔

پہلے ایاز کو آنے دو، پھر ساری بات کا فیصلہ ہو گا ہو سکتا ہے تم غلط ہی کہہ رہے ہو، اگر تم لوگوں کی زیادتی ہوئی [illegible] تو یاد رکھنا کتے کی موت ماروں گا تم سب کو

رضوان نے جواب دینا چاہا ہی تھا کہ بدر اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور چہرے کا رنگ غصے میں سرخ تھا اس نے بڑے سخت لہجے میں شوکت، ناظم، منو اور ہوٹل کے مالک سے باہر نکل جانے کو کہا اور وہ سب حیران اور پریشان اٹھ کر اس کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے

رضوان، جمیل اور اس کا ملازم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے

بدر چند قدم اور آگے بڑھی اور زور سے چلائی

شیطانو! تم نے مجھ پر ظلم کیا، میں برداشت کر گئی تم لوگ میری تباہی اور بربادی کے ذمہ دار ہو تم لوگوں کی وجہ سے میرے شوہر کو دل کے دورے پڑنے لگے، میں یہ سب کچھ پی گئی، لیکن ——— لیکن آج تم لوگوں نے میرے شوہر پر ہاتھ اٹھایا ہے میری اس ہستی کو مارا ہے

جو میری ساری کائنات اور میری روح کی آخری سانس ہے، آج میں تم سے اپنا اور اپنے شوہر کا انتقام ضرور لوں گی

بدر نے پستول کا ٹریگر دبا دیا لیکن وہ تینوں میزوں کے پیچھے چھپ گئے تھے اور گولی خطا ہو گئی، بدر آگے بڑھ کر ان پر گولی چلانا چاہتی تھی کہ رضوان نے اپنی قمیض کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک خنجر نکالا، ہاتھ میں اسے تولا پھر بدر کی طرف دے مارا، خنجر بدر کے نازک جسم کو چیرتا ہوا اس کے بائیں پہلو میں پسلیوں کے نیچے پیوست ہو گیا، بدر چکرا کر فرش پر گرنے ہی والی تھی کہ شوکت نے اسے سنبھال لیا اور اس کے ہاتھ سے پستول لے کر وہ کسی درندے کی طرح غرایا،

شیطان کتو! اب میں پوری داستان سمجھ گیا ہوں، بدر ایاز کی بیوی ہے اور تم تینوں نے ان دونوں پر مظالم کئے ہیں خدا کی قسم میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ زندگی بھر تم لوگ اپنے جینے کو لعنت سمجھتے رہو گے تینوں کھڑے ہو جاؤ

رضوان، جمیل اور ان کا ملازم کھڑے ہو گئے

کرسیوں پر بیٹھ جاؤ

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے

شوکت نے اب ناظم سے کہا

ناظم! تم اور منو دونوں بدر کو ہسپتال لے جاؤ اور وہاں رپورٹ بھی

لکھا دو کہ کوئی نامعلوم آدمی دور سے ہی اسے خنجر مار کر بھاگ گیا ہے
ان تینوں کا میں کوئی اور ہی بندوبست کروں گا۔

شوکت کی ٹیکسی کے علاوہ سٹینڈ پر ابھی تک کوئی ٹیکسی نہ تھی اس لئے ناظم اور منو تانگے ہی میں بدر کو ہسپتال لے گئے۔ شوکت نے ہوٹل کے مالک کو تین رسیاں لانے کو کہا ہوٹل کا مالک سٹور روم میں گیا اور تین رسیاں لے آیا شوکت نے ان تینوں کے ہاتھ ان کی پشت پر خوب کس کر باندھ دیئے تینوں کو باری باری اٹھا کر وہ باہر لایا اور ٹیکسی سٹینڈ پر ایک سیدھ میں انہیں لٹا کر ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں اور منہ میں وہ کپڑے ٹھونس دیئے جن سے ناظم، منو اور بدر ٹیکسیاں صاف کرتے تھے۔ پھر اس نے اپنی ٹیکسی سٹارٹ کی اور تین چار بار ان کی ٹانگوں کے اوپر سے گزار کر ان کی ٹانگوں کی ہڈیاں چور چور کر کے رکھ دیں

ٹیکسی اس نے پھر پہلی جگہ پر کھڑی کر دی تینوں کی آنکھوں منہ سے کپڑے اور ہاتھوں سے رسیاں علیحدہ کر دیں وہ بری طرح کراہنے لگے تھے۔ شوکت نے غصے میں دانت پیستے ہوئے کہا۔ میں شوکت ایک معمولی ٹیکسی ڈرائیور ہوں میں کون ہوتا ہوں تمہیں سزا دینے والا قدرت نے ہی یہ سزا تمہارے لئے مقرر کر رکھی تھی
تقدیر ہی تمہارے خلاف ایسا فیصلہ دے چکی تھی
خدا نے جب انسانوں کے روح اور بت کھڑے کئے ہوں گے تو تب ہی

یہ سزا وہاں لکھ دی گئی ہو گی۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا قدرت نے میرے ہاتھوں یہ کام کرایا ہے۔
یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے
تمہارے ان بھیانک اور تاریک اعمالوں کا صلہ ہے جن سے تم نے انسانیت کے منہ پر کالک مل دی تھی۔ تم لوگوں نے معصوم، بیکس اور مجبور لڑکیوں کو گناہوں اور بدی کے ہاتھوں بیچا اور آج تقدیر نے اور وقت کے اڑتے ہوئے سنہری دیوتا نے تمہیں بھی بیچ دیا جو سزا تمہیں دی گئی ہے اسے اپنے گناہوں کا صلہ سمجھ کر خاموشی سے برداشت کر جاؤ یاد رکھو تم میں سے کسی نے بھی اگر اس کے خلاف آواز اٹھائی تو میں اسے موت کی گہری نیند سلا دوں گا امید ہے تم تینوں بھی زندگی کو موت پر ترجیح دو گے اور یہ سودا تمہارے لئے مہنگا نہیں ہے۔

شوکت کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ ایاز کی ٹیکسی اس کے پاس آ کر رکی اور ایاز جب باہر نکلا تو شوکت بھاگ کر اس کی طرف بڑھا اور اس کے گھٹنے پکڑ کر پر درد لہجے میں کہا۔ میں نے تمہارے ساتھ زیادتیاں کی ہیں ایاز! خدا کے لئے مجھے معاف کر دو میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی تھی تم ہم جیسے انسانوں سے بلند اور عظیم ہو میں ایک بار بدر کے ساتھ بھی سختی سے پیش آیا تھا مجھ بدبخت کو کیا علم کہ وہ تمہاری بیوی ہے۔ آج سے تم میرے بھائی ہو اور بدر میری بہن ہے۔

ایاز نے اسے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور ان تینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

ان تینوں کو کیا ہوا۔

میں نے ان تینوں کی ٹانگیں اپنی ٹیکسی سے کچل دی ہیں اڈے میں کچھ ٹیکسیاں آجائیں تو انہیں تین مختلف ہسپتالوں میں پہنچا نا ہوں اور وہاں رپورٹ لکھوا دیں گے کہ ایک ایکسیڈنٹ میں ان کی ٹانگیں کچلی گئی ہیں میں نے ان تینوں پر واضح کر دیا ہے کہ اگر کسی نے بھی ہمارے خلاف وہاں زبان کھولی تو جان سے مار دوں گا۔ میں نے انہیں سزا دے کر ثابت کر دیا ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور بے غیرت نہیں ہوتے لوگوں کی مائیں بہنیں ہماری مائیں بہنیں ہیں اور ان کی عزت ہماری عزت ہے اور ہر شہری ہمارا بھائی ہے۔ ہم بدمعاشوں کے ساتھ بدمعاش اور شریفوں کے ساتھ شریف ہیں۔

شوکت نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا

میں کتنا بیوقوف ہوں تمہیں باتوں میں الجھا لیا اس بے غیرت رضوان نے بدر کو چاقو مار کر بری طرح زخمی کر دیا ہے ناظم اور منو اسے ٹانگے میں بٹھا کر ہسپتال لے گئے ہیں۔ تم فوراً اس کے پاس پہنچو ان تینوں کا اب میں بندوبست کر لوں گا۔

ایاز بدحواس ہو گیا فوراً وہ گاڑی میں بیٹھا انجن سٹارٹ کیا

اور پھر اس کی ٹیکسی بڑی تیزی سے ہسپتال کی طرف بھاگ رہی تھی۔

ناظم اور منو بدر کو لے کر ہسپتال کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے کہ ایاز بھی وہاں پہنچ گیا

اگاڑی کھڑی کر کے وہ بھاگتا ہوا سیڑھیاں چڑھا اور بدر کو اپنے ساتھ لپٹا کر اسے سہارا دیا۔ بدر اسے دیکھ کر زبردستی مسکرا دی حالانکہ وہ سخت اذیت اور تکلیف میں مبتلا تھی ایاز نے جب اس کی پھٹی ہوئی ڈانگری ہٹا کر اس کا زخم دیکھا تو وہ بجھ سا گیا پھر اس نے بدر کو چھوڑ دیا تھوڑا سا جھک گیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے دل کو تھام لیا بدر کے دیکھتے ہی دیکھتے ایاز کا بدن کانپا وہ چکرا کر سیڑھیوں پر گر گیا اور لڑھکتا ہوا نیچے چلا گیا۔

بدر اپنے زخم کی پرواہ کئے بغیر ناظم اور منو سے اپنا آپ چھڑا کر ایاز کی طرف بھاگی۔ ایاز کے پاس آکر وہ نڈھال سی ہو گئی وہیں وہ بیٹھ گئی اور اپنے خون آلود ہاتھوں سے ایاز کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے روتی ہوئی آواز میں اسے پکارا

جان!

ایاز بیچارہ کہاں بولتا وہ تو یوں پڑا تھا جیسے ختم ہو چکا ہو بین کرتی آواز میں بدر نے پھر اسے پکارا

جان!

پر کون جواب دیتا

بدر کے برداشت کے بندھ ٹوٹ گئے وہ پھٹ پڑی اور بچاری زور زور سے روتی ہوئی بولی

جان! خدا کے لئے میری طرف دیکھئے۔ مجھ سے بات کیجئے، مجرم میں ہوں، گنہگار میں ہوں آپ کو کن گناہوں کی سزا مل رہی ہے، اٹھئے اور مجھے اتنا ماریئے کہ میری ہڈیاں تڑخ اٹھیں میں نے آپ کو بہت دکھ دیئے ہیں۔

ایاز کی طرف سے کوئی جواب نہ پاکر بدر نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور اس کے گال اپنے گالوں سے لگاتے ہوئے زور زور سے رونے لگی، پھر جانے نہیں اسے کیا ہوا اور وہ غش کھا کر ایاز کے اوپر گر گئی۔ ہسپتال کا سٹاف بھی سیڑھیوں کے پاس آکر جمع ہو گیا تھا۔ ان میں ڈاکٹر تھے، نرسیں اور وارڈ بوائے بھی تھے۔ ان میں سحر بھی تھی وہ ایاز اور بدر کو پہچان چکی تھی اور ایک ستون کا سہارا لئے رو رہی ہے سیڑھیوں پر کھڑے ناظم اور منو اس طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے جیسے ان کے ماں باپ مر گئے ہوں اور وہ بیچارے یتیم ہو گئے ہوں۔

سٹاف کے کچھ آدمی اندر سے اسٹریچر اٹھا لائے اور ایاز اور بدر کو ان پر ڈال کر ... اندر لے گئے۔ خزاں کی پیلی پیلی دھوپ

... ڈھلتی جا رہی تھی، تیز ہوا چل رہی تھی، سامنے سفیدے کے ... رختوں سے پیلے پیلے پتے ٹوٹ کر ہوا میں لہراتے ہوئے زمین پر ... پہلے سے پڑے ہوئے خشک، سوکھے اور مردہ پتوں کے اندر رم ... اڑ رہے تھے

ہوا کے تیز جھونکے درختوں سے ٹکرا ٹکرا کر کچھ اس قسم کی پرسوز آوازیں پیدا کر رہے تھے جیسے گھائل اور مجروح کر دینے والی آواز میں گنگنا رہے ہوں۔ ؎

ہوئے ہم جو لٹ کے رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

بدر کو ہسپتال میں پانچ روز ہو گئے تھے اس کا اپریشن ہوا تھا اور زخم کو ٹانکے لگا دیئے گئے تھے۔ دو دن وہ ڈی آئی لسٹ پر رہی تھی اس کے بعد خطرے سے باہر قرار دے دی گئی موت کی کشمکش سے دور اب وہ اپنے آپ میں جان محسوس کرتی تھی تاہم وہ بے حد لاغر ہو چکی تھی۔ بلیڈ تک جو زیادہ ہو گئی تھی

وہ اپنے بیس نمبر بیڈ پر اداس اور افسردہ افسردہ سی لیٹی ہوئی تھی کہ ایک نرس اسے انجکشن دینے آئی بدر نے اپنا بایاں بازو اس کی طرف بڑھا دیا نرس نے انجکشن دیا اور جب وہ اس کا بازو سہلا رہی تھی بدر نے اس سے پوچھا

نرس! ایاز کیسا ہے۔

انے لاعلمی کا اظہار کیا

ن ایاز !

یا تم اسے نہیں جانتی ہو

ی بالکل نہیں

ر غمگین ہو گئی اور چہرہ پیلا ہو کر رہ گیا

رس نے بڑی ہمدردی سے کہا

رے جواب سے یقیناً آپ کو تکلیف ہوئی ہے حقیقت ہے کہ میں کسی ایاز ے متعلق نہیں جانتی۔ کیا وہ آپ کے کوئی عزیز ہیں اور آپ ان کی ریت معلوم کرنا چاہتی ہیں۔

ر کی آنکھوں میں آنسو تیر گئے تھے۔

یرے شوہر ہیں اور میرے ساتھ اسی ہسپتال میں داخل ہوئے ھے پانچ روز ہو چکے ہیں اور مجھے ان کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا گیا گر یہی حالت رہی تو میں مر جاؤں گی ان کے متعلق کچھ جانے بغیر یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔

رس نے اس کی ہمت بندھائی

یں ان کے متعلق معلوم کر کے آپ کو بتاؤں گی

بدر نے مایوسی سے کہا

یلی دو نرسوں نے بھی یہی وعدہ کیا تھا لیکن کچھ بتانا تو کجا وہ اس

والد ڈیں لوٹ کر ہی نہیں آئیں ۔ وہ دونوں آج کل چھٹی پہ ہیں
سحر کہاں ہے ؟
آپ کی بلیڈنگ بہت زیادہ ہو گئی تھی اگر آپ کو خون نہ دیا جاتا تو آپ کا بچنا محال تھا اور آپ کے لئے خون سحر نے ہی دیا تھا اس نے آپ کو نئی زندگی بخشی ہے ، اسے تین روز آرام کرنے کو کہا گیا تھا آج اس کی نائٹ ڈیوٹی ہے ، ہسپتال والے تو اسے اور چھٹی دیتے تھے لیکن اس نے خود ہی اپنی ڈیوٹی لگالی ہے ،
بدر نے آنکھیں بند کر لیں اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے
نرس بھی وہاں سے ہٹ کر ڈیوٹی روم کی طرف چلی گئی ۔
وہ سو گئی تھی شاید اس انجکشن کا اثر تھا کافی دیر تک وہ سوئی رہی جب جاگی تو شام ہو چکی تھی اور اس کے قریب ہی کرسی پہ سحر بیٹھی ہوئی تھی اس کے چہرے پہ معصومیت اور پاکیزگی تھی ، بدر نے جب آنکھیں کھولیں تو سحر نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر سہلاتے ہوئے پوچھا ۔
کیسی ہو اب ؟
بدر نے روتی ہوئی آواز میں الٹا اس سے پوچھ لیا
ایاز کیسا ہے ؟ مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا ، میں سخت پریشان ہوں
سحر مسکرا دی ۔

زیادہ بیتاب نہ ہو اتنی محبت بھی کیا ہوئی وہ بالکل ٹھیک ہے اور آج ہی اسے ہسپتال سے فارغ کیا گیا ہے
پھر میرے پاس کیوں نہیں آئے وہ ؟
سحر نے سوچتے ہوئے کہا
ہاں اسے آنا تو چاہیئے تھا تھوڑی دیر اور دیکھ لو اگر نہ آیا تو میں خود اس کا پتہ کراؤں گی
بدر نے مشکوک لہجے میں پوچھا
وہ ٹھیک بھی ہیں یا یوں ہی مجھے مطمئن کر رہی ہو ۔
بس تم سے جھوٹ نہیں کہہ رہی اسے دل کا سخت دورہ پڑا تھا جو جان لیوا بھی ہو سکتا تھا ، شاید تمہاری دعاؤں نے کام کیا ہے اور وہ بچ گیا ہے ، ورنہ ڈاکٹر تو اس سے مایوس ہو گئے تھے تم نے خواہ مخواہ ہی اسے دل کا مریض بنا دیا ہے اب خیال رکھنا اس کا
بدر نے بڑے دکھ سے کہا
ہاں یہ سب میری وجہ سے ہی ہوا ہے ایک بار میں تندرست ہو جاؤں پھر میں اس بیماری کو ان کے نزدیک بھی نہ آنے دوں گی
اتنا بھروسہ ہے اپنے آپ پر
بالکل
سحر کھڑی ہو گئی

میں وارڈ کا تھوڑا سا کام نپٹا لوں پھر تمہارے پاس آ کر بیٹھتی ہوں
بدر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا
بیٹھو میری بات سنو!
سحر پھر بیٹھ گئی
کہو؟
میرے لئے خون تم نے دیا تھا
یونہی سمجھ لو
بدر نے غور سے اس کی طرف دیکھا
تم چاہتی تو مجھے ختم بھی کر سکتی تھی میں تمہاری رقیب جو ہوں
سحر مسکرا دی اور پیار سے بدر کا گال تھپتھپایا
پاگل پن کی باتیں نہ کرو۔ یہ میرے مقدس پیشے کے منافی ہے
تم نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے
یہ میرا فرض تھا۔

سحر اٹھ کر چلی گئی اور بدر اسے ممنونیت سے دیکھتی رہ گئی۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایاز وارڈ میں داخل ہوا وہ دو بڑی بڑی ٹوکریاں اٹھائے ہوئے تھا۔ جو سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ دیکھتے ہی بدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ وہ بڑا ہشاش بشاش تھا تاہم پہلے سے کافی کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ بدر کی بیڈ کے پا

آ کر اس نے دونوں ٹوکریاں فرش پہ رکھ دیں پلنگ کے پاس پڑے ہوئے سٹول پر بیٹھتے ہوئے اس نے بدر کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا
کیا حال ہے اب؟
ایاز کو تندرست دیکھ کر بدر خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ ایاز کے دونوں ہاتھ بار بار چومتے ہوئے اس نے گھمبیر آواز میں کہا۔
آپ کو اپنے سامنے دیکھ کر اب میں دنوں کی بجائے گھنٹوں میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ آپ ہسپتال سے کب فارغ ہوئے
آج ہی
پھر سیدھے میرے پاس کیوں نہیں آئے تھے روٹھنے کے انداز میں بدر نے پوچھا آیا تھا۔ تم سو رہی تھی اس لئے میں تمہارے لئے کچھ خریدنے کے لئے بازار چلا گیا۔
کیا لائے ہیں
تمہارے لئے دو سلیپنگ سوٹ اور کچھ دوسرے کپڑے لایا ہوں
گھر سے یا بازار سے لائے ہیں
بازار سے نئے خرید کر لایا ہوں
کیا ضرورت تھی گھر پہ اتنے سوٹ پڑے ہوئے ہیں۔ بدر نے بڑی سا

چاہت آمیز ڈانٹ میں کہا
تندرست ہو لو پھر گھر جا کر کنجوسی کرتے رہنا
بدرہ اداس ہو گئی
جان! میں گھر میں آپ کے ساتھ کیسے رہ سکوں گی محلے والے پھر شور مچائیں گے اور آپ سے جھگڑا کریں گے۔
تم فکر مند کیوں ہوتی ہو میں کل ہی اپنا مکان کرائے پر چڑھا دوں گا اور اتنے ہی کرائے کا کوئی اچھا سا مکان ہم کسی اور محلے میں لے لیں گے۔
بدرہ خوش ہو گئی
ہاں یہ ٹھیک ہے جان؟
ایاز ٹوکریوں سے سامان نکال نکال کر میز کے خانوں میں جمانے لگا۔ بدرہ مسکرا مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔
کیا کیا خرید لائے ہیں جان!
میز کے خانوں میں قرینے سے چیزیں جماتے ہوئے ایاز نے کہا
دیکھ لو کیا کیا لے آیا ہوں
بدرہ اسی طرح مسکراتے ہوئے ساری چیزیں دیکھنے لگی۔ تین چار قسم کا فروٹ تھا، ڈبل روٹی، ایک پاؤنڈ مکھن کا پیکٹ، چینی کا ایک لفافہ، گرم گرم دودھ سے بھری ہوئی بڑی سی ایک تھرمس، پلاسٹک کی

ایک تھیلی جس میں، بادام، پستہ اور اخروٹ کی گریاں بھری ہوئی تھیں صابن مع صابن دانی، تیل، شیشہ، کنگھی، دائسلین، کریم اور اس قسم کی بے شمار چیزیں تھیں۔ بدرہ ہلکا سا قہقہہ مار کر ہنس دی
آپ نے تو میز کو جنرل سٹور بنا دیا ہے جان!
فرش پہ رکھا ہوا ٹفن کیریئر اٹھا کر ایاز نے میز پہ رکھتے ہوئے کہا
کچھ کھاؤ گی تو اٹھو گی نا
بدرہ نے پھر ایاز کے ہاتھ تھام لیے
آپ تندرست ہو کر میرے سامنے ہیں تو یہی سمجھیں کہ میں بھی اب ٹھیک ہوں۔
ایاز نے ایک پیکٹ کھولا اور بڑے خوبصورت کلر کا ایک سلیپنگ سوٹ نکال کر بدرہ کی چھاتی پہ رکھتے ہوئے کہا۔
جلدی جلدی یہ پہن لو پھر کھانا کھائیں گے مجھے بھوک لگی ہوئی ہے اب اتار دو اس ڈانگری کو بہت ٹیکسیاں صاف کیں تم نے اب مشکلات کا دور ختم ہو چکا ہے
بدرہ نے معذوری ظاہر کی
میں اکیلی لباس تبدیل نہ کر سکوں گی سحر آئے تو پھر پہن لیتی ہوں
ایاز کھڑا ہو گیا
چلو میں تمہاری مدد کرتا ہوں
بدرہ نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا

ایاز نے گہری مسکراہٹ میں کہا

میری طرف تو یوں غصے میں دیکھ رہی ہو جیسے مرکھنی گائے کسی اجنبی کی طرف دیکھتی ہے

بدر قہقہہ لگا کر ہنس دی

زیادہ ہی شریر ہو گئے ہیں آپ

چلو اٹھو کپڑے بدلو نا پھر

کہا تو ہے سحر کو آنے دیں پھر بدل لوں گی اتنی دیر تک کھانا کھا لیتے ہیں۔

اوں ہوں جب تک تم لباس نہیں بدلو گی میں کھانا نہیں کھاؤں گا سحر کی یہاں مدد کی کیا ضرورت ہے اگر تم اس حالت میں ہسپتال کی بجائے گھر پر ہوتیں تو پھر کون تمہارا لباس تبدیل کرانے میں مدد دیتا ظاہر ہے میں ہی

بدر ہار مان گئی۔

اگر آپ کی اس میں خوشی ہے تو میں بدل لیتی ہوں آپ پہلے مجھے ذرا اوپر کھینچیے

ایاز نے بدر کو دونوں شانوں سے پکڑ کر اوپر کھینچا۔ بس

ہاں، اب میرے اوپر چادر ڈال دیں

ایاز نے سفید چادر بدر کے اوپر ڈالتے ہوئے شرارت آمیز مسکراہٹ میں کہا

چادر اوپر سے کر وہ تماشہ تو نہیں کرنے لگی جس طرح سڑکوں کے کنارے قسمت کا حال بتانے والے ایک آدمی کو لٹا کر اس کے اوپر

چادر ڈالتے ہیں اور پھر اس کی چھاتی پر تعویذ رکھ کر پوچھتے ہیں، میں کون؟

عامل

تو کون؟

معمول!

جو پوچھے گا

بتلائے گا

بدر نے زوردار ایک قہقہہ لگایا پھر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا

ماروں گی ایاز!

ایاز نے اس کے چہرے کے قریب اپنا سر جھکا دیا

لو مارو

بدر نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور ایاز کے گال کا بوسہ لیتے ہوئے بڑے پیار سے کہا

اب بیٹھ جاؤ جان میں کپڑے بدل لوں

ایاز سٹول پر بیٹھ گیا اور بدر چادر اوپر سے کر لباس تبدیل کرنے لگی تھوڑی دیر تک وہ چادر کے اندر ہاتھ پاؤں ہلاتی رہی پھر اس نے چادر ہٹا دی وہ نیا سلیپنگ سوٹ پہن چکی تھی اور بے حد خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

ایاز اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا

اب مزہ آیا نا، اب بدر دکھائی دے رہی ہو ساتھ ہی اس نے بدر سے ڈانگری لے کر ایک طرف پھینک دی۔

دفع کرو اسے اب !

بدرہ نے چلا کر کہا

اس میں پیسے ہیں جان !

ایاز نے اٹھ کر ڈانگری اٹھائی اور اس کی ایک جیب سے نوٹ نکالنے کے بعد وہ پھر سٹول پر بیٹھ گیا اور بدرہ سے پوچھا

کتنے ہیں ؟

گن لیں

ایاز نوٹ گننے لگا

پانچ سو پچپن روپے ہیں

ہاں اتنے ہی ہیں

کہاں سے لئے اتنے روپے

جو آپ خرچ اور کپڑوں کے لئے مجھے دیتے تھے میں جمع کرتی رہتی تھی

ایاز نے بدرہ کا ناک پکڑ کر دائیں بائیں آہستہ آہستہ ہلایا

کنجوس مکھی چوس۔ ساتھ ہی نوٹ اس نے بدرہ کی گود میں رکھ دیئے

لو سنبھال لو۔

بدرہ نے نوٹ اٹھا کر ایاز کی جیب میں ڈال دیئے

اپنے پاس ہی رکھیں جان ! میں نے اب کیا کرنے ہیں

ایاز کھڑا ہو گیا

میں آتا ہوں تھوڑی دیر تک

بدرہ بیتاب ہو گئی

کہاں جا رہے ہیں !

ایاز ڈیوٹی روم کی طرف بڑھ گیا

گھبرا کیوں گئی ہو ابھی آتا ہوں

ایاز ڈیوٹی روم میں گیا اور وہاں لوہے چینی کی ایک چلمچی اور اور بڑا سا ایک جگ پانی سے بھر لایا۔ چلمچی اس نے بدرہ کی بیڈ کے پاس فرش پر رکھتے ہوئے کہا

ہاتھ منہ دھو لو

بدرہ نے اس سے پانی کا جگ لینا چاہا

میں خود دھو لیتی ہوں جان !

ایاز نے صابن دانی اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دی

میں خود دھلاؤں گا

بدرہ نے بڑی ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

کیوں گنہگار کرتے ہو جان ! آپ میرے شوہر ہیں میرا کام ہے اس طرح آپ کی خدمت کروں۔

ایاز نے اسے لاجواب کر دیا

میں نے پہلے بھی تمہیں کہا تھا کہ تم میری بیوی ہو ملازمہ نہیں۔ بیوی پر شوہر کے اگر حقوق ہوتے ہیں تو بیوی کے بھی شوہر پر ویسے ہی حقوق عائد ہوتے ہیں مرد کوئی آسمان سے تو نہ اترا تھا اور عورت زمین سے نہ پھوٹی

تھی کہ اسے گھاس پھوس کی طرح یہ آسمانی فرشتہ اپنے پاؤں تلے روندھتا پھرے، دونوں ایک ہی گاڑی کے مسافر ہیں اور یکساں حقوق رکھتے ہیں، شوہر پر مصیبت آئے تو بیوی اس کی خدمت کرے اور بیوی کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو شوہر بھی اسی طرح اپنی بیوی کی خدمت کرے

بدر آبدیدہ ہو گئی

آپ جیسا شوہر اس دور میں مشکل سے ہی کسی لڑکی کو نصیب ہوا ہو گا

ایاز نے صابن اٹھا کر اسے تھما دیا۔

تم جیسی اچھی، مخلص اور خوبصورت بیوی بھی بہت کم مردوں کو نصیب ہوئی ہو گی۔

بدر کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ایاز پانی ڈالنے لگا تھا، لہٰذا وہ خاموش رہی اور ہاتھ منہ دھونے لگی بدر جب تولیے سے ہاتھ منہ پونچھنے لگی تو ایاز نے میز اٹھا کر بیڈ کے ساتھ رکھا، جگ اور چلمچی اٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے اور پھر سٹول پہ بیٹھ گیا بدر نے جب تولیہ ایک طرف رکھا

ایاز نے بڑی سنجیدگی سے کہا اگر تم کہو تو تمہارے ابو اور امی کو تمہارے زخمی ہونے کی اطلاع کر دوں۔

بدر یکدم ہی بجھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیر گئے کپکپاتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

ماں، باپ، بہن بھائیوں اور دیگر سب رشتہ داروں کے لئے میں مر چکی ہوں اس دنیا میں اب ایک ہی ہستی ہے جسے میں اپنا کہہ کر پکار سکتی ہوں

اور جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے

ایاز نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا

کون ہے وہ خوش نصیب

بدر کے ہونٹوں پہ آنسوؤں میں بھیگی مسکراہٹ کھیل گئی اس نے ہاتھ بڑھا کر ایاز کا کان پکڑ لیا اور ہلاتے ہوئے بڑے پیار سے کہا

آپ

ایاز نے اپنا کان چھڑاتے ہوئے پوچھا

میری غیر موجودگی میں تمہارے پاس کوئی آتا رہا ہے۔

ناظم اور منور ہر روز بچارے سامان سے لدے میرے پاس آتے رہے ہیں، میری حالت دیکھ کر بہت روتے تھے بچارے، دو دفعہ شوکت بھی ہو کر گیا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے ان تینوں کی ٹانگیں توڑ دی تھیں اور اب ہسپتال والوں نے ان تینوں کی ٹانگوں کو بیکار قرار دے کر کاٹ دیا ہے۔

ہاں اس نے ٹھیک کیا ہے وہ اب میرا بہترین دوست بن چکا ہے اور تمہیں اپنی بہن سمجھتا ہے، رضوان، جمیل اور ان کے ملازم تینوں ہی کی ٹانگیں ہسپتال والوں نے کاٹ دی ہیں اور اس طرح انہیں اپنے گناہوں کی سزا اس دنیا میں ہی مل گئی ہے۔

بدر نے سکون کا سانس لیا

یہ بھی اچھا ہو گیا ہے جان!

مجھے تم سے ایک اجازت بھی لینی ہے

کیا ؟

اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں اڈے پر ناظم اور منو دونوں بھائیوں کو چائے کا ایک کیبن کھول دوں تاکہ وہ دونوں بھائی اپنی روزی کما کر عزت اور سکون کی زندگی بسر کر سکیں ۔

بدر نے خوش ہو کر جواب دیا ۔

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے جان ! میں تو خود آپ سے کہنا چاہتی تھی کہ ان دونوں بھائیوں کی کوئی مدد کریں ۔

ایاز نے ٹفن کیریئر کے ڈبے کھول کر میز پر جما دیئے ، چار ڈبے تھے ایک میں روٹیاں دوسرے میں مرغی کا سالن تیسرے میں آلو گوشت اور چوتھے میں چاول اور ساتھ ہی دو چمچ تھے ایاز نے ایک چمچ سنبھالتے ہوئے کہا

آج میں تمہیں کھانا کھلاتا ہوں ۔

بدر آگے سرک آئی ۔

میں خود کھا سکتی ہوں جان ! اس نے ایک چمچ اٹھا کر مرغی کا شوربہ لے کر چاولوں میں ملایا اور پھر چمچ بھر کر ایاز کے منہ میں ڈال دی

ایاز ہنس دیا اسی لمحہ بدر نے مرغ کی ایک ران اٹھا کر ایاز کے منہ میں ڈال دی ۔

جلدی جلدی کھائیے نا

ایاز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

تم بھی تو کھاؤ نا

دونوں ہنس ہنس کر کھانا کھانے لگے

بدر بالکل ٹھیک ہو چکی تھی اور آج اسے ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا تھا مگر ابھی تک وہ اپنے بیڈ پر سیلپنگ سوٹ میں ہی بیٹھی ایاز کا انتظار کر رہی تھی تین بج چکے تھے بدر لمحہ بہ لمحہ پریشان ہوتی جا رہی تھی اور طرح طرح کے وسوسے اس کے شعور میں جنم لینے لگے تھے مایوس سی ہو کر وہ اٹھی اور ڈیوٹی روم میں آ کر ٹیکسی سٹینڈ پہ فون کر کے اس نے ایاز کا پوچھا تو وہاں سے پتہ چلا کہ وہ وہاں تھوڑی دیر کے لئے آیا تھا پھر واپس چلا گیا ہے ، بدر بچاری پژمردہ سی ہو کر پھر بیڈ پہ آ کر بیٹھ گئی وارڈ میں سحر دوسری مریض عورتوں کو دوائیاں دے رہی تھی ڈیوٹی روم سے فون کر کے نکلے اسے دس منٹ ہی گزرے ہونگے کہ ایاز وارڈ میں داخل ہوا ۔ اس کے ہاتھ میں دو بنڈل تھے ۔ وہ بدر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا ۔ بدر نے منہ بسورتے ہوئے کہا

اتنی دیر سے آئے ہیں جان ! آپ کو پتہ بھی تھا مجھے آج جانا ہے پھر بھی اتنی دیر کر دی آپ نے میں یہاں بیٹھی صبح سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں ، دیکھئے چار بج چکے ہیں

ایاز نے گھڑی دیکھی

واقعی دیر تو ہو گئی ہے پر جان ! میں نے گھر کی صفائی کرائی پھر اپنا سارا سامان وہاں شفٹ کیا ہے اور پھر آج ناظم اور منو نے بھی بلایا تھا انہوں نے آج اپنے چائے کے سٹال پہ کام شروع کر دیا ہے جو میں نے انہیں کھول کر دیا ہے اور پھر

ظہیر اور شازیہ کئی دنوں سے مجھے تلاش کر رہے تھے آج گھر پر انہوں نے ہی پکڑ لیا میں نے انہیں تمہارے پورے حالات بتا دیئے ہیں وہ دونوں میاں بیوی بھی میرے ساتھ سامان شفٹ کرنے میں لگے رہے آج ہم دونوں کا کھانا بھی ان کے ہاں ہے ناظم اور منیزہ بھی ہم دونوں کی دعوت کرنے کو کہہ رہے تھے مگر میں نے انہیں منع کر دیا ہے بچارے غریب ہیں خواہ مخواہ ہی ادھار چڑھ جائیگا ان پر

بدر کی بوریت جاتی رہی تھی

اچھا کیا جان آپ نے، خواہ مخواہ ان بچاروں کا خرچ ہوتا آپ نے ظہیر اور شازیہ کو بھی ٹال دیا ہوتا۔

بہت کوشش کی تھی جان! لیکن نہیں مانے کہنے لگے ضرور دعوت ہوگی ان دونوں نے ہم سے بھی پارٹی مانگی ہے۔

کیسی پارٹی!

کہتے تھے چوری چوری تم نے شادی کر لی تھی اور ہمیں اطلاع ہی نہ دی تھی

چلو دیں دیں گے مکان آپ نے کس جگہ لیا ہے

مزنگ میں ملا ہے۔

کتنا بڑا ہے۔

دو بیڈ روم، ایک ڈرائینگ روم، کچن اور سٹنگ روم ہے، پانی، گیس اور بجلی بھی ہے

بہت اچھا ہے اور اپنا مکان؟

اتنے کمرے پر ہی چڑھا دیا ہے جتنے کرائے پر ہمیں ملا ہے

بدر اداس ہو گئی

ایاز نے اس کا شانہ ہلایا۔

کیوں کیا ہوا؟

بدر نے دکھ سے کہا

کتنی بدقسمتی ہے میری کہ میں اپنے مکان میں بھی نہیں رہ سکتی

ایاز نے اس کا گال تھپتھپا کر تسلی دی

چھوڑ دان سوچوں کو، اٹھو لباس تبدیل کر لو اور چلیں۔

میرے کپڑے لائے ہیں آپ۔

ایاز نے دونوں پیکٹ اس کی گود میں رکھ دیئے

یہ لو

بدر نے دونوں پیکٹ کھولے ایک میں مالٹا کلر کا قیمتی سوٹ تھا اور دوسرے میں لیٹسٹ ڈیزائن کا اونچی اور موٹی ایڑھی کا جوتا تھا۔ بدر نے پھر ایاز کو گھورا

دونوں چیزیں نئی خرید کر لائے ہیں نا؟

ہاں۔

کیا ضرورت تھی جان ان کی ایسے ہی فضول خرچی کرتے ہیں پہلے ہی میرے پاس ان گنت سوٹ اور جوتے پڑے ہوئے ہیں بس یہ میری خواہش اور خوشی تھی جاؤ ڈریسنگ روم میں جا کر لباس تبدیل کر آؤ

بدر اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف چلدی، ایاز نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر سگریٹ سلگایا اور ایک لمبا کش لگا کر دھواں فضا میں چھوڑا اسی لمحہ بدر بجلی کی سی تیزی سے واپس مڑی اور ایاز کے منہ سے سگریٹ نکال کر

دور پھینک دیا اور غصے میں کہا
میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ سگریٹ نہیں پئیں گے آپ
ایاز نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے
نہیں پیوں گا جناب!
بدر اپنی ہنسی ضبط کر رہی تھی اس نے ایاز کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بڑے پیار سے کہا وعدہ کیجئے جان! آئندہ آپ سگریٹ نہیں پئیں گے۔
ایاز نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
توبہ میری اور میرے ابا حضور کی بھی آئندہ میں سگریٹ پیوں تو گندی نالی کا پانی پیوں اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر بھی پھینک دیا
بدر مڑی اور مسکراتی ہوئی ڈیوٹی روم کی طرف چلی گئی تھوڑی ہی دیر بعد وہ لباس تبدیل کر کے واپس آگئی ایاز اسے دیکھتا ہی رہ گیا بیحد خوبصورت لگ رہی تھی وہ بالکل یوں جیسے کوئی حسین کلی شبنم میں نہا کر دھوپ کی سنہری کرنوں میں آبیٹھی ہو بدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا کیوں گھور رہے ہیں مجھے!
ایاز چونک پڑا
میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے ایسی خوبصورت بیوی مل جائے گی
بدر ہنس دی۔
چلو مل تو گئی نا اب وقت ضائع نہ کیجئے ڈیوٹی روم میں سحر آپ کو بلا رہی ہے جائیے سن آئیے کیا کہتی ہے پھر گھر چلیں۔
ایاز اٹھ کر ڈیوٹی روم میں داخل ہوا اندر کمرے کے وسط میں سحر کھڑی

تھی اداس اداس اور چنار کے درخت کی طرح خاموش ایاز نے سکوت توڑا
سحر! مجھے بلایا تم نے؟
سحر آگے بڑھی اور ایاز کے قدموں پر گر گئی
مجھے معاف کر دو ایاز میں نے تم سے پوچھے اور مشورہ کئے بغیر شادی کر لی تھی
ایاز نے اسے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور دکھ سے کہا
جو ہونا تھا ہو چکا اب پچھتانے سے کیا حاصل۔
میں تم سے دور اور علیحدہ رہ کر زندہ نہ رہ سکوں گی۔
اب تو تمہیں ایسا کرنا ہی ہو گا
میں اپنے شوہر سے طلاق لے لیتی ہوں
میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا
سحر کی نظر نہ پڑی تھی لیکن ایاز نے دیکھ لیا تھا کہ بدر بھی ڈیوٹی روم کے باہر آکھڑی ہوئی تھی اور ان کی باتیں سننے لگی تھی سحر پھر بولی
کیا تم مجھ سے نفرت کرنے لگے ہو ایاز!
نہیں مجھے تم سے ہمدردی ہے۔
مجھے جب یہ پتہ چلا کہ تم نے بدر سے شادی کر لی ہے مجھ پر جنون طاری ہو گیا تھا کیونکہ مجھے تم سے بے پناہ محبت تھی اور میں تمہیں اپنی عزیز ترین ہستی سمجھتی تھی بس اسی جنون کے بوجھ تلے میں نے شادی کر لی اور یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی
میں تمہاری غلط فہمی دور کرنے کے لئے کئی بار تمہارے پاس آیا شاذیہ کہ

سفارش بنا کر تمہارے پاس لایا مگر تم نے میری بات تک نہ سنی میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ کن حالات میں بدر سے میں نے شادی کی ہے میں تمہیں بھی اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا مگر تم نے مجھے دھتکار دیا

سحر بپھر پڑی ۔

میری وہ غلطی معاف کر دو ایاز! میں پھر تمہارے پاس آنے کو تیار ہوں اسی میں میری زندگی کی خوشی اور سکون پنہاں ہے ۔

ایاز کا سر جھک گیا

اب یہ ناممکن ہے تمہارا ہمیشہ اوروں سے ہمدردی ہے کیا تم اپنے شوہر سے طلاق لے کر ایک ایسے انسان کا دل توڑنا پسند کرو گی جس کا اس معاملے میں کوئی جرم اور قصور نہیں

سحر زیادہ سسک پڑی

بتاؤ ایاز! میں پھر کیا کروں؟

اپنے شوہر کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کرو

یہ کیسے ہو سکتا ہے

جس طرح آج تک ہوا ہے

سحر چند ثانیوں تک خاموش رہی پھر رومال سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا

کیا تمہیں مجھ سے نفرت ہو گئی ہے

میں نے تمہیں کہا ہے نا کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے

کیا تمہیں بدر سے محبت ہے؟

ہاں مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے

کیا اس سے بھی زیادہ جتنی تمہیں مجھ سے تھی ۔

ہاں اس سے بھی دس گنا زیادہ ۔ اب مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں بدر باہر میرا انتظار کر رہی ہے ۔

سحر نے روتے ہوئے کہا

چلو میں سیڑھیوں تک تم دونوں کو چھوڑنے چلتی ہوں ۔

ایاز جب ڈیوٹی روم سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ دروازے کے پاس ہی بدر کھڑی رو رہی تھی اور اپنے دوپٹے سے آنسو پونچھ رہی تھی ۔ ایاز نے فکر مندی سے پوچھا ۔

تم رو رہی ہو بدر!

بدر نے بھاگ کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے

آپ بہت عظیم ہیں جان!

ایاز نے اس کے کان میں سرگوشی کی ۔

جان! دنیا کی کوئی بھی طاقت مجھے تم سے نہیں چھین سکتی ۔

بدر کے ہونٹوں پر بڑی دلکش اور پاکیزہ سی آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور وہ بڑی مسحور اور میٹھی نگاہوں سے ایاز کے چہرے کو دیکھتی ہوئی اس کا ہاتھ تھامے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی ان دونوں کے پیچھے سحر تھی ۔

سیڑھیوں پر آ کر ایاز اور بدر نے سحر کو خدا حافظ کہتے ہوئے الوداع

ہاتھ ہوا میں لہرائے اور سیڑھیوں کے نیچے کھڑی اپنی ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ سحر سیڑھیوں کے اوپر ایک ستون کا سہارا لئے رو رہی تھی جب ان کی ٹیکسی ہسپتال کے گیٹ سے نکل کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو سحر سسکیاں لے لے کر رونے لگی ستون پر اپنا سر ٹکائے ہوئے اس نے بڑے دکھ اور کرب سے کہا میرے اللہ تو نے مجھے کس امتحان میں ڈال دیا ہے اس جلتے جہاں میں گیلی لکڑی کی طرح سلگنے کے لئے میں اکیلی رہ گئی ہوں اس نے رومال سے اپنے آنسو پونچھے واپس مڑ کر سسکتی اور ڈگمگاتی ہوئی اپنے وارڈ کی طرف چل دی۔

باہر اسی طرح خزاں کی پیلی پیلی دھوپ ماند پڑتی جا رہی تھی، تیز ہوا چل رہی تھی اور سیڑھیوں کے سامنے سفیدے کے درختوں سے پیلے پتے ٹوٹ کر ہوا میں لہراتے ہوئے پہلے سے زمین پر پڑے ہوئے، خشک ہو کر اور مردہ پتوں کے اندر دم توڑ رہے تھے۔

اسلم راہی۔ ایم اے

موضع بکھووال۔ ڈاکخانہ موہلے کمالہ

تحصیل ڈسٹرکٹ گجرات